

یہ مسائل نحو و صرف کے متعلق ایک مختصر و جامع کتاب ہے۔ جو علم النحو و علم الصرف اور متعلقات نحو و صرف کی تقریباً ۳۱۱ کتابوں کا خلاصہ قاری کو مختصر وقت میں مل سکے گا، جو علوم عربیہ و صرف و نحو کے متعلق ایک جامع و اہم راہنما ثابت ہوگا۔

مسائل النحو و الصرف

مولانا محمد نور حسین قاسمی صاحب
فارعہ التحصیل دارالعلوم دیوبند



دارالافتاء

آفتاب بازار ایم ایس پکارت روڈ کراچی پاکستان فون: 2631881

مسائل النحو والصرف

مولانا محمد نور حسین قاسمی صاحب
فارغ التحصیل دارالعلوم دیوبند

دارالاشاعت
اڈو کمازدار، مکمل سہ ماہی، لاہور
کراچی پاکستان 2213768

جملہ حقوق ملکیت بحق دارالاشاعت کراچی محفوظ ہیں

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی
طباعت : منشی مسیح علی گرافٹس
صفحہ 296 : صفحات

قارئین سے گزارش

اپنی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمد للہ اس بات کی نگرانی کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم موجود رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

﴿..... ملنے کے پتے﴾

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
بیت العلوم 20 نا بھروڈ لاہور
مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور
مکتبہ المعارف متحدہ جنگی۔ پشاور
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور
مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا۔ ایبٹ آباد

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
مکتبہ معارف القرآن جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت القلم مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد

﴿انگینڈ میں ملنے کے پتے﴾

Islamic Books Centre
119-121, Halli Well Road
Bolton BL 3NE, U.K.

Azhar Academy Ltd.
54-68 Little Ilford Lane
Manor Park, London E12 5Qa
Tel : 020 8911 9797

﴿امریکہ میں ملنے کے پتے﴾

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212, U.S.A

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6665 BINTLIFF, HOUSTON,
TX-77074, U.S.A.

شمارہ	مضامین مسائل النحو والصرف	صفحہ
۱	تقریظ: مفتی عبدالغفار صاحب (رئیس دارالافتاء مدینۃ العلوم کراچی)	۲۳
۲	رائے گرامی شیخ الحدیث اشرف المدارس، کراچی:	۲۴
۳	نقوش و تاثرات:	۲۵
۴	اہم گذارش:	۲۶
۵	اظہار تشکر و امتنان:	۲۷
۶	مقدمۃ الکتاب:	۲۸
	﴿...بحث اسم...﴾	
۷	بحث ”بِسْمِ اللّٰهِ“:	۳۰
۸	بسم اللہ کے اسرار:	۳۰
۹	بسم اللہ کی ”ب“ کسور کیوں؟:	۳۲
۱۰	بسم اللہ کی ”ب“ کتنے معانی کیلئے مستعمل ہے؟:	۳۳
۱۱	بسم اللہ اور بسملہ کا فرق:	۳۴
۱۲	بسملہ اور تسمیہ میں فرق:	۳۴
۱۳	لفظ ”اسم“ پر کتنی لغات جائز ہیں؟:	۳۵
۱۴	مبادی علوم:	۳۵
۱۵	مبادی شعر عربی اشعار میں:	۳۵
۱۶	ابتداء حقیقی، ابتداء اضافی اور ابتداء عربی میں فرق:	۳۶
۱۷	الحمد للہ اور نحمدہ کا فرق:	۳۶
۱۸	حمد، مدح اور شکر میں فرق:	۳۷
۱۹	لفظ ”نحو“ کی لغوی تحقیق:	۳۸
۲۰	نحو کے سات معانی فارسی و عربی اشعار میں:	۳۸
۲۱	علم النحو کی جامع اصطلاحی تعریف:	۳۹
۲۲	علم النحو کی غرض:	۳۹

مضامین مسائل النحو والصرف

صفحہ

شمارہ

۳۹	علم نحو کے موضوع:	۲۳
۳۹	غرض، غایت اور فائدہ میں فرق:	۲۴
۴۰	لفظ ”اللہم“ کی تحقیق وقاعدہ:	۲۵
۴۰	لفظ ”البتہ“ کی تحقیق:	۲۶
۴۱	لفظ ”ہَلُمَّ جَرًّا“ کی بحث:	۲۷
۴۱	وَمِنْ ثَمَّ كَانَ كَذًّا کی بحث:	۲۸
۴۲	لفظ اسم اور صفت کی تعریف:	۲۹
۴۲	لَا بُدَّ مِنْهُ كَذًّا کی بحث:	۳۰
۴۳	”لا بدلہ“ اور ”لا بدمنہ“ کا فرق:	۳۱
۴۴	لَا بُدَّ مِنْ كَذًّا کی ترکیب:	۳۲
۴۴	لَا سِيَمًا كَذًّا کی تحقیق و ترکیب:	۳۳
۴۵	سَوَاءٌ كَانَ كَذًّا ام كَذًّا کی تحقیق:	۳۴
۴۵	فَصَاعِدًا: پر جامع بحث:	۳۵
۴۵	لفظ ”فَبِهَا“ کی تحقیق و ترکیب:	۳۶
۴۶	لفظ ”لَا مُحَالَةً“ کی ترکیب و تحقیق:	۳۷
۴۶	لفظ ”مَعًا“ کی عجیب تحقیق:	۳۸
۴۶	لفظ ”فَقَط“ کی ترکیب و تحقیق:	۳۹
۴۷	لفظ ”اَيْضًا“ کی ترکیب و تحقیق:	۴۰
۴۸	لفظ ”جَرَّ جَوَارٍ“ کی تحقیق:	۴۱
۴۸	اختلاف عوامل در شرط و جزا:	۴۲
۴۹	کل اسمائے مشتقات:	۴۳
۴۹	اقسام مرفوعات مع امثال:	۴۴
۴۹	بحث اسم فاعل و فاعل:	۴۵

صفحہ	مضامین مسائل النحو والصرف	شمارہ
۵۱	اسم فاعل اور فاعل میں فرق:	۴۶
۵۱	اسم فاعل کے صیغہ کم کیوں؟:	۴۷
۵۱	فاعل نسبی اور فاعل مبالغہ میں فرق:	۴۸
۵۲	بحث مبتدا وخبر:	۴۹
۵۲	اقسام معرفہ ایک شعر کے اندر:	۵۰
۵۳	کتنی صورتوں میں مبتدا کا مقدم لانا واجب ہے:	۵۱
۵۳	کتنی صورتوں میں خبر کو مقدم کرنا واجب ہے:	۵۲
۵۴	مبتدا اور خبر میں کتنی چیزوں میں مطابقت ضروری ہے؟:	۵۳
۵۴	مبتدا خبر میں مطابقت کیلئے آٹھ شرطیں ضروری ہیں:	۵۴
۵۷	”الْكَلِمَةُ لَفْظٌ“ میں اعتراض اور اس کا جواب:	۵۵
۵۸	مبتدا وخبر میں مطابقت ہر جگہ لازم نہیں:	۵۶
۵۹	اقسام منصوبات مع مثالیں:	۵۷
۵۹	بحث مفاعیل خمسہ:	۵۸
۵۹	مصدر اور مفعول مطلق کے درمیان فرق:	۵۹
۶۰	بحث اسم مفعول:	۶۰
۶۰	مفعول کی چار علامتیں ہیں:	۶۱
۶۱	اسم مفعول اور مفعول میں فرق:	۶۲
۶۱	کون کون سے مفعول نائب فاعل بن سکتے ہیں؟:	۶۳
۶۲	اقسام مجرورات مع مثال:	۶۴
۶۲	بحث اسمائے اشارہ:	۶۵
۶۴	طریقہ استعمال اسمائے اشارات:	۶۶
۶۵	بحث عدد و معدود:	۶۷
۶۷	اہم اور ضروری قواعد نحو:	۶۸

صفحہ	مضامین مسائل النحو والصرف	شمارہ
۶۷	لدئی اور عند میں فرق:	۶۹
۶۷	بحث منصرف و غیر منصرف:	۷۰
۶۹	پیغمبروں کے نام منصرف و غیر منصرف پر دو اشعار:	۷۱
۶۹	اقسام غیر منصرف:	۷۲
۷۰	اوزان عدل پر دو شعر:	۷۳
۷۱	اقسام اضافت:	۷۴
۷۲	اضافت معنوی کی تین قسمیں ہیں:	۷۵
۷۲	اقسام ظروف:	۷۶
۷۲	اسم ظرف کے اوزان پر ایک شعر:	۷۷
۷۳	ظرف کی چار قسمیں:	۷۸
۷۳	ظرف مستقر اور ظرف لغویں فرق:	۷۹
۷۴	بحث اسم تفضیل:	۸۰
۷۵	اسم تفضیل کے استعمال کئی صورتیں ہیں:	۸۱
۷۷	اسم تفضیل اور صفت مشبہ میں فرق:	۸۲
۷۷	بحث حال ذوالحال:	۸۳
۷۸	حال کی چھ قسمیں ہیں:	۸۴
۷۹	اوزان اور کیل، ایک شعر میں:	۸۵
۷۹	حال اور تمیز میں فرق:	۸۶
۸۰	حال متداخلہ اور حال مترادفہ میں فرق:	۸۷
۸۱	اقسام اسم غیر متمکن:	۸۸
۸۱	اوزان جمع قلت و کثرت:	۸۹
۸۱	جمع کثرت کے دس اوزان مشہور ہیں:	۹۰
۸۲	اسم جمع اور مطلق جمع میں فرق:	۹۱

شمارہ	مضامین مسائل النحو والصرف	صفحہ
۹۲	جمع قلت کے اوزان ایک شعر میں:	۸۲
۹۳	شبہ جمع کی تعریف:	۸۲
۹۴	اسم جمع، جمع اور اسم جنس میں فرق:	۸۳
۹۵	اقسام معرب وئی:	۸۳
۹۶	بحث بدل و مبدل منہ:	۸۳
۹۷	بدل الکل اور عطف بیان میں فرق:	۸۴
۹۸	ضمیر شان و ضمیر قصہ:	۸۴
۹۹	ضمیر مبہم کی تعریف:	۸۵
۱۰۰	بحث اسم موصول وصلہ:	۸۵
۱۰۱	شرط و جزا کے چند قواعد یہ ہیں:	۸۶
۱۰۲	بحث منادئی:	۸۶
۱۰۳	بحث اسم تصغیر:	۸۷
۱۰۴	اسم تصغیر کے چند قاعدے ہیں:	۸۷
۱۰۵	بحث اسم منصوب بزع الخافض:	۸۸
۱۰۶	اسم جنس، علم جنس اور علم شخصی کا فرق:	۸۸
۱۰۷	جو اشیاء صدارت کلام کو چاہتی ہیں وہ کل چھ ہیں:	۸۹
۱۰۸	بحث تذکیر و تانیث:	۹۰
۱۰۹	مؤنث لفظی کی تین قسمیں ہیں:	۹۰
۱۱۰	مؤنث معنوی کی چار قسمیں ہیں:	۹۰
۱۱۱	مؤنث کی علامتیں آٹھ ہیں اشعار میں:	۹۰
۱۱۲	مؤنث سماعتی کے قاعدے یہ ہیں:	۹۰
۱۱۳	مؤنث کی دو صورتیں ہیں:	۹۱
۱۱۴	وہ اسماء جن میں تذکیر و تانیث دونوں جائز ہیں:	۹۱

صفحہ	مضامین مسائل النحو والصرف	شمارہ
۹۲	بحث صفت و موصوف:.....	۱۱۵
۹۲	بحث تاکید معنوی:.....	۱۱۶
۹۲	بحث جملہ انشائیہ:.....	۱۱۷
۹۳	چند اہم الفاظ کے نحوی تحقیق:.....	۱۱۸
۹۴	جملہ اسمیہ اور مرکب توصیفی میں فرق:.....	۱۱۹
۹۵	چھ مرکبات نحوی و اشعار میں:.....	۱۲۰
۹۵	بحث حصر:.....	۱۲۱
۹۵	دلیل حصر کی چار قسمیں ہیں:.....	۱۲۲
۹۶	حصر اور اختصاص میں فرق:.....	۱۲۳
۹۷	کل مبنیات:.....	۱۲۴
۹۷	بحث اسمائے ستہ مکبرہ:.....	۱۲۵
۹۸	بحث اضافت لفظی و تقدیری:.....	۱۲۶
۹۸	اضافت کی تین قسمیں ہیں:.....	۱۲۷
۹۸	اضافت معنوی کا فائدہ:.....	۱۲۸
۹۹	اضافت لفظی کا فائدہ:.....	۱۲۹
۹۹	اضافت لفظیہ کی پہچان:.....	۱۳۰
۹۹	نکرہ اور الف ذہنی کے درمیان فرق:.....	۱۳۱
۱۰۲	بحث کم استفہامیہ و خبریہ:.....	۱۳۲
۱۰۶	افعال عامہ چار ہیں جو شعر میں مذکور ہیں:.....	۱۳۳
۱۰۶	تنوین کی پانچ قسمیں ہیں، ایک شعر میں:.....	۱۳۴
۱۰۶	بحث ”الف لام“:.....	۱۳۵
۱۰۷	الف لام حرفی کی چار قسمیں ہیں:.....	۱۳۶
۱۰۸	علامات معرفت در ترکیب:.....	۱۳۷

شمارہ	مضامین مسائل النحو والصرف	صفحہ
۱۳۸	اہل عرب کے نزدیک وزن الفاظ کی تین قسمیں ہیں:.....	۱۱۰
۱۳۹	اسم مرۃ واسم نوع:.....	۱۱۱
۱۴۰	اقسام صفت مشبہ:.....	۱۱۴
۱۴۱	مصادر کی تفصیل:.....	۱۱۵
۱۴۲	اوزان مصدر اصلی:.....	۱۱۶
۱۴۳	اسم مصدر، نفس مصدر اور علم مصدر میں فرق:.....	۱۱۶
۱۴۴	مصدر میمی:.....	۱۱۶
۱۴۵	اسم کی دوسری بحث:.....	۱۱۷
۱۴۶	اجتماع ساکنین کی دو قسمیں ہیں:.....	۱۱۹
۱۴۷	صلات کی وجہ سے معنی کی تبدیلی:.....	۱۲۲
۱۴۸	اختلاف حرکات کی وجہ سے اختلاف معنی:.....	۱۲۴
۱۴۹	اشعار مفیدہ در علوم عدیدہ:.....	۱۲۵
۱۵۰	عام استعمال میں غلطیاں:.....	۱۲۸
۱۵۱	اصطلاحات علماء:.....	۱۲۹
۱۵۲	عربی میں مؤنثات سماعیہ:.....	۱۳۰
۱۵۳	علامہ ابن حاجب کا قصیدہ مع ترجمہ:.....	۱۳۴
	﴿...بحث فعل...﴾	۱۳۷
۱۵۴	مقدمہ علم صرف:.....	۱۳۴
۱۵۵	علم صرف لغوی تعریف:.....	۱۳۴
۱۵۶	علم الصرف کی اصطلاحی تعریف:.....	۱۳۴
۱۵۷	علم صرف کی دوسری تعریف:.....	۱۳۴
۱۵۸	علم صرف کا موضوع:.....	۱۴۴
۱۵۹	علم صرف کی غرض و غایت:.....	۱۴۴

شمارہ	مضامین مسائل النحو والصرف	صفحہ
۱۶۰	لفظ ”صیغۃ“ کا لغوی واصطلاحی معنی:.....	۱۴۴
۱۶۱	لفظ ”صیغۃ“ کی دوسری تحقیق:.....	۱۴۴
۱۶۲	لفظ ”صیغۃ“ کی تیسری تحقیق:.....	۱۴۴
۱۶۳	لفظ ”لغت“ کے لغوی واصطلاحی معنی:.....	۱۴۴
۱۶۴	لفظ ”اصطلاح“ کا لغوی واصطلاحی معنی:.....	۱۴۵
۱۶۵	لفظ ”فعل“ کی بحث:.....	۱۴۵
۱۶۶	فعل کی دو قسمیں ہیں:.....	۱۴۵
۱۶۷	فعل لغوی و فعل اصطلاحی:.....	۱۴۵
۱۶۸	فعل کی تعریف پر سوال و جواب:.....	۱۴۵
۱۶۹	فعل کی تعریف پر دوسرا اعتراض:.....	۱۴۶
۱۷۰	فعل تین اور اس کے اعراب بھی تین:.....	۱۴۶
۱۷۱	کوئی فعل چھ حروف سے تجاوز نہیں کرتا:.....	۱۴۶
۱۷۲	فعل کے ۱۴ صیغے اور ان کی علامتیں:.....	۱۴۶
۱۷۳	چودہ صیغوں میں غائب کو حاضر پر، حاضر کو متکلم پر، مذکر کو مؤنث پر کیوں مقدم کیا جاتا ہے؟.....	۱۴۷
۱۷۵	واو جمع اور واو عطف میں فرق:.....	۱۴۹
۱۷۶	اوزان فعل آٹھ ہیں:.....	۱۴۹
۱۷۷	افعال اور انفعال کا فرق:.....	۱۵۰
۱۷۸	فعل اور فاعل کے متعلق چند قاعدے:.....	۱۵۰
۱۷۹	اسمائے افعال ماضی اور امر میں فرق:.....	۱۵۰
۱۸۰	اُترک اور ذر میں فرق:.....	۱۵۱
۱۸۱	بحث فعل مضارع:.....	۱۵۱
۱۸۲	فعل مضارع کو مضارع کہنے کی وجہ:.....	۱۵۱

صفحہ	مضامین مسائل النحو والصرف	شمارہ
۱۵۲	فعل مضارع کو غابر کہنے کی وجہ؟.....	۱۸۳
۱۵۲	لفظ مضارع مشابہ کے معنی میں ہے.....	۱۸۴
۱۵۳	اعراب مضارع:.....	۱۸۵
۱۵۳	اعراب مضارع کا خلاصہ:.....	۱۸۶
۱۵۳	مضارع کے اعراب کی چار قسمیں ہیں:.....	۱۸۷
۱۵۳	فعل مضارع کے ۱۴ صیغے اور ان کی علامات:.....	۱۸۸
۱۵۴	علامات مضارع کو شروع میں لانے کی وجہ؟.....	۱۸۹
۱۵۵	الف اور ہمزہ میں فرق:.....	۱۹۰
۱۵۷	فعل مضارع میں نون زائدہ کی تین قسمیں ہیں:.....	۱۹۱
	مضارع کے صیغوں کا ترجمہ کب حال یا استقبال سے کیا جاتا ہے؟.....	۱۹۲
۱۵۷	اجتماع ساکنین علی حدہ:.....	۱۹۳
۱۵۸	اجتماع ساکنین علی حدہ اور اجتماع ساکنین علی غیر حدہ میں فرق:.....	۱۹۴
۱۵۹	بحث اسم فاعل:.....	۱۹۵
۱۵۹	فاعل اسم ظاہر ہو کر جمع ہو تو اس کی چھ صورتیں ہیں:.....	۱۹۶
۱۶۰	فاعل اسم ضمیر جمع ہو تو اس کی بھی چھ صورتیں ہیں:.....	۱۹۷
۱۶۱	اسم فاعل کے صیغے کم کیوں؟.....	۱۹۸
۱۶۱	کتنی جگہوں پر فاعل کو حذف کر دیا جاتا ہے؟.....	۱۹۹
۱۶۲	فعل واحد لانے کی کتنی صورتیں ہیں؟.....	۲۰۰
۱۶۲	وہ صورتیں جہاں فعل کو مذکر مؤنث دونوں طرح لا سکتے ہیں:.....	۲۰۱
۱۶۳	وہ صورتیں جہاں فعل مذکر مؤنث دونوں طرح نہیں لا سکتے:.....	۲۰۲
۱۶۳	وہ مقام جہاں فعل عام مقدر کرنا واجب ہے:.....	۲۰۳
۱۶۴	افعال عامہ چار ہیں ایک شعر میں:.....	۲۰۴

صفحہ	مضامین مسائل النحو والصرف	شمارہ
۱۶۴	فاعل بمعنی مفعول کے، صرف پانچ کلمات ہیں:.....	۲۰۵
۱۶۴	بحث صفت مشبہ:.....	۲۰۶
۱۶۵	صفت مشبہ کو ”مشبہ“ کہنے کی وجہ:.....	۲۰۷
۱۶۵	صفت مشبہ کو صفت مشبہ کہنے کی وجہ:.....	۲۰۸
۱۶۵	صفت مشبہ کے اوزان کی تعداد:.....	۲۰۹
۱۶۶	اسم فاعل اور صفت مشبہ میں فرق:.....	۲۱۰
۱۶۶	بحث اوزان مبالغہ:.....	۲۱۱
۱۶۷	اوزان مبالغہ کتنے ہیں؟:.....	۲۱۲
۱۶۷	اسم فاعل اور مبالغہ میں فرق:.....	۲۱۳
۱۶۸	اوزان مبالغہ اشعار میں:.....	۲۱۴
۱۶۸	بحث اسم ظرف:.....	۲۱۵
۱۶۹	اوزان اسم ظرف ایک شعر میں:.....	۲۱۶
۱۶۹	بحث اسم تفضیل:.....	۲۱۷
۱۶۹	اسم تفضیل اور مبالغہ میں فرق:.....	۲۱۸
۱۶۹	بحث افعال تعجب:.....	۲۱۹
۱۷۰	تعجب کیلئے دو صیغے استعمال ہوتے ہیں:.....	۲۲۰
۱۷۰	فعل تعجب بنانے کیلئے چند شرطیں ہیں:.....	۲۲۱
۱۷۱	فعل کے متعدی بنانے کا طریقہ:.....	۲۲۲
۱۷۱	متفرق افعال کی بحث:.....	۲۲۳
۱۷۲	بحث افعال مقاربہ:.....	۲۲۴
۱۷۳	افعال مقاربہ مشہور چار ہیں:.....	۲۲۵
۱۷۳	بحث افعال قلوب:.....	۲۲۶
۱۷۳	صلوات افعال کا بیان:.....	۲۲۷

صفحہ	مضامین مسائل النحو والصرف	شمارہ
۱۷۴	اقسام فعل:.....	۲۲۸
۱۷۶	کوئی فعل غیر عامل نہیں:.....	۲۲۹
۱۷۷	بحث ”شبہ فعل“:.....	۲۳۰
۱۷۷	اقسام ”شبہ فعل“:.....	۲۳۱
۱۷۷	بحث ثلاثیات:.....	۲۳۲
۱۷۷	اوزان اسم جاد ثلاثی مجرد کتنے ہیں؟:.....	۲۳۳
۱۷۷	اوزان اسم ثلاثی مجرد دس ہیں:.....	۲۳۴
۱۷۸	اسم ثلاثی مجرد کے اوزان:.....	۲۳۵
۱۷۹	اوزان اسم جاد ثلاثی مزید فیہ کتنے ہیں؟:.....	۲۳۶
۱۷۹	اسم رباعی مجرد کے پانچ وزن ہیں:.....	۲۳۷
۱۷۹	اسم خماسی مجرد کے چار اوزان ہیں:.....	۲۳۸
۱۷۹	اسم خماسی مزید فیہ کے پانچ اوزان ہیں:.....	۲۳۹
۱۸۰	ثلاثی، رباعی اور خماسی میں اول ضمہ کیوں؟:.....	۲۴۰
۱۸۰	ثلاثی، رباعی اور خماسی کی طرح سدا سی کیوں نہیں؟:.....	۲۴۱
۱۸۱	افعال واسماء میں کتنے حروف کی گنجائش ہے؟:.....	۲۴۲
۱۸۱	ہر مصدر سے کتنی چیزیں مشتق ہوتی ہیں؟:.....	۲۴۳
۱۸۳	واحد کی تین قسمیں:.....	۲۴۴
۱۸۳	لامشبہ بلیس تین جگہ عمل نہیں کرتا:.....	۲۴۵
۱۸۴	چھ جگہ ما بمعنی لیس کا عمل باطل ہو جاتا ہے:.....	۲۴۶
۱۸۵	عربی کلام میں ”ن“ کی آٹھ قسمیں ہیں:.....	۲۴۷
۱۸۵	نون اعرابی اور نون جمع کا فرق:.....	۲۴۸
۱۸۶	علامات تانیث صرفیوں کے نزدیک آٹھ ہیں:.....	۲۴۹
۱۸۶	”إمالہ“ کسے کہتے ہیں:.....	۲۵۰

صفحہ	مضامین مسائل النحو والصرف	شمارہ
۱۸۶	وزن صرفی، صورتی اور عروضی:	۲۵۱
۱۸۷	خاصیات ابواب:	۲۵۲
۱۸۷	خاصیت باب نصر:	۲۵۳
۱۸۸	خاصیت باب ضرب:	۲۵۴
۱۸۹	خاصیت باب سمع:	۲۵۵
۱۹۰	خواص باب فتح:	۲۵۶
۱۹۱	باب کرم کے خواص:	۲۵۷
۱۹۲	خاصیت جب محکب:	۲۵۸
۱۹۳	چند مشکل صیغے:	۲۵۹
۱۹۷	ابدال، تعلیل اور قلب میں فرق:	۲۶۰
۱۹۹	تعلیلات افعال:	۲۶۱
۲۰۰	چند قواعد صرف:	۲۶۲
۲۰۰	بحث الحاق:	۲۶۳
۲۰۱	الحاق کیلئے چند شرائط:	۲۶۴
۲۰۲	مدار الحاق کتنی چیز ہیں؟:	۲۶۵
۲۰۲	الحاق کے لغوی و اصطلاحی معنی:	۲۶۶
۲۰۲	الحاق میں دو قاعدے ہیں:	۲۶۷
۲۰۳	الحاق کی غرض:	۲۶۸
۲۰۳	خاصیات باب افعال:	۲۶۹
۲۰۶	خاصیات باب تفعیل:	۲۷۰
۲۰۸	خاصیات باب تفعیل:	۲۷۱
۲۱۰	باب مفاعلہ کی کل خاصیات سات ہیں:	۲۷۲
۲۱۰	تشارک اور مشارکت میں فرق:	۲۷۳

صفحہ	مضامین مسائل النحو والصرف	شمارہ
۲۱۲: خاصیات باب تفاعل:	۲۷۴
۲۱۳: خاصیت باب مفاعله وتفاعل میں شرکت کا فرق:	۲۷۵
۲۱۴: خاصیات باب انفعال:	۲۷۶
۲۱۵: خاصیات باب استفعال:	۲۷۷
۲۱۶: خاصیات باب انفعال:	۲۷۸
۲۱۷: اختلاف ابواب کی وجہ سے اختلاف معنی:	۲۷۹
	﴿...بحث حرف...﴾	
۲۲۰: حرف کی لغوی تعریف:	۲۸۰
۲۲۰: حرف کی اصطلاحی تعریف:	۲۸۱
۲۲۰: حرف کی وجہ تسمیہ:	۲۸۲
۲۲۱: حروف کی دو قسمیں ہیں:	۲۸۳
۲۲۱: حروف معانی اور حروف مبانی کی تعریف:	۲۸۴
۲۲۱: تعریف حرف پر اشکال کا جواب:	۲۸۵
۲۲۱: حروف جارہ کی بحث:	۲۸۶
۲۲۲: رُب کا طریقہ استعمال:	۲۸۷
۲۲۲: رُب کے سولہ لغات ہیں:	۲۸۸
۲۲۳: بحث حتی:	۲۸۹
۲۲۳: حتی چار معنی کیلئے آتا ہے:	۲۹۰
۲۲۵: کُشی کے متعلق سوال:	۲۹۱
۲۲۵: بحث الی:	۲۹۲
۲۲۶: الی اور حتی میں فرق:	۲۹۳
۲۲۷: ظرف لغو اور ظرف مستقر:	۲۹۴
۲۲۷: اسم حقیقی دس ہیں:	۲۹۵

صفحہ	مضامین مسائل النحو والصرف	شمارہ
۲۲۸	اضافت کی دو قسمیں:	۲۹۶
۲۲۹	حروف غیر عاملہ:	۲۹۷
۲۲۹	حروف غیر عاملہ کی سترہ قسمیں ہیں:	۲۹۸
۲۲۹	حروف تنبیہ تین ہیں:	۲۹۹
۲۲۹	حروف ایجاب چھ ہیں:	۳۰۰
۲۲۹	اجل، بلی اور نعم میں فرق:	۳۰۱
۲۳۰	حروف تفسیر دو ہیں:	۳۰۲
۲۳۰	حروف مصدر یہ تین ہیں:	۳۰۳
۲۳۰	حروف تخصیض کل چار ہیں:	۳۰۴
۲۳۰	حرف توقع ایک ہے:	۳۰۵
۲۳۱	حرف روع ایک ہے:	۳۰۶
۲۳۱	حروف استفہام تین ہیں:	۳۰۷
۲۳۱	ہل اور ہمزہ استفہام کے درمیان فرق:	۳۰۸
۲۳۱	حروف عطف دس ہیں:	۳۰۹
۲۳۱	حروف زیادت آٹھ ہیں:	۳۱۰
۲۳۱	حروف شرط تین ہیں:	۳۱۱
۲۳۲	نون تاکید دو نون ہیں:	۳۱۲
۲۳۲	بحث لولا:	۳۱۳
۲۳۲	تنوین یکل پانچ ہیں:	۳۱۴
۲۳۲	لام کی مشہور چار قسمیں ہیں:	۳۱۵
۲۳۲	لام کئی اور لام محمد میں دو اعتبار سے فرق:	۳۱۶
۲۳۲	درحقیقت لام کی بہت سی قسمیں ہیں (۲۳):	۳۱۷
۲۳۴	ما بمعنی مادام:	۳۱۸

صفحہ	مضامین مسائل النحو والصرف	شمارہ
۲۳۴	تاء تانیث ساکنہ:	۳۱۹
۲۳۵	حروف عاملہ:	۳۲۰
۲۳۵	حروف عاملہ کی تقسیمیں ہیں:	۳۲۱
۲۳۵	حروف چارہ (۱۷):	۳۲۲
۲۳۵	حروف مشبہ بالفعل (۶):	۳۲۳
۲۳۶	کائن: یہ چار معنی کیلئے آتا ہے:	۳۲۴
۲۳۷	حروف ماو لا بمعنی لیس:	۳۲۵
۲۳۷	حروف لائے نفی جنس:	۳۲۶
۲۳۸	لائے نفی اور نائے نفی کا فرق:	۳۲۷
۲۳۸	حروف ندا (۵):	۳۲۸
۲۳۸	قواعد حروف ندا:	۳۲۹
۲۳۹	واو بمعنی مع:	۳۳۰
۲۳۹	حروف استثناء، کل آٹھ ہیں:	۳۳۱
۲۳۹	حروف نواصب مضارع چار ہیں:	۳۳۲
۲۴۰	جوازم حروف مضارع پانچ ہیں:	۳۳۳
۲۴۰	جزم اور وقف میں فرق:	۳۳۴
۲۴۱	ان چھ حروف کے بعد مقدر ہوتا ہے:	۳۳۵
۲۴۱	واو صرف کی تعریف:	۳۳۶
۲۴۱	وہ "فاء" جو چھ چیزوں کے جواب میں واقع ہو:	۳۳۷
۲۴۱	نہی اور نفی کے درمیان فرق:	۳۳۸
۲۴۲	بحث ان وان:	۳۳۹
۲۴۳	ان اور ان میں فرق:	۳۴۰
۲۴۳	ان اور ان میں معنوی فرق:	۳۴۱

صفحہ	مضامین مسائل النحو والصرف	شمارہ
۲۴۴	بحث ”انما“:	۳۴۲
۲۴۴	انما تین چیز کیلئے زیادہ تر استعمال کیا جاتا ہے:	۳۴۳
۲۴۵	بحث ”ما کافہ“:	۳۴۴
۲۴۵	ام کی دو قسمیں ہیں:	۳۴۵
۲۴۵	کلمات ربط:	۳۴۶
۲۴۶	اقسام ”واو“ (۱۲):	۳۴۷
۲۴۶	بحث اقسام ”ما“ (۱۲):	۳۴۸
۲۴۷	اقسام ”نون“ (۵):	۳۴۹
۲۴۸	توین اور نون خفیفہ میں فرق:	۳۵۰
۲۴۸	قاعدہ نون تشبیہ و جمع:	۳۵۱
۲۴۸	اقسام ”لام“ (۱۳):	۳۵۲
۲۴۹	لام، جمد، لام کی اور لائے نفی جنس کا فرق:	۳۵۳
۲۴۹	”إِذَا“ یہ چار معنی کیلئے مستعمل ہے:	۳۵۴
۲۵۰	إِذَا، اور إِذَا کے استعمال میں فرق:	۳۵۵
۲۵۰	إِذَنْ: اس کی اصل إِذَا تھی:	۳۵۶
۲۵۰	إِذْ، إِذَا، اور إِذَا میں فرق:	۳۵۷
۲۵۱	ما اور اُن کا استعمال:	۳۵۸
۲۵۱	ذو کی بحث:	۳۵۹
۲۵۱	بحث حروف مشبہ بالفعل:	۳۶۰
۲۵۲	بحث حروف قسمیہ:	۳۶۱
۲۵۲	حروف قسمیہ تین ہیں:	۳۶۲
۲۵۲	إِلٰی آٹھ معانی کیلئے:	۳۶۳
۲۵۳	بحث حروف مہائی یا حروف تنجی:	۳۶۴

صفحہ	مضامین مسائل النحو والصرف	شمارہ
۲۵۴	بحث ”الف“:	۳۶۵
۲۵۴	بحث ”باء“:	۳۶۶
۲۵۶	بحث ”تاء“:	۳۶۷
۲۵۶	اقسام تاء ایک شعر میں:	۳۶۸
۲۵۷	بحث ”ثاء“:	۳۶۹
۲۵۸	بحث ”جیم“:	۳۷۰
۲۵۸	بحث ”حاء“:	۳۷۱
۲۵۸	بحث ”خاء“:	۳۷۲
۲۵۸	بحث ”دال“:	۳۷۳
۲۵۹	بحث ”ذال“:	۳۷۴
۲۵۹	بحث ”راء“:	۳۷۵
۲۶۰	بحث ”زاء“:	۳۷۶
۲۶۰	بحث ”سین“:	۳۷۷
۲۶۱	سین کے اقسام:	۳۷۸
۲۶۲	سین اور سوف میں فرق:	۳۷۹
۲۶۲	بحث ”شین“:	۳۸۰
۲۶۲	بحث ”صاد“:	۳۸۱
۲۶۳	بحث ”ضاد“:	۳۸۲
۲۶۳	بحث ”طاء“:	۳۸۳
۲۶۳	بحث ”ظاء“:	۳۸۴
۲۶۴	بحث ”عین“:	۳۸۵
۲۶۴	بحث ”غین“:	۳۸۶
۲۶۴	بحث ”فنا“:	۳۸۷

صفحہ	مضامین مسائل النحو والصرف	شمارہ
۲۶۵	فاء چند معانی کیلئے مستعمل ہے:	۳۸۸
۲۶۶	بحث ”قاف“:	۳۸۹
۲۶۶	بحث ”کاف“:	۳۹۰
۲۶۶	بحث ”لام“:	۳۹۱
۲۶۹	لام جازمہ کی تعریف:	۳۹۲
۲۶۹	لام غیر عاملہ:	۳۹۳
۲۷۰	حرف ”لا“ کی تین قسمیں ہیں:	۳۹۴
۲۷۰	حرف ”لو“ کی چار قسمیں:	۳۹۵
۲۷۱	لو کے استعمال کے طریقے چھ ہیں:	۳۹۶
۲۷۱	لَو: چھ معنی کیلئے آتا ہے:	۳۹۷
۲۷۲	لَوْلَا کے استعمال کے طریقے تین ہیں:	۳۹۸
۲۷۲	لو اور لولا کے درمیان فرق:	۳۹۹
۲۷۲	بحث حرف ”لات“:	۴۰۰
۲۷۳	بحث ”میم“:	۴۰۱
۲۷۳	حرف میم کئی معانی کیلئے مستعمل ہے:	۴۰۲
۲۷۳	ما کی دو قسمیں ہیں:	۴۰۳
۲۷۴	بحث ”نون“:	۴۰۴
۲۷۴	حرف نون کی پانچ قسمیں ہیں:	۴۰۵
۲۷۵	نون وقایہ کی تعریف:	۴۰۶
۲۷۶	بحث ”واو“:	۴۰۷
۲۷۶	واو چند معانی کیلئے مستعمل ہے:	۴۰۸
۲۷۶	واو الصرف کا دوسرا نام ”واو الجمع“ ہے:	۴۰۹
۲۷۷	واو عطف اور واو صرف کے درمیان فرق:	۴۱۰

شمارہ	مضامین مسائل النحو والصرف	صفحہ
۴۱۱	واؤ قسمیہ کے آنے کی تین شرطیں ہیں:	۲۷۸
۴۱۲	بحث ”ہائے ہوز“:	۲۷۹
۴۱۳	ہائے ہوز کی مزید تین صورتیں ہیں:	۲۷۹
۴۱۴	ہاء ضمیر کو ”زیر“ یا ”پیش“ دینے کی صورتیں:	۲۸۰
۴۱۵	ہائے ضمیر پر ”الٹا“ پیش کب پڑھتے ہیں؟:	۲۸۰
۴۱۶	ہاء تنبیہ اور اس کی چار صورتیں:	۲۸۰
۴۱۷	بحث یاء ”ی/ے“:	۲۸۱
۴۱۸	یائے نسبتی اور یائے مصدری میں فرق:	۲۸۱
۴۱۹	دس حروف زائد کی مثال:	۲۸۱
۴۲۰	إِلَّا کی تین قسمیں ہیں:	۲۸۲
۴۲۱	إِلَّا اور غیر کے درمیان فرق:	۲۸۲
۴۲۲	فَلَمَّا - فاء کی تین قسمیں ہیں:	۲۸۳
۴۲۳	لَمَّا کی بھی تین قسمیں ہیں:	۲۸۴
۴۲۴	لم اور لَمَّا کے درمیان میں فرق:	۲۸۴
۴۲۵	بحث ”ما“:	۲۸۵
۴۲۶	بحث ”بعد“:	۲۸۵
۴۲۷	بحث ”ثُمَّ“:	۲۸۶
۴۲۸	ثُمَّ، جُثی اور فاء میں فرق:	۲۸۶
۴۲۹	بحث ”مَنْ“:	۲۸۷
۴۳۰	بحث ”أَنْ“:	۲۸۷
۴۳۱	بحث ”أَنَّى“:	۲۸۸
۴۳۲	چھ جگہ ایسی ہیں جہاں ما بمعنی لیس کا عمل باطل ہو جاتا ہے:	۲۸۸
۴۳۳	بحث ”أَمَّا“:	۲۸۹

صفحہ	مضامین مسائل النحو والصرف	شمارہ
۲۸۹	اَنا اور مَہْمَا میں فرق:.....	۴۳۴
۲۸۹	حروف قسمیہ کے استعمال کیلئے چند شرائط:.....	۴۳۵
۲۹۰	بحث ”کم استفہامیہ و کم خبریہ“:.....	۴۳۶
۲۹۱	او: کی سات قسمیں ہیں:.....	۴۳۷
۲۹۱	”او“ جب کہ ”الی“ یا ”إلا“ کے معنی میں ہو:.....	۴۳۸
۲۹۱	اَنا اور اُو کے درمیان فرق:.....	۴۳۹
۲۹۲	قَدْ: اس کی دو قسمیں ہیں:.....	۴۴۰
۲۹۲	مراجع و مصادر کتب:.....	۴۴۱



بسم الله الرحمن الرحيم

تقریظ:

حضرت مولانا الحاج مفتی عبدالغفار صاحب مدظلہ العالی

(رئیس دارالافتاء جامعہ مدینۃ العلوم ناظم آباد، کراچی)

الحمد لله وكفى سلام على عباده الذين اصطفى! اما بعد!
جناب مولانا محمد نور حسین قاسمی صاحب کی کتاب ”مسائل النحو والصرف“
کا میں نے جتہ جتہ مطالعہ کیا ہے۔ کتاب ماشاء اللہ بہت معلومات افزا ہے اور
ایسے نکات و مواد پر مشتمل ہے جس کیلئے طلبہ عام طور پر متلاشی رہتے ہیں اور جو عام
درسی کتب میں نہیں ملتے، اور کمال یہ ہے کہ ہر بات کا اور ہر نکتہ کا حوالہ بھی دیا
گیا ہے۔ گویا کتاب کی ہر چیز مستند ہے۔ نحو و صرف سے دلچسپی رکھنے والوں کیلئے یہ
کتاب نہایت مفید ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا کی اس محنت کو قبول فرمائے اور اہل علم کو
اس سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

(حضرت الحاج مولانا مفتی عبدالغفار عفا اللہ عنہ)

وعافاه وجعل آخرتہ خیراً من اولاہ (مدظلہ العالی)

جمعرات: ۸، رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ بمطابق: ۱۳، اکتوبر ۲۰۰۵ء

بسم الله الرحمن الرحيم

تقریظ:

امام النحو والمناظرہ شیخ الحدیث اشرف المدارس الحاج مولانا ابو عمر
عبدالرشید صاحب مدظلہ العالی (خلیفہ مجاز حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب)

الحمد لمن هو اهلہ والصلوة علی اهلہا۔ اما بعد!

کتاب ”مسائل النحو والصرف“ تالیف لطیف مولانا محمد نور حسین قاسمی، کو کچھ
مقامات سے دیکھا۔ کتاب کو دیکھنے سے اندازہ ہوا کہ مولانا موصوف نے خوب محنت فرمائی
ہے، ہر مسئلہ کو واضح اور سہل انداز میں ذکر کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہیں کسی قسم کا ابہام محسوس
نہیں ہوا، نیز مسائل کے بیان میں حوالہ جات کا حتی الوسع اہتمام فرمایا ہے۔ جس سے کتاب
کے معتمد اور مستند ہونے میں اضافہ ہوا ہے۔ گویا کہ مولانا فرما رہے ہیں:

میں ان کے مطلب کی کہہ رہا ہوں

زبان میری ہے بات ان کی

حقیقت یہ ہے کہ ہمارا اصل سرمایہ اکابر و اسلاف کے علوم ہی ہیں، اور ہمارا علم
و فضل انہیں کی کاوشوں اور اخلاص کا مرہون منت ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ رب کریم اس کتاب کو مولانا کی دیگر کتب کی طرح
قبول عام و خاص نصیب فرمائے اور پڑھنے والوں کے علم میں برکت عطا فرمائے اور
مولانا موصوف کیلئے آخرت میں نجات کا باعث بنائے۔ آمین ثم آمین۔ برحمتک
یا ارحم الراحمین۔

(حضرت مولانا الحاج) عبدالرشید غفرلہ (مدظلہ العالی)

بروز ہفتہ: ۲۴ رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ ۲۹ اکتوبر ۲۰۰۵ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نقوش و تاثرات

(سابق شیخ الحدیث جامعہ محمودیہ، کراچی)

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی نبیہ الکریم

وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔ أما بعد !

عزیز مکرم جناب مولانا محمد نور حسین صاحب قاسمی کی کتاب ”مسائل النخو و الصرف“ کو میں نے از اول تا آخر جستہ جستہ مطالعہ کیا، کتاب ماشاء اللہ کافی معلومات افزاء ہے۔ کمزور ذہن، کم فرصت، کم وقت اور اس فن سے کم مناسبت رکھنے والے طلبہ کیلئے بھی یہ ایک نعمت عظمیٰ سے کم نہیں ہے، دور حاضر بھی اختصار کا متقاضی ہے، مباحث کے پیرا گراف مناسب و مختصر ہے، موضوع و مضمون بڑے دلچسپ ہیں، طرہ یہ ہے کہ ہر ایک مسئلہ مستند و باحوالہ ہے فن نخو و صرف سے محبت و مناسبت رکھنے والوں کیلئے یہ سرمایہ گراں مایہ ہے۔ اللہ تعالیٰ گرامی قدر موصوف کو علم و عمل سے مالا مال فرمائے، اور ان کی اس محنت کو قبول فرمائے اور اکابرین اہل السنۃ والجماعۃ کے منہج اور اسلاف علماء دیوبند کے نقش قدم پر خوب علمی کام کرنے کی توفیق خیر رفیق کا مصداق بنائے۔ آمین یارب العالمین

(حضرت مولانا) خادم العلم، محمد نور الحسن صاحب (مدظلہ العالی)

جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ، نزہیل: لاٹڈی، کراچی ۳۰، پاکستان

اہم گزارش

ایک مسلمان، مسلمان ہونے کی حیثیت سے قرآن مجید، احادیث اور دیگر دینی کتب میں عمداً غلطی کا تصور نہیں کر سکتا، اسلئے اس کتاب ”مسائل النحو والصرف“ کے اندر اگر کوئی علمی، نحو و صرف کے متعلق اچھی چیز ملی ہو تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اگر کوئی کوتاہی یا سہواً کوئی غلطی رہ گئی ہوں، تو وہ اس کا ذمہ دار، فکر نارسا اور شیطانی تصرف کو سمجھا جائے، لیکن اس کی تصحیح و اصلاح کا انتہائی اہتمام کیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے ہر مؤلف و ناشر کی جانب سے کتاب کی تصحیح پر زور کثیر صرف کیا جاتا ہے۔

تاہم انسان، انسان ہے۔ اگر اس اہتمام کے باوجود بھی کسی غلطی پر آپ مطلع ہوں، تو اسی گزارش کو مد نظر رکھتے ہوئے ہمیں مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہو سکے۔ اور آپ ”تَعَاوُنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى“ کے مصداق بن جائیں۔

وَمَا ذَاكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ

اظہار تشکر و امتنان

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جس نے اپنے بندوں کو راہ ہدایت کے ساتھ صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق دی اور ساتھ ساتھ اپنے دین کی خدمت کا موقع بھی عطا فرمایا اور مرتب ناچیز کو بھی چودہ، پندرہ سال طلبہٴ عزیز کے سامنے درس دینے کا شرف حاصل ہوا۔ اس دوران بندہ نے عزیز طلبہ کیلئے علومِ نحو و صرف کے متعلق بعض اہم اور ضروری مضامین کو جمع کیا تھا، جنہیں بعض اکابر اور دوستوں کے حکم پر ایک کتابی شکل دی گئی ہے۔ اور کوشش یہ کی گئی ہے کہ مضامین اہم اور دلچسپ ہوں اور طویل بھی نہ ہوں۔ چونکہ علمِ النحو کا احاطہ نہ کوئی کر سکتا ہے نہ ممکن ہے۔ پھر بھی قارئین کو اس کتاب میں بہت سی کتابوں کے اہم مضامین و خلاصہ مل جائے گا۔

اور یہ سب کچھ ناممکن تھا مگر اللہ تعالیٰ نے بعض دوستوں اور بزرگوں کی راہنمائی میسر فرمائی، جس کی وجہ سے اس علمی میدان میں قدم رکھنے کی ہمت ہوئی۔ اس سلسلے میں جن صاحبِ علم، حفاظ و علماء کا تعاون شامل رہا ان میں مشفقِ مکرم مولانا الحاج محمد اشفاق علوی صاحبِ حفظہ اللہ و رعاه کی شفقت سرفہرست رہی۔ کیونکہ جہاں بھی راقم کی نوکِ قلم نے ٹھوکریں کھائی، وہاں ان کی شفقت نے راہبری کی، ان کے علاوہ عزیز مولوی حافظ حبیب اللہ زکریا صاحب (استاد جامعہ فاروقیہ) کی توجہ و تعاون بندہ کے ساتھ رہا، اور عزیز مولوی کفایت اللہ و دیگر معاونین کی مدد بھی شامل رہی۔ اس کے علاوہ جن لوگوں سے بندہ کو کسی بھی قسم کا تعاون ملا بندہ ان سب کا بھی شکر گزار ہے۔

مرتب: مولوی محمد نور حسین قاسمی غفر اللہ لہ و لوالدیہ

﴿مقدمة الكتاب﴾

دنیا میں یہ بات ہر خاص و عام پر عیاں ہے کہ معمولی سے مکان سے لے کر عالیشان شاہی محل تک جو بھی عمارت کھڑی کی جاتی ہے اُس عمارت کے پختہ اور مضبوط ہونے کا دار و مدار اُس کی بنیاد پر ہے۔ اگر اس کی بنیاد مضبوط ہوگی تو وہ عمارت بھی مضبوط ہوگی اور اگر اس کی بنیاد کمزور ہے تو پھر اُس پر کتنا عالیشان شاہی محل ہی کیوں نہ ہو، کسی وقت بھی منہدم ہو کر ملبہ کا ڈھیر بن سکتا ہے۔ اسی بناء پر دنیا میں آپ نے بار بار یہ مشاہدہ کیا ہوگا کہ جب بھی کوئی آدمی خوبصورت مکان، کوٹھی، بنگلہ اور اعلیٰ محل تعمیر کرتا ہے تو وہ اس کی بنیاد پر خصوصی توجہ دیتا ہے کہ کہیں اگر بنیاد کمزور رہ گئی تو یہ خوبصورت عمارت اور یہ عالیشان محل تباہ ہو کر مٹی کا ڈھیر بن جائے گا۔ اور برسوں کی کمائی و محنت خاک میں مل جائے گی۔ لہذا جیسے مادی و ظاہری تعمیرات میں عمارت کے پختہ اور مضبوط ہونے کا دار و مدار، بنیاد کے قوی اور مضبوط ہونے پر ہے۔ ایسے ہی روحانی تعمیرات کی بنیاد کی مضبوطی دو چیزوں سے ہوگی، اول علوم قرآنیہ، دوم احادیث نبویہ ﷺ سے۔ اور یہ اپنی عظمت و مرتبت کے لحاظ سے سونے، چاندی، ہیرے اور جواہرات سے زیادہ عظیم المرتبت ہیں اور ان عظیم علوم کی بنیاد علوم نحو یہ اور صرف یہ ہیں۔

اس لئے علوم صرفیہ و نحو یہ کی اہمیت کو بیان کرنے کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ علوم بنیاد بن رہے ہیں علوم قرآنیہ و احادیث نبویہ ﷺ، جیسے بے مثال عظیم المرتبت محل کے لئے، اسی فضیلت و اہمیت کے پیش نظر راقم نے اپنی تیرہ چودہ سالہ تدریس کے دوران بے ترتیب علوم نحو یہ و صرفیہ کے مسائل کو جمع کیا تھا، جن کو محض اللہ پاک کی توفیق و کرم سے طالبان علوم دین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ بارگاہ ایزدی میں التجاء ہے کہ الہی! ان کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیے اور طلباء کرام اور مستفیدین کیلئے نافع بنائیے اور راقم کے والدین و اساتذہ، معاونین اور مخلصین کیلئے نجات کا ذریعہ بنائیے، آمین یا رب العالمین۔

بحث اسم

بحث ”بِسْمِ اللّٰهِ“

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

علماء فرماتے ہیں کہ جس طرح کلام پاک، تمام علوم اولین و آخرین کا مجموعہ ہے۔ اسی طرح انہوں نے قرآن کے پہلے لفظ یعنی ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ کی ترکیب کے بارے میں عجیب باتیں لکھی ہیں، چنانچہ فرمایا کہ ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ کے اندر کل پانچ ہزار تین سو بارہ (۵۳۱۲) تراکیب کی اختلاف معانی کے ساتھ گنجائش ہے۔ (مزید تفصیل کیلئے، فراموشوارہ در تحقیقات کلمات مستورہ، ص: ۶۱۱ تا ۶۳۲)

بسم اللہ کے اسرار

علماء نے بسم اللہ کے بہت سارے اسرار بیان کئے ہیں ان میں سے چند اسرار مندرجہ ذیل ہیں۔ پہلا سریہ ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کا ہر ہر حرف اللہ تعالیٰ کے اسماء کا ابتدائی حرف ہے بایں طور کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ”بَصِیْرٌ“ ہے اس سے حرف باء لیا اور سَمِیْعٌ سے سین لیا۔ مَلِکٌ سے میم لیا اور اللہ سے الف لیا، لَطِیْفٌ سے لام لیا۔ اور هَادِیٌّ سے ہاء لیا اور رَزَّاقٌ سے راء لیا، اور حَلِیْمٌ سے حاء لیا۔ اور نُورٌ سے نون لیا۔ دوسرا سریہ ہے کہ بسم اللہ کا ابتدائی حرف باء ہے اور انتہائی حرف میم، دونوں حروف شفوئیہ ہیں، دونوں ایک ہی مخرج کے حروف ہیں کہ دونوں ہونٹوں کے درمیان سے نکلتے ہیں۔ تیسرا سریہ یہ ہے کہ دوزخ کے ذمہ دار انیس (۱۹) فرشتے ہیں اسی طرح بسم اللہ کے حروف کی تعداد بھی انیس (۱۹) ہے۔ (تحفۃ الطالبین، ص: ۱۳)

اس آیت مبارکہ میں کل انیس (۱۹) حروف بنتے ہیں۔ اس آیت کے

ہر لفظ کا استعمال بھی قرآن پاک میں اس ترتیب سے ہوا ہے کہ ان کا شمار انیس (۱۹) کا مرکب مضاعف بنتا ہے۔ آپ اس طرح سمجھ لیجئے کہ اس آیت کا پہلا لفظ ”اسم“ ہے اس کا استعمال قرآن میں انیس مرتبہ ہوا ہے۔ دوسرا لفظ ”اللہ“ ہے، اور یہ قرآن میں کل دو ہزار چھ سو اٹھانوے (۲۶۹۸) مرتبہ آیا ہے جو کہ انیس (۱۹) ہی کا حاصل ضرب ہے۔ مثلاً: $19 \times 142 = 2698$ ہے۔

تیسرا لفظ ”الرحمن“ ہے۔ اور لفظ ”الرحمن“ قرآن میں ۵۷ مرتبہ تحریر ہے، جو کہ انیس (۱۹) کا ۳ سے حاصل ضرب ہے۔ اس کے علاوہ چوتھا اور آخری لفظ ”الرحیم“ ہے۔ جو قرآن میں ۱۱۴ مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ یہ بھی ۱۹ کے عدد سے ۶ کا حاصل ضرب ہے۔ (واضح ہو کہ لفظ اسم جو قرآن میں ۱۹ دفعہ آیا ہے۔ یہ ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ کے علاوہ ہے)۔ اور علماء نے لکھا ہے کہ دن رات کے چوبیس گھنٹے ہوتے ہیں۔ پانچ گھنٹوں کیلئے تو پانچ وقت کی نمازیں مقرر ہیں اور بقیہ انیس گھنٹوں کیلئے یہ بسم اللہ کے انیس حروف عطا فرمائے گئے تاکہ انیس گھنٹوں میں ہر نشست و برخاست ہر حرکت و سکون اور ہر کام کے وقت ان انیس حروف کے ذریعے برکت و عبادت حاصل ہو۔ یعنی ان حروف (بسم اللہ الرحمن الرحیم) کی برکت سے یہ انیس گھنٹے بھی عبادت میں لکھے جائیں، اور قرآن کی ایک سو چودہ سورتیں بھی انیس (۱۹) سے تقسیم ہو جاتی ہیں۔ نیز تسمیہ بطور آیت قرآنیہ، قرآن کریم کے ۱۹ ویں پارے میں مذکور ہے۔

فائدہ:..... اور عدد انیس (۱۹) کے بارے میں علماء نے بہت سی حکمتیں اور نکات لکھے ہیں۔ (۱) حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ جن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے ان کی تعداد انیس ہے (۲) حکمائے اسلام اور مفسر مہاتمیؒ کہتے ہیں کہ دوزخ پر انیس فرشتے مقرر کرنے میں بھی حکمت یہ ہے کہ انسان کے حواس ظاہرہ بھی پانچ ہیں، اور

حواس باطنہ بھی پانچ اور اللہ تعالیٰ نے انسان میں جو قوتیں رکھی ہیں وہ نو، تو اس طرح انیس ہوئے (۳) حضرت شاہ ولی اللہ اور شاہ عبد العزیز دہلویؒ فرماتے ہیں کہ ہر جاندار کے اندر آلات کسب انیس (۱۹) ہیں (۴) انسانی روح کے مراکز بھی انیس ہیں (۵) نماز میں جو چیزیں ضروری ہیں وہ بھی انیس باتیں ہیں۔ (مزید تفصیل کیلئے دیکھئے، حقیقت قرآن، فضائل حفظ القرآن، ص: ۲۰، ۲۱، وقرآن کے محیر العقول شاریات، ص: ۶، ۵، ناشر: عالمی ادارۃ اشاعت علوم اسلامیہ، ملتان، تفسیر عزیزی، ج ۱ ص: ۱۶، آداب القرآن، مؤلفہ خطیب اسلام مولانا جمل خان صاحب، خزینہ، مؤلفہ مولانا اسلم شیخوپوری صاحب زید مجدہم)

بسم اللہ کی ”ب“ مکسور کیوں؟

بسم اللہ کی باء پر ایک اشکال یہ ہوتا ہے کہ حرف باء مکسور کیوں؟ حالانکہ مبنی میں اصل سکون یافتہ ہے۔ کسرہ پر مبنی ہونا خلاف اصل ہے۔ یہاں اصل سے خلاف اصل کی طرف عدول کرنے کی وجہ کیا ہوئی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ باء پر سکون تو نہیں ہو سکتا، کیونکہ اس وقت شروع میں ساکن ہونے کی وجہ سے اس کا تلفظ محال ہو جائے گا، اس لئے اسے حرکت دینی ضروری ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ حرکاتِ ثلثہ میں سے کون سی حرکت سکون کے ساتھ زیادہ مناسبت رکھتی ہے۔ غور کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ کسرہ کو سکون کے ساتھ مناسبت ہے۔ بایں طور کہ سکون کا معنی ہے عدم الحركت۔ اور کسرہ قلیل الاستعمال ہے۔ چونکہ فعل اور غیر منصرف پر کسرہ نہیں آتا ہے اور قلت نام ہے عدم الکثرة کا۔ پس معنی عدم میں کسرہ کو سکون کے ساتھ مناسبت ہے۔ اس لئے وقت ضرورت میں سکون کے بجائے کسرہ کو قائم کر دیا گیا نہ کہ ضمہ یافتہ کو۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ باء کا اثر جر ہے۔ اس لئے باء کو بھی

کسرہ دیا گیا تاکہ اثر اور مؤثر میں پوری مناسبت ہو جائے۔ تیسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ حرف باء اسم کے ساتھ خاص ہے فعل اور حرف پر باء داخل نہیں ہوتی۔ اور کسرہ بھی اسم کے ساتھ خاص ہے لہذا حرف باء کو کسرہ دیا گیا شدت مناسبت کی بناء پر۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ باء کو کسرہ دے کر کس نفسی کی تعلیم و تربیت دینی مقصود ہے تاکہ شروع ہی سے یہ بات معلوم ہو جائے کہ کمال عبودیت اور تقرب الی اللہ، کس نفسی اور اپنی نیستی و پستی میں مضمر ہے۔ (تحفۃ الطالبین، ص: ۱۹، ۲۰)

بسم اللہ کی ”ب“ کتنے معانی کیلئے مستعمل ہے؟

”بسم اللہ الخ“ کی باء جارہ ہے، اور حرف ”باء“ تقریباً پندرہ معنوں کیلئے استعمال ہوتا ہے (۱) الصاق کیلئے جیسے مَرَرْتُ بِزَيْدٍ (۲) استعانت کیلئے جیسے كَتَبْتُ بِالْقَلَمِ (۳) تعلیل (بیان علت کیلئے) جیسے: ﴿اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ﴾ (۴) مصاحبت کیلئے مثال ﴿وَقَدْ دَخَلُوا بِالْكَفْرِ﴾ (۵) مع الکفر۔ (۶) تعدیہ کیلئے جیسے: ﴿ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ﴾ (۷) تعویض کیلئے بَعُثَ الثَّوْبَ بِالذَّرْهِمِ (۸) قسم کیلئے: بِاللَّهِ لَا صُومَنَ رَمَضَانَ (۹) ظرفیت: ﴿وَمَا كُنْتُ بِجَانِبِ الْغُرْبَى﴾ (۱۰) جمعیت کیلئے: ﴿فَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ﴾ (۱۱) باء بمعنی علی: ﴿وَمِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ اِنْ تَامَنُہُ بِقِنطَارٍ﴾ (۱۲) باء بمعنی الی: ﴿وَقَدْ اَحْسَنَ بِي﴾ (ای الی)۔ (۱۳) باء زائدہ: ﴿كَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا﴾ (۱۴) تفدیہ: بِأَبِي اَنْتَ وَاُمِّي (۱۵) بدل کیلئے: كَقَوْلِ الصَّاحِبِي: ”مَا يَسْرُنِي اَنْتِي شَهِدْتُ بَدْرًا بِالْعَقَبَةِ“ اُی بَدَلَهَا۔ بہر حال حرف باء ان مختلف معانی کیلئے استعمال ہوتا ہے، ان میں حقیقی معنی الصاق کے ہیں۔ یہاں ”بسم اللہ الخ“ میں

باء الصاق کی بھی ہو سکتی ہے، استعانت کی بھی ہو سکتی ہے اور مصاحبت کیلئے بھی، علامہ زختریؒ کے نزدیک اس میں باء مصاحبت کیلئے ہے اور قاضی بیضاویؒ کے نزدیک یہاں باء استعانت کیلئے ہے۔ (مقدمہ، درس مقامات، بتغیر یسر)

بسم اللہ اور بسملہ کا فرق

بَسْمَلَةٌ بِرُوزَن ذَخْرَجَةٍ يَه بَابُ فَعْلَلَةٍ كَمَا مُصَدَّرٌ هِيَ۔ لغت میں اس کے دو معنی آتے ہیں۔ ایک تو بسم اللہ کہنا دوسرا بسم اللہ لکھنا۔ مجازاً بسم اللہ الرحمن الرحیم کو بھی بسملہ کہا جاتا ہے۔ یہ مصدر بمعنی مفعول کے قبیل سے ہے۔ بعض لوگ لفظ بسملہ اور تسمیہ کے ایک ہی معنی سمجھتے ہیں۔ غایۃ المقصود میں ہے کہ بسملہ اور تسمیہ میں فرق ہے۔ بایں طور کہ بسملہ کے معنی بسم اللہ الرحمن الرحیم کہنا اور تسمیہ کے معنی اللہ تعالیٰ کا ذکر اور یاد کرنا خواہ وہ کسی بھی طریقے سے ہو اور اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے کسی بھی نام سے ہو۔ حاصل فرق یہ نکلا کہ تسمیہ عام ہے بسملہ خاص۔ (تحفة الطالبین فی تحقیق خطبة المصنفین، ص: ۱۰)

بسملہ اور تسمیہ میں فرق

بعض لوگ دونوں کو ایک ہی معنی میں سمجھتے ہیں غایۃ المقصود میں لکھا ہے کہ بسملہ اور تسمیہ میں فرق یہ ہے کہ بسملہ کا معنی ہے ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ کہنا اور لکھنا۔ اور تسمیہ کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا اور یاد کرنا خواہ کسی بھی طریقہ سے ہو اور اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے کسی بھی نام سے ہو۔ حاصل یہ نکلا کہ تسمیہ عام ہے اور بسملہ خاص ہے جس کو منطق کی اصطلاح میں عموم و خصوص مطلق کی نسبت کہتے ہیں۔ (مزید تفصیل کیلئے، آداب الطلب، ص: ۲۳)

لفظ ”اسم“ پر کتنی لغات جائز ہیں؟

بعض اہل لغت نے لفظ ”اسم“ کے اندر اٹھارہ لغات بتائی ہیں۔ جو کہ مندرجہ ذیل دو اشعار سے ظاہر ہیں:

لِلْأَسْمِ عَشْرُ لُغَاتٍ مَعَ ثَمَانِيَةٍ بِنَقْلِ جَدِي بِشَيْخِ النَّاسِ أَكْمَلَهَا
سُمُّ سَمَاتٍ سُمَاوِاسْمٌ وَزِدْسِمَةً كَذَا سُمَا بِثَلَاثٍ لِأَوَّلِهَا

(تحفة الطالبین فی تحقیق خطبة المصنفین، ص: ۲۳)

مبادی علوم

بیان کیا جاتا ہے کہ ہر علم کے شروع کرنے سے پہلے چند چیزوں کا جاننا ضروری ہوتا ہے جن کو ”مبادی عشر“ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں: (۱) علم کی تعریف (۲) علم کا موضوع (۳) وضع علم [مصنف کتاب]۔ (۴) وجہ تسمیہ (۵) ماہہ الاستمداد۔ (۶) حکم شارع (۷) مسائل (۸) شرف و مناقب (۹) بیان غرض و غایت (۱۰) تصدیق بالفائدہ یا فائدہ جلیلہ۔ انہی کو عربی شعر میں اس طرح بیان کیا گیا ہے :

فتول الابواب فی المبادی	وتلک عشرة علی المراد
الحد والموضوع ثم الواضع	والاسم والاستمداد وحکم الشارع
تصور المسائل وفضيلتها	وغايته فائدة جلیلة

(مآرب الطلبة فی تحقیق الفاظ مترادفة، ص: ۱۳)

ابتداء حقیقی، ابتداء اضافی اور ابتداء عرفی میں فرق

جاننا چاہئے کہ ابتداء کی تین قسمیں ہیں (۱) ابتداء حقیقی (۲) ابتداء اضافی (۳) ابتداء عرفی اور تینوں میں فرق یہ ہے کہ ابتداء حقیقی وہ ہے جو سب پر مقدم ہو، اس طور پر کہ اس سے پہلے کوئی شے نہ ہو اور ابتداء عرفی اُس ابتداء کو کہتے ہیں جو مقصود سے پہلے ہو، خواہ اس شے سے پہلے کوئی شے ہو یا نہ ہو۔ اور ابتداء اضافی کی تعریفیں دو ہیں ایک یہ ہے کہ ابتداء اضافی وہ ہے جو کسی شے پر مقدم ہو، عام ہے کہ اس سے پہلے کچھ ہو یا نہ ہو، دوسری تعریف یہ ہے کہ بعض پر مقدم ہو اور بعض پر مؤخر۔ (آداب الطلبہ ص: ۴۴)

الحمد للہ اور نحمدہ میں فرق

حضرات مصنفین حمد باری تعالیٰ کیلئے دو جملے ذکر فرماتے ہیں (۱) ایک جملہ اسمیہ یعنی الحمد للہ (۲) دوسرا جملہ فعلیہ مضارع یعنی ”نحمدہ“ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لغات شرح مشکوٰۃ ص: ۲۵ ج ۱، میں تحریر فرماتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ ”الحمد“ سے اس بات کی خبر دینا مقصود ہے کہ تمام محامد ذات پاک کے ساتھ مخصوص ہیں اور ”نحمدہ“ سے انشاء حمد مقصود ہے گویا پہلا جملہ صورتہ و معنی خبریہ ہے اور دوسرا جملہ صورتہ خبریہ ہے اور معنی انشائیہ ہوگا، دونوں جملوں میں فرق یہ ہے کہ ”الحمد للہ“ جملہ اسمیہ ہے، اسمیت استمرار و دوام پر دلالت کرتی ہے۔ اور اسمیت جملہ کا معنی ہے۔ ”عدول الجملة عن الفعلية الى الاسمية“ اور نحمدہ، جملہ فعلیہ مضارع ہے جو فعل ہونے کی بناء پر حدوث و تجدد پر دال ہے اور مضارعیت استمرار پر دلالت کرتی ہے، اس طرح سے جملہ فعلیہ مضارعیہ استمرار تجدد پر دال ہوگا۔ (اشرف التوضیح ص: ۸۰ ج ۱)

حمد، مدح اور شکر میں فرق: ان تینوں لفظوں کے درمیان مختلف فروق بیان کے گئے ہیں۔ لیکن مختصر طور پر چند فروق نقل کرتے ہیں، حمد اور مدح کے فروق یہ ہیں،

(۱) حمد زندہ کے ساتھ خاص ہے، اور مدح عام ہے زندہ و مردہ دونوں کیلئے مستعمل ہے۔

(۲) حمد اختیاری وصف کے ساتھ خاص ہے۔ اور مدح اختیاری اور غیر اختیاری سب کیلئے ہے۔

(۳) حمد صاحب علم کے ساتھ خاص ہے۔ اور مدح عالم اور غیر عالم دونوں کیلئے عام ہے۔

(۴) حمد محبت کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور مدح محبت اور غیر محبت سب کیلئے عام ہے۔

(۵) حمد عظمت کے ساتھ ہوتی ہے اور مدح عظمت و غیر عظمت سب کے ساتھ ہوتی ہے۔

(۶) اسلئے حمد اور مدح میں عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، علامہ زنجیزی کے نزدیک ان دونوں میں کوئی فرق نہیں بلکہ دونوں مترادف ہیں لہذا نسبت تساوی ہوگی۔

(۷) حمد بعد الاحسان ہوتی ہے، اور مدح قبل الاحسان ہوتی ہے۔

(۸) حمد علی الاطلاق مامور بہ ہے، اور مدح کبھی منہی عنہ ہوتی ہے۔

(۹) یقین کے ساتھ ہوتی ہے اور مدح ظن سے بھی ہوتی ہے۔

(۱۰) حمد صرف صفات کمالیہ پر ہوتی ہے، مدح صفات کمالیہ اور صفات مستحسنہ پر عام ہے۔

(۱۱) حمد کی نقیض ہجو ہے۔

اور مزید، حمد و شکر میں فروق یہ ہیں: (۱) حمد صرف زبان سے ہوتی ہے، اور شکر عام ہے خواہ زبان سے ہو یا قلب یا جوارح سے۔

(۲) حمد عام ہے چاہے نعمت کے مقابلہ میں ہو یا نہ ہو، اور شکر صرف نعمت کے مقابلہ میں ہوتا ہے۔

(۳) حمد حسی کیلئے مخصوص ہے، اور شکر عام ہے۔

(۴) حمد قول کے ساتھ خاص ہے اور شکر عام ہے۔

(۵) حمد: نعمت باطنیہ پر ہوتی ہے۔ اور شکر نعمت ظاہریہ پر ہوتا ہے۔

(۶) حمد دفع شر کا نام ہے اور شکر اعطاء خیر کا نام ہے۔

(۷) حمد صرف زبان سے ہوتی ہے، نعمت کے مقابلہ میں ہونا ضروری نہیں۔ شکر نعمت کے مقابلہ میں ہوتا ہے، خواہ زبان سے ہو یا

قلب سے یا اعضاء و جوارح سے۔ امام مبردؒ کا قول ہے کہ حمد اور شکر میں کوئی فرق نہیں ہے، بلکہ دونوں ہم معنی ہیں۔ (تفصیل کیلئے دیکھئے مسودہ درس سراجی، ص: ۲۳، ۲۴، ۲۵، مؤلف مولانا مفتی عبدالمنان صاحب، نائب مفتی دارالافتاء، دارالعلوم کراچی)

لفظ ”نحو“ کی لغوی تحقیق

جاننا چاہئے کہ لغت میں لفظ ”نحو“ کے سات معانی بیان کئے جاتے ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں: (۱) نحو: بمعنی قصد و ارادہ کرنا جیسے: نحوث هذا نحواً یعنی میں نے اس کا ارادہ کیا، ارادہ کرنا۔ (۲) نحو: بمعنی راستہ جیسے: هذا النحو السوئ یعنی یہ سیدھا راستہ ہے (۳) نحو: بمعنی جہت، طرف، جیسے: ذهب نحو البيت یعنی وہ گھر کی طرف گیا۔ (۴) نحو: بمعنی پھرانا، گھمانا جیسے نحوث بصري اليه یعنی میں نے اپنی نظر کو اس کی طرف پھیرا (۵) نحو: بمعنی نوع، قسم جیسے هذا على اربعة احاء یعنی یہ چار قسم پر ہے (۶) نحو: بمعنی مثل جیسے هذا نحوه یعنی یہ اس کا مثل یا اس جیسا ہے (۷) نحو: بمعنی نصاحت جیسے ما احسن نحوك في الكلام یعنی بات چیت کے اندر تمہاری فصاحت کیا خوب ہے۔ عام طور سے یہ سات معانی لفظ ”نحو“ کے بتائے جاتے ہیں، کسی فارسی شاعر نے ایک شعر کے اندر نحو کے سات معانی کو جمع کر دیا ہے:

ہفت معنی نحو دارد جملہ را از من بجو

قصد و مقدار و قبیلہ نوع و شرح و شبہ و سو

اور نحو کے ان سات معانی کو عربی قطعہ کے اندر بھی جمع کر دیا ہے:

نحو نا نحو نحوک یا حبیبی نحو نا نحو الف من رقیب

وجدناهم مراضاً نحو قلبی تمنوا منک نحو امن زبیبی

”یعنی قصد کیا ہم نے طرف تیرے قبیلے کے اے میرے دوست۔ پھر

گذرے ہم اندازاً ایک ہزار رقیبوں کے پاس سے۔ پایا ہم نے انہیں مریض مثل دل کے۔ تمنا کر رہے تھے وہ تجھ سے ایک خاص قسم کی کشمش کی۔“

(توضیح المعانی شرح مقدمۃ الجامی، تحفۃ الطلبة، فرائد منثورہ، ص: ۵۱)

علم النحو کی جامع اصطلاحی تعریف

علم النحو کی جامع اصطلاحی تعریف وہ ہے جو صاحب ہدایۃ النحو نے کی ہے:
عِلْمٌ بِأُصُولٍ يُعْرَفُ بِهَا أَحْوَالُ أَوَاخِرِ الْكَلِمِ الثَّلَاثِ مِنْ حَيْثُ الْأَعْرَابِ
وَالْبِنَاءِ وَكَيْفِيَّةُ تَرْكِيبِ بَعْضِهِمَا مَعَ بَعْضٍ۔ یعنی علم نحو ایسے قاعدوں کو جاننے
کا نام ہے جن کے ذریعہ سے کلماتِ ثلاثہ (اسم، فعل اور حرف) کی حالتیں معرب و مثنی
ہونے کی حیثیت سے اور ان کے بعض کو بعض کے ساتھ ملانے کی کیفیت معلوم ہو۔

واضح ہو کہ علم النحو کا دوسرا نام علم الاعراب ہے۔ (مصباح النحو، مقدمہ علوم درسیہ)

☆..... علم النحو کی غرض کے متعلق صاحب ہدایۃ النحو فرماتے ہیں: وَالْغَرَضُ مِنْهُ
صِيَانَةُ الذِّهْنِ عَنِ الْخَطَايَا اللَّفْظِيَّةِ فِي كَلَامِ الْعَرَبِ۔ یعنی علم نحو کی غرض یہ ہے
کہ ذہن کو لفظی غلطیوں سے بچانا (کلامِ عرب میں گفتگو کرتے وقت یا کلمات کو باہم
ملاتے وقت)۔

☆..... علم نحو کے موضوع ویسے تو تین بیان کئے جاتے ہیں لیکن سب سے جامع
و مشہور موضوع وہ ہے جو صاحب ہدایۃ النحو نے بیان کیا ہے: مَوْضُوعُهُ الْكَلِمَةُ وَ
الْكَلَامُ۔ یعنی علم نحو کا موضوع کلمہ اور کلام ہیں۔ اور بعضوں نے تمام مرکبات و مفردات
کو بیان کیا ہے۔ (باقی تفصیل دیگر کتب نحو میں دیکھئے)

غرض، غایت اور فائدہ میں فرق: واضح ہو کہ جب آدمی کوئی کام کرتا ہے تو
اس پر کوئی نہ کوئی اثر مرتب ہوتا ہے اگر اس اثر کو ثمرہ و نتیجہ سے تعبیر کیا جائے تو اس کا نام

فائدہ ہے۔ اگر اس اثر کو فعل کی نہایت سے تعبیر کرتے ہیں تو اس کا نام غایت ہے اور جب تک وہ فائدہ حاصل نہ ہو تب تک غرض ہے اور جب وہ فائدہ حاصل ہو جائے تو یہ غایت ہے، یا یوں کہئے کہ اگر اس اثر کی نسبت فاعل کی طرف ہو تو غرض ہے، اگر فعل کی طرف ہے تو غایت ہے۔ (دیکھئے، مقدمات ص ۱۶۴۔ وآرب الطلبہ، ص: ۱۵)

☆.....اللَّهُمَّ :- اصح قول کے مطابق لفظ ”اللهم“، ”یا“ حرف ندا اور لفظ ”اللہ“ کا مجموعہ ہے۔ اور ”ہا“ کا ضمہ منادی مفرد کی بناء پر ہے۔ تخفیف کیلئے حرف ندا کو حذف کر کے اس کے عوض میں بغرض تعظیم، خلاف قیاس آخر میں ”میم مشدود“ کو ملا دیا گیا ہے۔ (علمی جواہر پارے ص: ۷، اللطائف المشتملة فی تحقیق الکلمات المشکلة)

قاعدہ:..... اکثر لفظ اللہ کے ساتھ حرف ندا کے عوض آخر میں میم مشدود لایا جاتا ہے جیسے: اللَّهُمَّ۔ ہے۔ (ترغیب الاخوان فی ترکیب القرآن)

☆.....اللَّهُمَّ :- بصریوں کے نزدیک اس کی اصل ”یا اللہ“ ہے، حرف ندا کو حذف کر کے میم مشدود لے آئے ہیں اور یہ صرف لفظ اللہ ہی کے ساتھ خاص ہے۔ فَلَا يُقَالُ زَيْدٌ وَعَمْرُوٌّ۔ اور کوفیوں نے کہا کہ اس کی اصل: يَاَ اللّٰهُ اَمْ بِخَيْرٍ اَيُّ اِقْصِدْنَا بِخَيْرٍ۔ پھر یہ حیثہ لا کی طرح مرکب امتزاجی بنا لیا گیا۔ یا ابتدا سے حرف ندا کو حذف کر دیا اور آخر سے ”اَمْ بخیر“ میں باقی سب حذف کر کے صرف ”اَمْ“ کی میم کو باقی رکھا گیا، تو اللَّهُمَّ ہو گیا۔ اَمْ، باب نصر سے امر حاضر کا صیغہ ہے، اَمْ (ن) اَمَّا، ارادہ کرنا، قصد کرنا تو اللَّهُمَّ کے معنی ہیں اے اللہ! (ہمارے ساتھ) بھلائی اور خیر کا ارادہ فرما۔ (تحفة الادب ص: ۴۳، درس مقامات، ص: ۶)

☆.....الْبَتَّةُ: لفظ البتہ باب نصر سے ہے، قطعی کے معنی میں ہے، مصدر منصوب ہے کبھی بغیر الف لام بھی مستعمل ہوتا ہے۔ جیسے: لَا أَفْعَلُهُ بَتَّةً۔ اور نصب کی وجہ فعل مقدر

سے مفعول مطلق واقع ہوتا ہے۔ تقدیری عبارت اس طرح ہے۔ **بَسَّتِ الْبَيْتَةُ يَابِتَةً** اور البیتہ کا الف لام عہد ذہنی ہے۔ اور تحفۃ الطلبہ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ البیتہ مفعول مطلق ہے اور اس کا فعل ”بت“ محذوف ہے۔ اس کے استعمال کی تین صورتیں ہیں، اول: الف لام کے ساتھ ”البیتہ“ اس صورت میں الف لام عہد کیلئے ہوگا، جیسے البیتہ۔ دوم: بغیر الف لام کے جیسے بیتہ سوم: بتاتاً، اس کا استعمال بہت کم ہے۔ اور البیتہ کا مقام استعمال: اول البیتہ کا استعمال اسی جگہ ہوتا ہے جہاں تردد نہ ہو۔ دوم: جہاں فعل محذوف کی وجہ سے منصوب ہوتا ہو اس کی تقدیری عبارت یہ ہے **بَسَّتِ الْبَيْتَةُ** بمعنی قطع قطعاً۔ اور ”البیتہ“ کے ہمزہ کے بارے میں بعض حضرات کا کہنا ہے کہ اس کا ہمزہ قطعی ہے۔ دوسرے ہمزہ وصلی کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ ثلاثی کا مصدر ہے، اور مصادر ثلاثیہ کے ہمزہ وصلی ہوتے ہیں۔ (اللطائف المشمورة، علمی جواہر پارے، ص: ۹۰ تحفۃ الطلبہ، ص: ۴۷)

☆..... **هَلُمَّ جَرًّا**: شرح عقائد میں ہے **وَشَاكَ فِي أَنَّهُ شَاكَ وَهَلُمَّ جَرًّا**۔ ہلم جَرًّا، جمہور محققین کے نزدیک یہ مرکب ہے اور بعد ترکیب ”اِئْتِ“ کے معنی میں بولا جاتا ہے اور یہ لازم و متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ (اللطائف المشمورة فی تحقیق الکلمات المشکلة، علمی جواہر پارے، ص: ۹)

☆..... **وَمِنْ ثَمَّ كَانَ كَذَا**: کافیہ میں ہے ”وَمِنْ ثَمَّ أُخْتَلِفَ فِي رَحْمَنَ“ یہاں لفظ ”مِنْ“ جارہ تعلیلیہ اور ثَمَّ بفتح الثاء اور میم مشددہ سے ملکر بنا ہے۔ ”ثَمَّ“ اسم اشارہ جو دور کی محسوس جگہ کی طرف اشارہ کرنے کیلئے بولا جاتا ہے، کبھی مجازاً اس کی تفسیر ”ہنا“ سے کی جاتی ہے اور کبھی ”ہناک“ سے۔ (علمی جواہر پارے، ص: ۹)

☆..... **يَا آدَمُ أَنْبِئْهُمْ بِأَسْمَانِهِمْ**: یہاں پر، یا حرف ندا قائم مقام ”ادعو“ کے ہیں۔ ادعو فعل ضمیر ”انا“ اس میں فاعل ”آدم“ منادی مبنی علی الضم، منصوب

محلّا مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ ہو کر، نداء۔ ”انبیء“ صیغہ واحد مذکر حاضر، فعل، ضمیر ”انت“ فاعل ”ہم“، ضمیر مفعول بہ، ”باء“ حرف جار، ”اسماء“ مضاف، ”ہم“ مضاف الیہ۔ مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر مجرور ہوا باء حرف جار کا، جار اپنے مجرور سے ملکر متعلق ہوا، انبیء فعل کا۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول اور متعلق سے ملکر، جملہ انشائیہ ہو کر مقصود بالنداء۔ نداء اپنے منادی سے ملکر جملہ انشائیہ ہوا۔ (ترغیب الاخوان، ص: ۲۳)

☆..... مَنْ يَعْمَلْ سُوءً يُجْزَ بِهِ. یہاں ”من“ شرطیہ جازم، محلاً مبتداء ہے، یعمل فعل مجزوم، ”هو“ ضمیر فاعل ”سوء“ مفعول بہ۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ ہو کر، شرط۔ ”یُجْزَ“ فعل مجہول ”هو“ فاعل ”بہ“ میں با حرف جار اور ”ہ“ ضمیر مجرور، جار اپنے مجرور سے ملکر متعلق ہوا۔ ”یجْزَ“ فعل کے ساتھ۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ ہو کر جزا۔ شرط با جزا ملکر جملہ شرطیہ ہو کر محلّا خبر، برائے مبتداء۔ مبتداء اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ (ترغیب الاخوان فی ترکیب القرآن، ص: ۲۳)

نوٹ:..... ہر جگہ قانون عام ہوتا ہے اور نکتہ خاص ہوتا ہے۔ (شرح علم الصیغہ، ص: ۱۱۶)

☆..... لفظ اسم اور صفت کی تعریف:- جو لفظ صرف ذات پر دال ہو اور کسی قسم کی کیفیت پر دال نہ ہو تو اس لفظ کو اسم کہتے ہیں۔ اور جو لفظ ذات مع الکفایت پر دال ہو اس کو صفت کہتے ہیں۔ (شرح علم الصیغہ، ص: ۶۸)

قاعدہ:-..... کسی بھی لفظ کو معنی مجازی میں استعمال کرنے کیلئے اولاً دو شرطیں ہیں (۱) اس کے معنی حقیقی اور معنی مجازی کے درمیان کچھ مناسبت ہو۔ (۲) معنی حقیقی چھوڑنے کی کوئی وجہ ضروری ہو۔ (علمی جواہر پارے، ص: ۱۰)

☆..... لَا بُدَّ مِنْهُ كَذًا: یہ لفظ لائے نافیہ اور بُدَّ بمعنی مفارقت سے مرکب ہے اور یہی اس کے اصلی معنی ہیں۔ اور جمہور نحاۃ کے نزدیک، لائے نفی جنس کا ہے اور ”بد“ اس کا اسم

نکرہ مفرد ہونے کی وجہ سے مثنیٰ بر فتح ہے اور ”لہ“ ظرف مستقر ہو کر خبر ہے کبھی اس کی خبر محذوف بھی رہا کرتی ہے۔ (علمی جواہر پارے، ص: ۱۲)

☆..... لَا بُدَّ: عندا لجمہور بمعنی ”ضرور بالضرور“ عند سیبویہ ”لا“ حرف نفی اور ”بد“ سے مرکب ہے مگر شدت اتصال کی وجہ سے مثل جبذا کے مفرد ہو گیا۔ اس کی دو ترکیبیں کی جاتی ہیں اول: اگرچہ ”لابد“ حرف نفی بد سے مرکب ہے لیکن شدت اتصال کی بناء پر مفرد کے حکم میں ہو کر مبتدا ہوگا اور اس کے مابعد جو عبارت ہوگی وہ اس کی خبر بنے گی۔ چنانچہ جَبْذًا زَيْدٌ میں بھی بعض نحو یوں سے یہی ترکیب منقول ہے۔ اور جمہور نحاة کے نزدیک اس میں ”لا“ نفی جنس کا ہے اور ”بد“ اسم لائے نفی جنس بسبب نکرہ مفرد ہونے کے مثنیٰ علی الفتح ہے۔ اور ”لہ“ ظرف مستقر ہو کر خبر ہے لائے نفی جنس کی اور بسا اوقات خبر اس کی محذوف رہا کرتی ہے اور بعض کے نزدیک اسم لائے نفی ”بد“ شبہ مضاف ہے اور قولہ ”لہ“ بُدَّ کے ساتھ متعلق ہے خبر نہیں بلکہ خبر اس کی محذوف ہے یعنی ”موجود“ اور قولہ ”من کذا“ جار مجرور ظرف مستقر ہو کر مبتدا محذوف کی خبر ہے اور قولہ ”لابد“ حذف مبتدا پر قرینہ ہے اور وہ مبتدا محذوف بُدَّ المنفی ہے۔ مبتدا خبر سے ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ ہوگا، اور یہ بھی جائز ہے قولہ ”من کذا“ خبر بعد خبر ہو یا یہ بھی مثل ”لہ“ کے ”بد“ کے ساتھ متعلق ہو اور خبر یعنی ”موجود“ ہر دونوں متعلقین کے بعد محذوف ہو۔ (تحفۃ الطلب، ص: ۲۵، اللطائف المضمرة فی تحقیق الکلمات المشکلة، فرائد منشورہ، ص: ۱۳)

لابدّ اور لابد منہ کا فرق: ان دونوں کے معنی ہیں ”اس کیلئے ضروری ہے، اس کے بغیر چارہ کار نہیں“ اس کی ترکیب میں دو قول ہیں (۱) لا، لائے نفی جنس، بدّ، شبہ مضاف، لہ یا منہ، بدّ سے متعلق ہے بدّ شبہ مضاف اپنے متعلق سے ملکر اسم لا اس کی خبر محذوف ہے جو فعل عام (حصول، ثبوت، وجود، اور کون) سے ہوگی تقدیر عبارت یوں

ہوگی ”لَا بُدَّ لَهُ ثَابِتٌ“ لیکن اس صورت میں اعتراض یہ ہوگا کہ جب اسم شبہ مضاف ہوتا ہے تو منون ہوتا ہے، جیسے: يَاطَالُ الْعَا جَبَلًا یہاں ”بُذ“ منون کیوں نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں شبہ مضاف کو مضاف پر محمول کر کے مضاف کا اعراب دیا گیا ہے۔ (۲) بُدَّ لَا کا اسم ہے ”لہ“ یا ”منہ“ ظرف مستقر ہو کر اس کی خبر ہے (۳) لَا بُدَّ مِنْ كَذَا، اس کی ترکیب میں دو احتمال ہیں (۱) لَا بُدَّ، الگ جملہ ہے (کما مرّت تفصیلہ) (۲) مِنْ كَذَا۔ الگ جملہ ہے ”مِنْ كَذَا“ اصل میں بعد المنفی مِنْ كَذَا تھا بعد المنفی مبتدا ہے مِنْ كَذَا، ظرف مستقر ہو کر خبر ہے اس صورت میں ”مِنْ كَذَا“ جملہ متانفہ ہوگا دوم ”مِنْ كَذَا“ لا کی خبر ثانی ہے اور اس کی خبر اول فعل عام محذوف ہے۔ (دیکھئے مقدمات، ص: ۸۱۔ اور صاحب مجموعۃ النوادر نے بھی اس کے دو مزید فرق بیان کئے ہیں۔ دیکھئے، مجموعۃ النوادر، از مولانا مفتی علی احمد صاحب قاسمی مدرس مفتیٰ حال مدرسہ مرادیہ مظفر نگر یو پی۔ (انڈیا)

☆..... لَا بُدَّ مِنْ كَذَا: اس کی ترکیب کے بارے میں دو احتمال ہیں، اول: ”لَا بُدَّ“ ایک جملہ ہے اور ”مِنْ كَذَا“ دوسرا جملہ ہے اور ”مِنْ كَذَا“ اصل میں وبعد المنفی مِنْ كَذَا ہے۔

ترکیب:..... بعد المنفی، مبتدا۔ مِنْ كَذَا، ظرف مستقر ہو کر خبر بن رہا ہے۔ دوم: مِنْ كَذَا، لا کی خبر ثانی ہے، اس کی خبر اول فعل عام محذوف ہے۔ اور فعل عام سے مراد کون، حصول، ثبوت اور وجود ہے۔ (تحفۃ الطلبہ، ص: ۴۶)

☆..... لَا سِيَمًا كَذَا: یہ لفظ اکثر ”لا“ کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے، کبھی بغیر لا کے بھی ہوتا ہے ”لَا سِيَمًا“ مشدود و مخفف، اور ”لَا سَوَامًا“، ہر طرح بولا جاتا ہے۔ اور ما بعد ”لا سیمًا“ کے منصوب پڑھنے میں تین وجوہ ہیں (۱) یہ استثنا کی وجہ سے منصوب ہے، بشرطیکہ ماقبل سے تعلق نہ ہو اور مازائدہ ہو، یہی ترکیب اصح ہے۔ کیونکہ ”لَا سِيَمًا“ استثنا

کے معنی میں استعمال ہوتا ہے (۲) سی لفظ ما سے تمیز ہونے کی بناء پر منصوب ہو بشرطیکہ مانکرہ غیر موصوفہ ہو، کیونکہ تمیز کا نکرہ ہونا ضروری ہے۔ (۳) ما بعد لا سیمّا، اَعْنٰی فعل مقدر کا مفعول ہوتا ہے۔ (اللطفائف المشرقة فی تحقیق الکلمات المشکلة، علمی جواہر پارے، ص: ۱۳)

☆..... لا سیمّا: یہ دراصل سیّ ہے اور ”ما“ زائدہ ہے یا موصوفہ یا موصولہ سے مرکب ہے۔ اور لا سیمّا نحاۃ کے یہاں کلمہ مستثنیٰ ہے۔ (تحفۃ الادب، ص: ۳)

☆..... سَوَاءٌ کَانَ کَذَا اَمْ کَذَا: یہاں سَوَاءٌ اسم مصدر ہے لہذا یہ بھی مصدر کی طرح موصوف کی صفت واقع ہو سکتا ہے۔ جیسے: قال اللہ تعالیٰ: تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَکُمْ۔ میں ہے۔ (علمی جواہر پارے، ص: ۱۴)

☆..... فَصَاعِدًا: شرح جامی میں ہے ”لَا یَقَعُ اِلَّا عَلٰی الثَّلَاثِ فَصَاعِدًا یہ لفظ ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی کیلئے بولا جاتا ہے اور حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔ ”فاء“ عاطفہ ہے معطوف علیہ عامل، اور ذوالحال تینوں ماقبل میں مقدر ہیں، تقدیری عبارت یہ ہے ”اَذْکُرُ الْعَدَدَ نَازِلًا فَصَاعِدًا۔ ”اَذْکُرُ“ فعل، ”اَنْتَ“ فاعل ”الْعَدَدُ“ مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر ذوالحال ہوا، نازل، معطوف علیہ، فاء، حرف عطف، فصاعداً معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر حال ہوا ذوالحال کا، حال ذوالحال سے ملکر جملہ حالیہ ہوا۔ (تحفۃ الطلب، ص: ۴۶، علمی جواہر پارے، ص: ۱۷)

☆..... فَبَہَا: یہ لفظ ”ب“ جارہ اور ”ہا“ ضمیر مؤنث سے ملکر بنا ہے اور ضمیر کا مرجع ماقبل میں مقدمہ شرط کا مضمون ہے، اور فاء جزائیہ ہے، جار مجرور اور ظرف مستقر سے ملکر شرط محذوف کی جزاء ہے تقدیر عبارت یوں ہے: اِنْ کَانَ الْاَمْرُ کَذٰلِکَ فَخُذْ بِہَا، ہے۔ (علمی جواہر پارے، ص: ۱۷)

☆..... لَا مُحَالَةً: کہا جاتا ہے ”هَذَا لَا مُحَالَةَ كَذَا“ یہاں لامحالہ میں لائے جنس اور ”محالة“ سے ملکر بنا ہے، اور لغت میں ”لا“ انتقال کے معنی میں ہے، ترکیب یوں ہے، لائے جنس، مُحَالَةً، اس کا اسم و نکرہ مفرد ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور ”موجود“ اس کی خبر محذوف ہے۔ (علمی جواہر پارے، ص: ۱۹)

☆..... مَعًا: (ساتھ) جمہور نحاۃ کے نزدیک لفظ ”مَعًا“ معرب اور منصوب ہے۔ اور اس کے منصوب ہونے میں دو احتمال ہیں، اول ظرفیت کی بناء پر منصوب ہے۔ دوم: حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔ اور اس کیلئے نصب ہی مخصوص ہے۔ امام سیبویہ کے نزدیک کے یہاں ”مَعًا“ مبنی علی السکون ہے کیونکہ اس کی وضع حروف کی وضع سے مشابہ ہے مگر اصح اور پسندیدہ قول معًا کا معرب ہونا ہے۔ کیونکہ اس پر تنوین ممکن اور جرد داخل ہوتا ہے، جیسے: كُنَّا مَعًا اور جیسے: خرجت من معہ۔ اور حال ہونے کی صورت میں تقدیر عبارت اس طرح ہوگی کہ: خَرَجْتُ مَعًا بِمَعْنَى حَالٍ كَوْنِهِ مُجْتَمِعِينَ. (تحفة الطلبہ، ص: ۴۴، علمی جواہر پارے، ص: ۲۰)

☆..... جَمِيعًا: یہ لفظ تاکید کیلئے ہے معًا کے مانند حالت کی بناء پر منصوب ہے تو قولنا: خَرَجْنَا جَمِيعًا - بِمَعْنَى حَالٍ كَوْنِهِ مُجْتَمِعِينَ. ہوگا۔ اور ”مَعًا“ و ”جَمِيعًا“ کے حال ہونے کی صورت میں فرق یہ ہے کہ معًا میں اجتماع بالفعل ایک ہی وقت میں شرط ہے اور جَمِيعًا میں کوئی شرط نہیں۔ (تحفة الطلبہ، ص: ۴۴، علمی جواہر پارے، ص: ۲۲، ۲۱)

☆..... فَقَطْ: اس فاء میں تین اقوال ہیں۔ البتہ لفظ قط: بالاتفاق اسم فعل ہے بمعنی اِنْتَهَ، اس کے شروع میں کبھی فافصیحہ لائی جاتی ہے کیونکہ وہ شرط محذوف پر دال ہے اسی شرط محذوف کی بناء پر اس کے فا کے بعد جزا واقع ہوتی ہے۔ اور عبارت یوں ہوگی۔ اَيُّ اِنْ كَانَ الْاَمْرُ كَذَلِكَ فَانْتَهَ عَنْ غَيْرِهِ۔ اور یہی اصح ہے کیونکہ ان شرطیہ کے

علاوہ اور کسی حرف شرط کی تقدیر جائز نہیں۔ بعض حضرات نے قَط کو قَد کے معنی میں اسم ظرف بھی بتایا ہے۔ (تحفة الطلب، ص: ۴۷، اللطائف المثمرة فی تحقیق الکلمات المشکلة، علمی جواہر پارے، ص: ۲۲)

☆..... فَقَطُ: یہ (قَط) اسم فعل ہے امر حاضر کے معنی میں ہے ای انتہ (رک جا) اور ”ف“ جو اس پر داخل ہے جزائیہ ہے شرط محذوف کی، اور فقط کی اصل عبارت اس طرح ہے: إِذَا جَرَرْتَ بِهَا الْأِسْمَ فَإِنَّتَهُ عَنْ عَمَلٍ غَيْرِ الْجَرِّ۔ (مصباح العوال، شرح مائے عامل، ص: ۱۲)

☆..... قَطُ: یہ ظرف زمان ہے استغراق ماضی کیلئے آتا ہے اور نفی کے ساتھ خاص ہے خواہ لفظاً ہو جیسے: مَا فَعَلْتُ هَذَا أَقَطُ يَامَعْنَا، جیسے: لَمْ يَسْمَعْ قَطُ مِثْلَهُ. قَطُ (ن) قَطًا. مصدر ہے۔ (تحفة الادب، ص: ۱۴۶)

☆..... اَيْضًا: یہ مفعول مطلق ہے اس کا فعل آض کا و جونا و ماننا حذف کیا جاتا ہے۔ آض فعل ہو ضمیر فاعل، ”اَيْضًا“ مفعول مطلق ملکہ جملہ فعلیہ خبریہ معترضہ ہوتا ہے۔ (اللطائف المثمرة فی تحقیق الکلمات المشکلة، مصباح العوال، ص: ۶۲)

☆..... اَيَّ: یہ ہمیشہ مضاف ہوتا ہے، جیسے اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمَنِ. اس کے استعمال مختلف ہیں، موصوف ہوتا ہے جیسے يَأَيُّهَا الرَّجُلُ اور کبھی صفت بھی واقع ہوتا ہے جیسے مَرَدُّ بَرَجُلٍ اَيَّ رَجُلٍ غَيْرِهِ. (مصباح العوال، ص: ۵۹)

☆..... ”بِسْمِ“ یہاں حالت جری میں ماستفہامیہ کا الف گرا دینا اور حرکت فتح کا باقی رکھنا ضروری ہے تاکہ وہ الف کے حذف پر دلالت کرے، اور ماستفہامیہ کو موصولہ سے ممتاز بنا سکے۔ (تحفة الادب، ص: ۱۴۸)

☆..... هَاؤُمُ: بمعنی خذ (پکڑ) یہ اسم فعل ہے امر کے معنی میں مستعمل ہے۔

☆..... هَيْتَ لَكَ بِمَعْنَى هَلُمَّ (تو آ) یہ واحد، تثنیہ، جمع، مذکر اور مؤنث سب کیلئے آتا ہے۔

☆..... هَاتِ: اسم فعل ہے بمعنی امر یعنی ”أَعْطِ“ اور ”إِئْتِ“ (آؤ، لاؤ) کے معنی میں ہے۔

☆..... بَخَّ بَخَّ: یہ کلمہ مدح کیلئے مستعمل ہے، مبالغہ کیلئے مکرر لایا جاتا ہے۔

☆..... لَا أَبْأَلُكَ: بمعنی لامحالہ یعنی ضرور بالضرور۔ یہ مقام دعا میں استعمال ہوتا ہے۔

☆..... صَنَعَتْ بَرَاعَتَ اسْتِهْلَالٍ: یہ ہے کہ مقدمہ میں ایسا کوئی لفظ استعمال کرنا جس سے مسائل کتاب کی طرف اشارہ ہو جائے۔

☆..... جَسَرَ جَوَارٍ: سے وہ جر مراد ہے جو عامل جارہ کے ذریعہ نہ ہو، بلکہ ماقبل کے مجرور ہونے کی وجہ سے اس میں جر دیا گیا ہو جیسے مَنْ مَلَكَ ذَارَ حِمٍّ مَحْرَمٍ۔ یہاں محرم کو جر حرف جر کی وجہ سے نہیں، بلکہ مجرور کے قریب ہونے کی وجہ سے دیا گیا۔

☆..... اختلاف عوامل در شرط و جزا۔ اس بارے میں نحویوں میں اختلاف ہے کہ شرط و جزا میں عامل کون اور معمول کون ہے؟ تو ایک قول یہ ہے کہ حرف شرط دونوں میں عامل ہیں، جس طرح حروف مشبہ بالفعل اسم و خبر دونوں میں عامل ہوتے ہیں یہ علامہ سیرانی کا مذہب ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ان تو شرط میں عامل ہوا کرتا ہے پھر ان اور شرط دونوں ملکر جزا میں عمل کرتے ہیں، مبردا اور خلیل نحوی یہی کہتے ہیں۔ اور انخفش کا قول یہ ہے کہ ان تو شرط کے اندر عامل ہے اور شرط جزا میں عمل کرتی ہے، اور کوئین کا مذہب یہ ہے کہ شرط تو حروف شرط کی وجہ سے جزم پاتی ہے اور جزا مجاورت کی وجہ سے مجزوم ہوتی ہے اور امام مازنی کا قول یہ ہے کہ شرط و جزا دونوں مبنی ہیں کیونکہ یہ اسم میں نہیں آتے صرف فعل میں داخل ہوتے ہیں، یہی قول تقریباً پسندیدہ ہے۔ (مصباح العوائل ص: ۵۸)

کل اسمائے مشتقات

☆..... کل اسمائے مشتقات سات ہیں: (۱) اسم فاعل (۲) اسم مفعول (۳) اسم ظرف (۴) اسم آلہ (۵) اسم تفضیل (۶) صفت مشبہ (۷) اسمائے مبالغہ۔ (ماخوذ من خلاصة النحو، لمولانا ولایت حسین اراکانی، ص: ۲۰)

اقسام مرفوعات مع امثال

اقسام مرفوعات کل آٹھ ہیں: (۱) فاعل جیسے: ضَرَبَ زَيْدٌ (۲) نائب فاعل جیسے: ضَرَبَ زَيْدٌ (۳) مبتدأ جیسے: زَيْدٌ عَالِمٌ (۴) خبر جیسے: زَيْدٌ قَائِمٌ (۵) حروف مشبہ بالفعل کی خبر جیسے: إِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ (۶) افعال ناقصہ کا اسم جیسے: كَانَ زَيْدٌ قَائِمًا (۷) ماو لا مشبہ بے لیس کا اسم جیسے: مَا زَيْدٌ قَائِمًا (۸) لائے نفی جنس کی خبر جیسے: لَا رَجُلٌ ظَرِيفٌ فِي الدَّارِ. (تحفة الطلبة، ص: ۵۴، ۵۵)

بحث اسم فاعل

(۱)..... اسم فاعل، مضارع سے اسلئے مشتق ہے کہ اسم فاعل ومضارع دونوں عدد حروف وحرکات اور سکانات میں مناسبت تامہ رکھتے ہیں، جیسے: يَضْرِبُ وَضَارِبٌ اور اسم فاعل يَفْعَلُ سے مشتق ہوتا ہے کیونکہ اسم فاعل اسم ظاہر ہے اور اسمائے ظاہرہ غائب کا حکم رکھتے ہیں۔ (تبیان، شرح میزان، ص: ۵۰)

(۲)..... اسم فاعل میں ”الف“ کو اسلئے زیادہ کیا جاتا ہے کہ الف حروف ابجد میں سب سے مقدم ہے اور زیادت حرف کیلئے حرف علت عمدہ اور بہتر ہے اور ان میں الف زیادہ خفیف ہے، اسلئے الف کو اسم فاعل میں زیادہ کیا گیا ہے۔ اگر زیادت کیلئے الف کو نہ

بڑھائیں تو فاعل کو فتحہ دیتے وقت فاعل حالت وقف میں فعل معروف سے مشابہ ہو جاتا ہے۔ (تبیان، شرح میزان، ص: ۵۰)

(۳)..... اسم فاعل میں الف کو شروع میں اسلئے نہیں لایا گیا کہ ابتدا بسکون ہوگا اگر واؤ کو شروع میں زیادہ کرتے، مگر واؤ زائد شروع کلمہ میں نہیں آتا، یا، کو لاتے، تو پھر مضارع سے مشابہ ہوتا۔ اگر میم کو ضمہ کے بجائے فتحہ دیتے، تو اسم ظرف فعل مکرم (مکسور العین) مضارع کے اسم ظرف سے مشابہ ہو جاتا ہے۔ اور کسرہ و ضمہ دینے کی صورت میں ضمہ قوی ہے اور اول کلام میں متحمل بھی ہو سکتا ہے، اسلئے میم کو ضمہ دیا گیا۔ اور میم و ضمہ دونوں شفوی بھی ہیں لہذا میم کو ضمہ دیا گیا۔ اور اسم فاعل میں ماقبل آخر کو کسرہ دیا جاتا ہے تاکہ اسم مفعول سے فرق ہو جائے۔ اور اسم فاعل کو اسم مفعول پر اسلئے مقدم کیا گیا ہے، کیونکہ فاعل، مفعول کی بنسبت عمدہ ہے۔ جب فاعل کو عمدہ ہونے کی بناء پر فعل مضارع سے بناتے ہیں تو مفعول بھی مضارع سے بنایا گیا تاکہ مناسبت باقی رہے۔ (تبیان شرح میزان، ص: ۵۰)

☆..... فاعل جب اسم ضمیر ہو تو فعل واحد، تشنیہ، جمع، مذکر، مؤنث میں فاعل کے مطابق ہوگا جیسے: الرَّجُلُ قَامَ. الرَّجُلَانِ قَامَا. الْوَجُلُ قَامُوا. الْمَرْأَةُ قَامَتْ، الْمَرْأَتَانِ قَامَتَا. الْبَنَاتُ قَمْنَ. (کتاب النحو، ص: ۲۸)

☆..... جب اسم فاعل مستقبل یا حال کے معنی میں ہو تو اس وقت معرفہ کا فائدہ نہیں دیتا، ورنہ اضافت کے وقت معرفہ کا فائدہ دیتا ہے۔ (از تقریر حضرت مولانا ابوالزہرہ سرفراز خان صفدر صاحب مدظلہ)

☆..... فاعل ذی کذا، جس کو نسبت والا فاعل کہتے ہیں، اس کے پانچ اوزان یہ ہیں، جیسے: تَمَامِرٌ (تمر والا) لَا بَيْنَ (لبین والا) اور کبھی ان دونوں کو لَبَّانٌ وَتَمَّارٌ بھی مستعمل ہوتے ہیں۔ بَقَّالٌ۔ (سبزی فروش والا) جَمَّالٌ (جمل والا) سَيَّافٌ

(تکوار چلانے والا)۔ (توضیحات، ص: ۲۸)

☆..... اسم فاعل جب مستقبل و حال کے معنی میں ہو تو اس وقت معرفہ کا فائدہ نہیں

دیتا ہے، ورنہ وہ اضافت کے وقت معرفہ کا فائدہ دیتا ہے۔ (معلم الانشاء اول)

اسم فاعل اور فاعل میں فرق: دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ اسم فاعل خاص ایک

صفت مشبہ کو کہا جاتا ہے جس میں ذات اور صفات دونوں موجود ہوں، مثلاً ضارب،

کہ اس کے اندر ایک مارنے والی ذات ہے اور وہ ذات صفت ضاربیت کے ساتھ

متصف بھی ہے اور فاعل صرف اس ذات کو کہا جاتا ہے، جس سے صرف فعل کا صدور

ہو جیسے: ”ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرُوًّا“۔ (دیکھئے آرب الطلبہ ص: ۸۸)

☆..... نکتہ: اسم فاعل کے صیغے کم کیوں؟ یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اسم فاعل کے

صرف چھ صیغے آتے ہیں، کیونکہ یہ فعل کی فرع ہے اور فرع کا مرتبہ اصل سے کم ہوتا ہے

لہذا اسم فاعل میں صرف صفات لازمہ یعنی واحد،ثنیہ،جمع اور مذکر و مؤنث کا اعتبار کرتے

ہوئے اس کے چھ صیغے لائے ہیں، تاکہ اصل و فرع میں برابری نہ ہو اور فعل میں صفات

غیر لازم یعنی غیبت، خطاب اور متکلم کا بھی اعتبار کیا گیا، تاکہ اس کو فرع پر فوقیت حاصل

رہے۔ (تحفہ سعیدیہ شرح علم الصیغہ، ص: ۳۷)

☆..... فاعل اگر مؤنث معنوی حقیقی ہو تو فعل مؤنث لایا جائے گا بشرطیکہ فعل و فاعل

کے درمیان فاصلہ نہ ہو نیز مؤنث انسانوں میں سے ہو اور فعل متصرف ہو جیسے جَاءَتْ

مَرْيَمُ۔ اگر ایک شرط مفقود ہو یا فاعل مؤنث حقیقی ہو یا جمع تفسیر یا جمع سالم ہو تو فاعل اسم

ظاہر ہونے کی صورت میں فعل کو مذکر و مؤنث لانے میں اختیار ہے اگر فعل کا فاعل ضمیر

ہے تو ان تمام صورتوں میں فعل مؤنث لایا جائے گا۔ (منیۃ الادب، ص: ۶۰ ج ۱)

فاعل نسبتی اور فاعل مبالغہ میں فرق: ان دونوں کے درمیان دو اعتبار سے فرق ہے (۱) یہ

ہے کہ جو فاعل نسبتی ہے اس کا فعل اور مصدر نہیں ہوتا جیسے: نَابِلٌ کے معنی ہے تیر چلانے

والا اس کا نہ مصدر ہے نہ فعل۔ (۲) فاعل نسبی کی مؤنث تائے تانیث کے بغیر آتی ہے، جیسے: حائض کے معنی ہے حیض والی عورت۔ (دیکھئے، تحفۃ سعید یہ، شرح علم الصیغہ، ص: ۵۰)

بحث مبتدا و خبر

☆..... مصدر جب مبتدا ہوتا ہے تو اس کی خبر مذکر و مؤنث دونوں ہو سکتی ہے جیسے:

فَحَدُّ الْأِسْمِ كَلِمَةٌ. (روایۃ النحو، ص: ۹)

☆..... مبتدا، یہ اسم مفعول کا صیغہ ہے باب افتعال سے بمعنی جس سے ابتدا کی جاتی ہے۔ (عربی کا معلم اول)

☆..... مبتدا ہمیشہ معرفہ ہوتا ہے، یا نکرہ مخصوصہ۔ صرف نکرہ کبھی مبتدا نہیں ہو سکتا ہے۔

اقسام معرفہ ایک شعر کے اندر

معارف ایں ہمہ پنجم است زیں نہ بیش و نہ کم
مضاف و مضمرو و ذواللام و مبہم است و علم

(سعید یہ شرح کافیہ، ص: ۱۶)

☆..... خبر اکثر نکرہ ہوتی ہے مگر کبھی معرفہ بھی ہوتی ہے، (۱) جیسے: زَيْدٌ كَاتِبٌ،

(ب) اَلْعَدْلُ مَحْمُودٌ. ان دونوں مثال میں، زَيْدٌ وَعَدْلٌ مبتدا و معرفہ ہے۔ (ج)

نکرہ مخصوصہ کے مبتدا ہونے کی مثال جیسے: وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ. اس

میں عبد، نکرہ۔ مومن صفت سے خاص ہو گیا ہے۔ (کتاب النحو، ص: ۱۸)

(۲)..... أَرَجُلٌ فِي الدَّارِ أُمُّ امْرَأَةٍ. اس میں رجل نکرہ ہے مگر تعقید سے خاص ہو گیا

ہے۔ (ب) مَا أَحَدٌ خَيْرٌ مِنْكَ. اس میں ”أحد“ نکرہ ہے جو مانافیہ کے تحت آنے

سے خاص ہو گیا ہے۔ (ج) سَلَامٌ عَلَيْكَ۔ یہ اصل میں سَلَامِي عَلَيْكَ ہے۔

اس میں یائے متکلم کی طرف اضافت سے خاص ہو گیا ہے۔ (کتاب النحو ص: ۱۸)
 (۳)..... خبر: عموماً مفرد ہوا کرتی ہے جیسا کہ اوپر گزر چکا، مگر کبھی جملہ بھی آ جاتی ہے،
 تو اس صورت میں ایک ضمیر بارز مستتر اکثر مبتدا کی طرف راجع ہوتی ہے، جیسے زَيْدٌ
 أَبُوهُ قَائِمٌ، اس میں ابوہ کی ضمیر بارز زید کی طرف راجع ہے۔ (کتاب النحو)

(۴)..... خبر جب اسم مشتق یا منسوب ہو تو تذکیر و تانیث، وحدت و جمعیت میں مبتدا
 کے موافق ہوگی جیسے (الف) خبر مفرد کی مثال: الرَّزْزُوقُ مَقْسُومٌ (ب) خبر مفرد
 مؤنث کی مثال: أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةٌ۔ (ج) خبر تثنیہ مذکر کی مثال: طَلْحَةُ وَزَيْبٌ
 صَحَابِيَّانِ (د) خبر جمع مذکر کی مثال: الرَّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ (ه) خبر جمع
 مؤنث کی مثال: نِسَاءُ الْحَيِّ جَمِيلَاتٌ۔ (کتاب النحو)

مندرجہ ذیل صورتوں میں مبتدا کا مقدم لانا واجب ہے (الف) مبتدا ایسا
 کلمہ ہوں جو شروع کلام میں ہونا ضروری ہے جیسے: مَنْ أَبُوكَ۔ (ب) دونوں
 معرفہ ہوں جیسے: زَيْدٌ أَخُوكَ (ج) دونوں تخصیص میں برابر ہو جیسے: أَفْضَلُ مِنِّي
 وَأَفْضَلُ مِنْكَ۔ (د) مبتدا کی خبر واقع ہو جیسے زَيْدٌ قَائِمٌ۔ (کتاب النحو)

مندرجہ ذیل صورتوں میں خبر کو مقدم کرنا واجب ہے۔ (الف) خبر ایسا کلمہ
 ہو جو شروع کلام میں آنا واجب ہے جیسے: أَيْنَ زَيْدٌ (ب) خبر جبکہ ظرف یا جار مجرور ہو
 اور مبتدا نکرہ ہو جیسے: عِنْدِي مَالٌ، فِي الدَّارِ رَجُلٌ۔ (ج) متعلق خبر کی ضمیر مبتدا میں
 ہو جیسے: التَّمْرَةُ مِثْلُهَا زَيْدًا۔ (د) کبھی ایک مبتدا کی کئی خبریں بھی آ جاتی ہیں
 جیسے: زَيْدٌ عَالِمٌ عَاقِلٌ۔ (کتاب النحو، ص: ۱۹)

☆..... علم نحو کی متداول کتابوں میں عام طور سے یہ قاعدہ مشہور ہے کہ ایک مبتدا کی
 متعدد خبریں ہو سکتی ہیں، لیکن ایک خبر کے متعدد مبتدا ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ یہ قاعدہ نہیں
 ملتا، حالانکہ قرآن وحدیث میں اور عربی کتابوں میں ایسی مثالیں اور عبارتیں ملتی ہیں

کہ جہاں ایک خبر کے متعدد مبتدا موجود ہیں جیسے قول باری تعالیٰ ہے: **أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ**۔ تو اس آیت میں ”**أُولَٰئِكَ**“ مبتدا اول ہے اور ”**هُم**“ مبتدا ثانی ہے اور ”**المفلحون**“ اس کی خبر ہے۔ (مقدمہ علوم درسیہ، جلالین، سورہ بقرہ)

مبتدا اور خبر میں کتنی چیزوں میں مطابقت ضروری ہے؟

مبتدا اور خبر میں چار چیزوں میں مطابقت ضروری ہے (۱) اگر مبتدا مفرد ہے تو خبر بھی مفرد ہوگی جیسے: **التِّلْمِيذُ مُجْتَهِدٌ**۔ (۲) اگر مبتدا شنیہ ہے تو خبر بھی شنیہ ہوگی، جیسے: **التِّلْمِيذَانِ مُجْتَهِدَانِ** (۳) اگر مبتدا جمع ہے تو خبر بھی جمع ہوگی جیسے: **التِّلْمِيذُ مُجْتَهِدُونَ** (۴) اگر مبتدا مؤنث ہے تو خبر بھی مؤنث ہوگی جیسے: **التِّلْمِيذَةُ مُجْتَهِدَةٌ**، اور کبھی خبر جملہ بھی ہوتی ہے، جیسے: **كَانَ التِّلْمِيذُ يَلْعَبُ**۔ (الطريقة العصرية جلد دوم، ص: ۵۰۱۲)

☆..... جاننا چاہئے کہ مبتدا خبر کے درمیان مطابقت کے ضروری ہونے کیلئے آٹھ شرطیں ضروری ہیں، جب ان میں سے ایک بھی شرط مفقود ہوگی تو مطابقت بھی ضروری نہیں ہوگی: (۱) خبر مشتق ہو لہذا ”**الْكَلِمَةُ لَفْظٌ**“ سے اعتراض نہیں ہوگا کیونکہ لفظ مشتق نہیں بلکہ مصدر ہے۔ (۲) خبر کا فاعل، ضمیر راجع الی المبتدا ہو لہذا ”**إِمْرَأَةٌ قَائِمٌ أَبَوْهَا**“ سے اعتراض نہیں ہوگا کہ امرأۃ مبتدا اور قائم خبر ہے اور ان میں مطابقت نہیں کیونکہ فاعل خبر ضمیر نہیں بلکہ اسم ظاہر یعنی ابوہا ہے (۳) خبر ضمیر مبتدا کی حامل ہو لہذا **زَيْنَبٌ وَسَقَرٌ وَمَاهٌ وَجُورٌ مُّمْتَنِعٌ** سے اعتراض نہیں ہوگا کہ مبتدا متعدد ہیں اور خبر مفرد کیونکہ خبر یعنی ممتنع کا فاعل الصرف مقدر ہے نہ کہ ضمیر جو کہ اسمائے مذکورہ کی طرف راجع ہو۔ (۴) یہ کہ مبتدا خبر دونوں اسم ظاہر ہوں لہذا **إِسْمٌ، فِعْلٌ وَ حَرْفٌ** سے اعتراض وارد نہیں ہوگا۔ (۵) خبر صفت خاصہ للمؤنث نہ ہو لہذا ”**الْمَرْأَةُ حَائِضٌ**“

سے اعتراض نہ ہوگا۔ (۶) خبر علی وزن فعلیل نہ ہو کہ جس میں مذکر و مؤنث برابر ہوتے ہیں لہذا ”الأمراة جریح“ سے اعتراض نہ ہوگا۔ غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہاں لفظ میں یہاں متعدد شرطیں مفقود ہیں، باقی نہیں لکھا گیا۔ (توضیح المعانی، شرح مقدمۃ الجامی، ص: ۵۱، ۲)

☆..... مبتدا اور خبر میں مطابقت کیلئے چار شرطیں ہیں: (۱) خبر مشتق کا صیغہ ہو اگر وہ اسم جامد کا صیغہ ہو تو اس میں مطابقت ضروری نہیں، (۲) خبر اسم ظاہر ہو، (۳) خبر ایسا صیغہ نہ ہو جس میں مذکر و مؤنث کا ہونا برابر ہو، (۴) خبر میں ایسی ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو مبتدا کی طرف لوٹ رہی ہو۔ (ماخوذ از مسودہ مولانا محمد نذیر صاحب استاد اشرف المدارس سابقا)

☆..... جب مبتدا میں شرط کے معنی پائے جائیں تو خبر پر ”ف“ لائی جاسکتی ہے، جیسے: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ.

☆..... جب قرینہ پایا جائے تو مبتدا کا حذف کرنا جائز ہے جیسے: الْهَلَالُ وَاللَّهِ. اس جگہ ”ہذا“ مبتدا محذوف ہے۔ اسی طرح کبھی خبر بھی محذوف ہوتی ہے جیسے: خَرَجْتُ فَإِذَا السَّبْعُ. اس جگہ ”وَاقِفٌ“ خبر محذوف ہے۔ (من کتاب النحو، ص: ۱۹)

☆..... جس طرح مبتدا کی خبر مفرد یا مرکب ناقص آتی ہے اسی طرح اس کی خبر بھی جملہ اسمیہ و جملہ فعلیہ اور شبہ جملہ بھی آتی ہے۔ (معلم الانشاء، ص: ۸۴ ج ۱)

☆..... مبتدا عموماً معرفہ اور خبر عموماً نکرہ ہوتی ہے، مگر موصوف، صفت میں یعنی مرکب توصیفی میں ہمیشہ یا تو دونوں معرفہ ہو نکلے یا دونوں نکرہ۔ (معلم الانشاء، ص: ۳۸ ج ۱)

قاعدہ:..... مبتدا اور خبر میں عام دستور یہ ہے کہ مبتدا معرفہ اور خبر نکرہ ہوتی ہے، جہاں مبتدا اور خبر دونوں معرفہ ہوں تو وہاں ایک دوسرے کیلئے لازم ملزوم ہوتے ہیں جیسے حدیث میں ہے، الدِّينُ النَّصِيحَةُ (یعنی دین سراسر خیر خواہی کا نام ہے) تو یہاں

”الدین“ مبتدا ہے اور ”النصیحة“ خبر ہے۔ (از خطبات فقیر مخدوم العلماء ذوالفقار احمد نقشبندی صاحب)

☆..... کبھی کبھی خبر جملہ اسمیہ ہوتی ہے جیسے (الف) زَيْدٌ أَبُوهُ قَائِمٌ اور آدَمُ أَبُوْنَا۔ ان مثالوں میں جز اول معرفہ ہے اور جز ثانی اضافت سے معرفہ ہو گیا (ب) یا جملہ فعلیہ ہوتی ہے جسے: زَيْدٌ قَامَ أَبُوهُ (ج) جملہ شرطیہ ہوتی ہے جیسے زَيْدٌ اِنْ جَاءَ نِيْ فَكُرْمَتُهُ (د) یا ظریفہ ہوتی ہے جیسے زَيْدٌ خَلَقَكَ وَعَمَّرُوْا فِي الدَّارِ (زید تیرے پیچھے اور عمر و گھر میں ہے)۔ اور ظرف کا ہمیشہ متعلق ہوتا ہے لیکن اکثر علماء کے نزدیک وہ متعلق ”اِسْتَقَرَّ“ فعل محذوف ہوتا ہے۔ (تیسیر النحو، ص: ۴۳، تا ۴۶)

☆..... نکرہ کے مبتدا واقع ہونے کیلئے چھ شرطیں ہیں (۱) اس سے پہلے کوئی حرف نفی ہو جیسے: مَا اَحَدٌ حَاضِرٌ (ب) اس سے پہلے کوئی حرف استفہام ہو جیسے: هَلْ كَرِيْمٌ يَّخْلُ بِمَا لِهٖ (ج) یا مبتدا کسی نکرہ کی طرف مضاف ہو جیسے: تَاجِرٌ ثَوْبٌ مُسْلِمٌ (د) یا وہ موصوف ہو جیسے: وَرَدَةُ خَضِرَاءٌ تَتَفَتَّحُ۔ (ه) یا تو وہ مجرور ہو جیسے: فَيْكُ شَجَاعَةٌ (و) یا مبتدا ظرف کی صورت میں خبر مقدم ہو جیسے عِنْدِي حِصَانٌ۔ (معلم الانشاء، اول)

☆..... اگر خبر معرفہ ہو تو اسکے لئے دو شرطیں ہیں: (۱) خبر کسی موصوف کی صفت نہ بنتی ہو جیسے: اَنَا يُوْسُفُ۔ (۲) یا جب مبتدا اور خبر کے درمیان ضمیر فصل لائی جائے، جیسے: اَلْوَلَدُ هُوَ الْقَائِمُ۔ (معلم الانشاء، ص: ۳۹ ج ۱)

☆..... (۱) مبتدا اور خبر دو ایسے اسم ہیں جو عموال لفظیہ سے خالی ہوتے ہیں ایک مند الیہ ہوتا ہے جس کو مبتدا کہتے ہیں، دوسرا مند بہ ہوتا ہے اس کو خبر کہتے ہیں جیسے زَيْدٌ قَائِمٌ۔ (۲) مبتدا میں اصل یہ ہے کہ وہ معرفہ ہو اور خبر میں اصل یہ ہے کہ وہ نکرہ ہو۔ (۳) جب نکرہ کی صفت لائی جاتی ہے تو نکرہ مبتدا بن سکتا ہے جیسے: وَلَعَبْدٌ مُؤْمِنٌ

خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ (۴) اسی طرح جب نکرہ کی تخصیص کر دی جائے تو نکرہ مبتدا واقع ہو سکتا ہے جیسے: اَرَجُلٌ فِی الدَّارِ اَمْ اِمْرَاةٌ۔ یہاں حرف استفہام کی وجہ سے تخصیص ہو گئی لہذا، اَرَجُلٌ اَمْ اِمْرَاةٌ مبتدا واقع ہو گئے۔ (۵) مَا اَحَدٌ خَيْرٌ مِّنْكَ۔ یہاں بھی نکرہ موصوفہ (احد) مبتدا واقع ہو سکتا ہے۔ (۶) فِی الدَّارِ رَجُلٌ۔ یہاں ”فِی الدَّارِ“ خبر مقدم اور رَجُلٌ مبتدا مؤخر ہے۔ اور قاعدہ ”تَقْدِیْمُ مَا حَقُّهُ التَّأْخِیْرُ یَفْقِدُ الْحَصْرَ“ کے مطابق یہاں ”رَجُلٌ“ میں تخصیص پیدا ہو گئی لہذا مبتدا واقع ہو سکتا ہے (۷) سَلَامٌ عَلَیْكَ: اس جملہ کی اصل سَلَّمْتُ سَلَامًا عَلَیْكَ تھی دوام کے ارادہ سے سَلَّمْتُ فعل کو حذف کر دیا گیا اور گویا استمرار دوام کے ارادہ سے بطور دعا مخاطب سے کہا گیا: سَلَامٌ مِّنْ قِبَلِیْ عَلَیْكَ۔ یعنی میری جانب سے تجھ پر دوامنا برابر سلامتی پہنچتی رہے۔ اس سے سَلَّمْتُ فعل کو حذف کر کے ”سَلَامًا“ کے نصب کو رفع سے بدل دیا گیا اور متکلم کی جانب سلام کی نسبت کرنے کی وجہ سے سلام میں تخصیص پیدا ہو گئی۔ (۸) اگر دونوں میں سے ایک معرفہ، دوسرا نکرہ ہے تو معرفہ کو مبتدا اور نکرہ کو خبر بنایا جائے گا جیسے: زَیْدٌ قَائِمٌ۔ (۹) اگر دونوں معرفہ ہیں تو تم کو اختیار ہے کہ جس کو چاہے مبتدا و خبر بناؤ، جیسے: اَللّٰهُ اِلٰهُنَا۔ وَ مُحَمَّدٌ نَبِیُّنَا۔ (من تیسیر النحو)

☆..... اگر مبتدا اور خبر دونوں معرفہ ہو تو اس وقت مبتدا اور خبر کے درمیان فصل لانا ضروری ہے، تاکہ یہ دونوں صفت اور موصوف کے ساتھ ملتبیس نہ ہوں۔ (معلم الانشاء)

سوال:..... اَلْکَلِمَةُ لَفْظٌ۔ میں اعتراض ہے کہ یہاں ”اَلْکَلِمَةُ“ جو مبتدا ہے اور یہ مؤنث ہے۔ اور ”لَفْظٌ“ جو خبر ہے مذکر ہے؟ لہذا مبتدا و خبر میں مطابقت نہیں ہوئی؟

جواب:..... یہ ہے کہ مبتدا اور خبر میں مطابقت اس وقت ضروری ہے جب خبر مشتق ہو اور یہاں خبر مشتق نہیں ہے بلکہ مصدر ہے۔ لہذا مطابقت کی ضرورت نہیں۔ (روایۃ

☆..... جہاں مبتدا مقسم بہ ہو اور خبر قسم ہو تو خبر کو حذف کر کے جواب قسم کو قائم مقام خبر کے بنا دیتے ہیں جیسے: **أَيُّمُ اللَّهِ لِلْحَقِّ**۔ ہے اور اصل میں **أَيُّمُ اللَّهِ**، یہ مبتدا ہے خبر واجب الحذف ہے ای **أَيُّمُ اللَّهِ قَسَمِي**۔ اور **لِلْحَقِّ** یہ جواب قسم ہے جو قائم مقام خبر ہے۔ (تفهيمات شرح مقامات، ج ۱ ص: ۱۵۲)

☆..... مبتدا و خبر میں مطابقت ہر جگہ لازم نہیں، بلکہ تین شرطوں کے ساتھ مشروط ہے (الف) یہ کہ خبر مشتق ہو یا مشتق کے حکم میں ہو جیسے اسم منسوب: بصری، کوئی، ہندی وغیرہ۔ (ب) یہ کہ خبر کی اسناد اس ضمیر کی طرف ہو جو مبتدا کی طرف راجع ہو، مثال: **زَيْنَبُ وَسَقَرُ وَمَاهُ مُمْتَنِعٌ**۔ اس مثال میں ”ممتنع“ خبر مذکر ہے حالانکہ مبتدا ”زینب“ مؤنث ہے (ج) یہ کہ خبر ایسا اسم نہ ہو جس میں تذکیر و تانیث برابر ہوتی ہو جیسے: **جُرَيْجٌ** وغیرہ، لہذا **الْكَلِمَةُ** لفظ میں تینوں شرطیں مفقود ہونے کی وجہ سے مطابقت ضروری نہیں۔ (سعید یہ، شرح کافیہ ص: ۲، مقدمات علوم درسیہ ص: ۳۳۸)

قاعدہ:..... عربی زبان میں کسی لفظ کو معرفہ بنانے کیلئے اس کے شروع میں الف، لام لگا دیتے ہیں، اور جس لفظ پر الف لام لگا دیا گیا ہو اس پر حرف ندا ”یا“ براہ راست داخل نہیں ہو سکتا، کیونکہ الف لام بھی معرفہ بنانے کیلئے، اور ”یا“ بھی معرفہ بنانے والا ہے۔ ہاں! پوری عربی زبان میں صرف اللہ کا نام ایسا ہے کہ اُس پر الف لام بھی داخل اور یاء بھی داخل ہو سکتی ہے۔ گویا کہ اللہ کا نام دونوں معرفوں کا متحمل ہے۔ (خطبات فقیر، ۱۱/ ۲۸، ۲۷)

فائدہ:..... عربی میں استعداد اور صلاحیت پیدا کرنے کے واسطے مرفوعات، منصوبات اور مجرورات کا جاننا اور یاد ہونا نہایت ضروری ہے، کیونکہ اس کے بغیر عربی عبارت کا پڑھنا اور سمجھنا نہایت دشوار ہے۔ اسلئے ان تینوں اقسام کو یاد کر لینے سے عربی اور علم نحو میں آسانی ہو جاتی ہے اور یہ آپس میں مذاکرہ کرنے سے فائدہ مند ثابت ہوتا ہے۔ جو

مختصراً حسب ذیل ہیں:

اقسام منصوبات مع مثالیں

- اقسام منصوبات کل بارہ ہیں: (۱) مفعول مطلق جیسے: ضَرَبْتُ ضَرْبًا (۲) مفعول بہ جیسے: ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًا (۳) مفعول مدحیہ جیسے: جَاءَ الْبَرُّ دُونَ الْجَبَّاتِ (۴) مفعول فیہ جیسے: صُمْتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ (۵) مفعول لہ جیسے: ضَرَبْتُ تَأْدِيًا (۶) حال جیسے: جَاءَ نَبِيُّ زَيْدٍ رَاكِبًا (۷) تمیز جیسے: عِنْدِي أَحَدُ عَشَرَ ذَهَبًا (۸) مستثنیٰ جیسے: جَاءَ نَبِيُّ الْقَوْمِ إِلَّا زَيْدًا (۹) حروف مشبہ بالفعل کا اسم جیسے: إِنَّ زَيْدًا قَاتِمٌ (۱۰) افعال ناقصہ کی خبر جیسے: كَانَ زَيْدٌ قَائِمًا (۱۱) ما اور لا کی خبر جیسے: مَا زَيْدٌ قَائِمًا۔ (۱۲) لائے نفی جنس کا اسم، جیسے: لَا رَجُلٌ ظَرِيفٌ فِي الدَّارِ۔ (تحفہ الطلحہ، ص: ۵۵)

بحث مفاعیل خمسہ

- ☆..... مفعول مطلق تین طرح سے مستعمل ہے (۱) تاکید کیلئے، جیسے: ضَرَبْتُ ضَرْبًا۔ (۲) بیان نوع کیلئے، جیسے: جَلَسْتُ جَلَسَةَ الْقَارِي۔ (۳) بیان عدد کیلئے، جیسے: جَلَسْتُ جَلَسَةً۔ (ایک دفعہ بیٹھنا) یہ تینوں اقسام ایک شعر کے اندر۔
الْفَعْلَةُ لِلْمَرْءِ وَالْفَعْلَةُ لِلْحَالَةِ وَالْفَعْلَةُ لِلْقُدْرَةِ وَالْمِفْعَلُ لِلْأَلَةِ
(بدر منیر: ۹۸، مصباح المنیر: ۴۴)

مصدر اور مفعول مطلق کے درمیان فرق: مصدر وہ ہے کہ معنی حدودی پر دلالت کرنے کے ساتھ ساتھ اس سے فعل نکلتا ہو، یعنی مصدر ہونے کیلئے دو شرطیں ہیں (۱) معنی حدودی پر دلالت کرنا۔ (۲) اس سے فعل وغیرہ نکلتا، جیسے: ضَرَبَ. الضربُ

مصدر سے نکلا ہے اور مفعول مطلق وہ مصدر ہے جو اپنے ماقبل کا ہم معنی ہو، جیسے: ضربت ضرباً میں ضرباً مفعول مطلق ہے وہ اپنے ماقبل فعل ضرب کا ہم معنی ہے اس سے معلوم ہوا کہ مفعول مطلق کیلئے صرف مصدر یعنی معنی حدوثی ہونا کافی ہے اس سے فعل نکلتا شرط نہیں جیسے وَيَحْتِ وَيَلْتِ یہ مفعول مطلق ہے اور اس سے فعل نکلتا نہیں اب دونوں کے درمیان عام و خاص مطلق کی نسبت نکلی ہے یعنی ہر ہر مصدر مفعول مطلق ہو سکتا ہے لیکن ہر ہر مفعول مطلق مصدر نہیں ہوگا۔ (دیکھئے، مآرب الطلبہ ص: ۶۶)

☆..... جو مفعول مطلق تاکید کیلئے ہوتا ہے اس کے فعل پر اگر نفی داخل ہو تو نفی صرف مفعول مطلق کی ہوتی ہے، جیسے حضرت انسؓ کی حدیث ہے: إِنَّهُ لَيَمْنَعُنِي أَنْ أُحَدِّثَكُمْ حَدِيثًا كَثِيرًا الْخ. (یعنی مجھے بکثرت حدیثیں بیان کرنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہی روکتا ہے)

پس یہاں حدیث انسؓ کے قول میں تحدیث کثیر کی نفی ہے، مطلق حدیث کی نفی نہیں ہے۔ مزید کیلئے دیکھئے، فیض المنعم شرح مقدمہ مسلم، ص: ۶۴)

بحث اسم مفعول

(۱)..... اسم مفعول کے میم کو فتحہ ”الْفَتْحَةُ أَخْفُ الْحَرَكَاتِ“ کی وجہ سے دیا گیا ہے۔ عین کلمہ کو ضمہ اس لئے دیا گیا ہے، کیونکہ اسم ظرف، کبھی مفتوح العین اور کبھی مکسور العین ہوتا ہے۔ صرف اسم مفعول فعل مضارع مجہول سے بنتا ہے۔ باقی اسم فاعل و اسم ظرف، اسم آلہ، اسم تفضیل اور صفت مشبہ فعل مضارع معروف سے بنتے ہیں۔ (تبیان، شرح میزان الصرف، ص: ۵۲)

(۲)..... مفعول کی چار علامتیں ہیں۔ فتحہ، کسرہ، الف اور یاء۔ اب ہر ایک کی مثالیں: جیسے: رَأَيْتُ زَيْدًا. رَأَيْتُ مُسْلِمَاتٍ وَإِيَّاكَ وَمُسْلِمِينَ. (مزید کیلئے، ایضاح

المطالب، شرح کافیہ، ص: ۴۸)

اسم مفعول اور مفعول میں فرق: دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ اسم مفعول جیسے صفت مشتقہ کو کہا جاتا ہے جسکے اندر ذات اور صفات دونوں موجود ہوں اور مفعول کے اندر صرف ایک ذات ہے یعنی جس پر فعل واقع ہو مثلاً **أَضْرَبَ زَيْدٌ عَمْرُوًا** میں عمرو کے اندر صرف ایک ذات ہے جس پر فعل ضرب واقع ہوا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ مفعول کے اندر صرف ذات کا لحاظ ہے اور اسم مفعول کے اندر ذات مع الوصف دونوں کا لحاظ ہے۔ (تأرب الطلبہ، ص: ۸۸)

☆..... مفعول فی ظرف زمان: خواہ محدود ہو یا غیر محدود یہ دونوں ”فی“ کے مقدر ہونے کے ساتھ منصوب ہوتے ہیں جیسے: **سَافَرْتُ شَهْرًا**۔ **قَسَمْتُ ذَهْرًا** اُنْی فِی شَهْرٍ وَفِی ذَهْرٍ۔ لیکن ظرف مکان محدود میں ”فی“ کا ذکر کرنا ضروری ہے جیسے: **جَلَسْتُ فِی الدَّارِ**۔ (کتاب النحو، ص: ۳۳)

☆..... مفعول فی نام ہے اس زمان یا مکان کا، جس میں فعل مذکور واقع ہو اس کو ظرف کہتے ہیں، اور ظرف کی دو قسمیں ہیں: (۱) ظرف مکان (۲) ظرف زمان۔ ظرف زمان وہ ہے جس وقت میں کوئی کام واقع ہو جیسے: **صُمْتُ ذَهْرًا**، **سَافَرْتُ شَهْرًا**۔ اور ظرف مکان وہ ہے جس جگہ میں کوئی کام واقع ہو، پھر مکان و زمان کی دو قسمیں ہیں (الف) محدود (ب) مبہم۔ محدود وہ ہے جس کی حد و نہایت متعین ہو۔ اور مبہم وہ ہے جس کی حد و نہایت متعین نہ ہو، پھر زمان محدود و مبہم اور مکان مبہم میں (فی) کو مقدر کر کے نصب پڑھیں گے، اور مکان محدود اگر **نَزَلَ**، **دَخَلَ**، **سَكَنَ** کے باب کے بعد واقع ہو تو اس مقام پر بھی (فی) کو مقدر کر کے نصب پڑھیں گے، ورنہ فی کو ظاہر کر کے جر پڑھیں گے، اور ظاہر میں جہاں (فی) مقدر ہوگا وہاں فعل کا ظرف کے ساتھ تعلق بلا واسطہ حرف جر کے ہوگا اور جہاں حرف جر موجود ہوگا وہاں فعل کا تعلق

طرف کیساتھ حرف جر کے واسطے سے ہوگا مثالیں۔ (ماخوذ از مسودہ مولانا عبدالرشید صاحب شیخ الحدیث اشرف المدارس)

☆..... جِئْتُ وَزَيْدًا۔ اس مثال میں ”زیداً“ مفعول معہ ہے اور ”واو“ مفعول معہ کی علامت ہے، لیکن اگر فاعل منفصل ہو تو اسے منصوب اور مرفوع دونوں طرح پڑھنا جائز ہے۔ جیسے: جِئْتُ أَنَا وَزَيْدٌ، یا جِئْتُ أَنَا وَزَيْدًا۔ (تسهيل قواعد النحو، ص: ۶۴)

☆..... مفعول بہ، مفعول مطلق، مفعول فیہ، مفعول لہ، اور جار مجرور یہ سب نائب فاعل ہو سکتے ہیں، لیکن حال اور تمیز کو نائب فاعل بنانا جائز نہیں۔ (مہر منیر: ۱۰۴، ہدیہ صغیر: ۱۰۰)

☆..... چھ حروف مشبہ بفعل کے بعد جب ”ماکانہ“ آتا ہے تو ان کے عمل کو زائل کر دیتا ہے، جسے: إِنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ وَاحِدٌ. إِنَّمَا قَامَ زَيْدٌ. كَأَنَّمَا يُسَافِقُونَ إِلَى الْمَوْتِ (كتاب النحو، ص: ۲۴).

قاعدہ:- ناقص (جس کے لام کلمہ میں حرف علت ہو) سے اسم ظرف کا صیغہ مطلقاً مفتوح العین آتا ہے۔ (من علم الصیغہ)

اقسام مجرورات مع مثال

اقسام مجرورات کل دو ہیں: (۱) مضاف الیہ ہونا جیسے: غُلَامٌ زَيْدٌ (۲) جس پر حرف جر داخل ہو جیسے: مَرَرْتُ بِزَيْدٍ۔ (تحفۃ الطلبة، ص: ۵۵)

☆..... اگر حرف جر داخل اسم ظاہر ہو تو مدخول کو مجرور کہتے ہیں اگر حرف جر ظاہر نہ ہو تو مجرور کو مضاف الیہ کہتے ہیں۔ (كتاب النحو، ص: ۳۷)

بحث اسمائے اشارہ

ذاک: یہ اسم اشارہ ہے جو مفرد مذکر کیلئے استعمال ہوتا ہے جب کہ وہ درمیانی

مسافت پر ہو۔

ذالک : یہ اسم اشارہ ہے جو مفرد مذکر کیلئے استعمال ہوتا ہے جب کے وہ دور ہو۔
 تلک : یہ اسم اشارہ ہے جو مفرد مؤنث کیلئے استعمال ہوتا ہے جب کے دور ہو۔
 ذانک : یہ اسم اشارہ ہے جوثنیہ مذکر کیلئے مستعمل ہے جب کے دور ہو جیسے : ذانک طالبان۔

تانک : یہ اسم اشارہ ہے جوثنیہ مؤنث کیلئے مستعمل ہے جب کے دور ہو جیسے :
 تانک طالبان۔ (الطریقہ العصریہ، ص: ۳۶ ج ۱)

ہذا: یہ واحد مذکر قریب کیلئے۔ هذان: یہ ثنیہ مذکر قریب کیلئے۔ هذه: یہ واحد مؤنث قریب کیلئے، هاتان: یہ ثنیہ مؤنث قریب کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ (الطریقہ العصریہ، ص: ۲۸ تا ۱۳ ج ۱)

هذا: کا مشارالیه ما قبل میں مذکورہ الفاظ یا معانی مخصوصہ ہیں اس میں دو احتمال ہیں۔
 (۱) یہ فعل محذوف کا مفعول بہ ہے، تقدیر عبارت یہ ہے ای ”خُذْ هَذَا“۔ (۲) ہذا میں ”ہا“ اسم فعل ہے بمعنی ”خذ“ اور ”ذا“ اسم اشارہ ہے۔ اور ”ذا“ اسم ہونے کی بناء پر ”ہا“ اسم فعل کا محلا مفعول ومنصوب ہے۔ (علمی جواہر پارے، ص: ۲۱)

جمع کیلئے قاعدہ: جمع اگر چیزوں کی ہے تو قریب کیلئے اسم اشارہ ”هَـذِهِ“ اور دور کیلئے ”تِلْک“ استعمال ہوگا، جیسے: هذه کتب وتلک کراساٹ۔

☆..... اگر انسانوں کی جمع ہو تو نزدیک کیلئے ”هَؤُلَاءِ“ اور دور کیلئے ”اولئک“ استعمال ہوتا ہے۔ جیسے: هَؤُلَاءِ رِجَالٌ وَأُولَئِکَ نِسَاءٌ۔ اور جمع میں مذکر و مؤنث برابر ہیں۔ (الطریقہ العصریہ، ص: ۳۳ ج ۱)

☆..... اسم اشارہ ترکیب کلام میں موصوف ہوتا ہے اور مشارالیه اس کی صفت ہوتی ہے، جیسے: ذَٰلِکَ الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْهِ۔ کبھی اسم اشارہ مبتدا اور مشارالیه خبر ہوتی

ہے جیسے: **هَذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ**. (كتاب النحو، ص: ۴۶)

☆..... اسم اشارہ اپنے مشارالیہ سے ملکر کبھی فاعل، کبھی مبتدا، کبھی خبر، کبھی مفعول مالم یسم فاعله واقع ہوا کرتا ہے جیسے: **ضَرَبَ هُوَلَاءُ** یہ اصل میں **ضَرَبَ هُوَلَاءُ الرِّجَالِ** تھا جو اسم اشارہ اور مشارالیہ سے ملکر بنے ہیں۔ اسی طرح **هُوَلَاءُ** **أَصْحَابِي**، اصل میں **هُوَلَاءُ الرِّجَالِ أَصْحَابِي** ہے جو مبتدا واقع ہوا ہے۔ (المصباح المنیر، ص: ۴۳)

☆..... اسم اشارہ ہمیشہ موصوف ہوتا ہے اور مشارالیہ صفت بنا کرتا ہے اس لئے کہ مشارالیہ کیلئے شرط ہے کہ وہ معرف باللام ہو جیسے: **ذَٰلِكَ الْكِتَابُ وَهَٰذَا الرَّجُلُ**

☆..... مشارالیہ کلام میں اکثر محذوف ہوتا ہے قرینہ سے اس کو نکالا جاتا ہے جیسے **هُوَلَاءُ أَصْحَابِي** اِیْ **هُوَلَاءُ الرِّجَالِ أَصْحَابِي**۔ (المصباح المنیر، ۴۳، ۴۴)

☆..... مشارالیہ اگر مرکب اضافی ہو تو اسم اشارہ کو مؤخر کر دیا جاتا ہے اور مشارالیہ مقدم ہوتا ہے، جیسے: **كِتَابِي هَٰذَا**، **غَلَامِي هَٰذَا**، **أَمْرَاتِي هَٰذِهِ**۔ اگر یہاں **هَٰذَا كِتَابِي**، **غَلَامِي هَٰذَا** یا **هَٰذِهِ أَمْرَاتِي** کہتے ہیں تو پھر مشکل ہو جائے گی کہ یہ مشارالیہ ہے یا خبر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قول: **إِذْ هَبْ بَكِتَابِي هَٰذَا**۔ (المصباح المنیر، ص: ۴۴)

☆..... اسم اشارہ کا پانچوں قاعدہ یہ ہے کہ مخاطب کو متوجہ و بیدار کرنے کیلئے اسم اشارہ کے شروع میں ”ہا“ بھی لگائی جاسکتی ہے۔ اس کو ہائے تنبیہ کہتے ہیں اور ”ہا“ لگنے کی صورت میں اسم اشارہ کے آخر میں بالاتفاق ”لام“ لگانا جائز نہ ہوگا۔

(حاشیہ تیسیر النحو، شرح ہدایۃ النحو، ص: ۳۰)

☆..... طریقہ استعمال اسمائے اشارات: (۱) اسمائے اشارہ کبھی کسی اور لفظ کے ملائے بغیر استعمال ہوتے ہیں جیسے ذاک (۲) آخر میں حرف خطاب لگا کر استعمال کرتے ہیں جیسے: ذاک (۳) کبھی اس حرف خطاب سے قبل ”لام“ بڑھا کر استعمال

کرتے ہیں۔ جیسے ذالک، اور ذالک میں ”لام“ کسی مقصد کیلئے لگتا ہے اس میں مختلف رائے ہیں۔ (الف) یہ ہے کہ بعد مشارالیه بتانے کیلئے (ب) یہ کہ ذالک: بغیر لام کے، مشارالیه بعید کیلئے آتا ہے، اور ”لام“ کا اضافہ اس کے بعد کی تاکید کیلئے ہوتا ہے۔ اس رائے پر ”ذا“ مشارالیه قریب کیلئے۔ ”ذاک“ متوسط کیلئے اور ”ذالک“ بعید کیلئے ہے (ج) یہ کہ یہ لام مخاطب کا بعد دوری بیان کرنے کیلئے لایا جاتا ہے۔ (النحو الیسیر، ص: ۲۹)

فائدہ:..... یہ بات یاد رہے کہ یہ لام سب صیغوں میں نہیں لگتا، بلکہ مفرد مذکر، مفرد مؤنث میں لگتا ہے جیسے: ذَالِکَ، تِلْکَ اور اُولٰٓئِہِ میں جیسے اُولٰٓئِکَ۔ اور تثنیہ مذکر ومؤنث اور ”اولاء“ میں نہیں لگتا، بنی تمیم کی لغت میں اسمائے اشارہ کے کسی صیغہ کے آخر میں لام نہیں لگتا۔ (النحو الیسیر)

☆..... لام کے باب میں اصل یہ ہے کہ اس لام پر (ذالک) سکون ہو اس پر کسرہ (زیر) دو وجہ سے پڑھا جاتا ہے (الف) التقائے ساکنین سے بچنے کیلئے (ب) یا اس لام، اور حرف جر میں فرق کرنے کیلئے جیسے ذالک میں کبھی لام پر سکون ہی رکھتے ہوئے التقائے ساکنین سے بچنے کیلئے پہلے ساکن کو ہی حذف کر دیتے ہیں جیسے ”تسی“ سے تِلْکَ۔ یہ اصل میں تِلْکَ تھا۔ (مزید تفصیل کیلئے، النحو الیسیر، ص: ۳۰)

بحث عدد و معدود

☆..... عربی میں عدد و معدود ایک اور دو کا عدد استعمال نہیں ہوتا، بلکہ معدود ہی مفرد اور تثنیہ کی شکل عدد کو بیان کرتا ہے۔ جیسے: کتاب و کتابان۔

☆..... ۳ سے دس تک کے عدد کے بعد معدود ہمیشہ جمع استعمال ہوگا۔ جیسے: عِنْدِی

عَشْرَةُ كُتُبٍ. اگر یہ معدود مذکر ہے تو عدد مؤنث آئے گا جیسے: أَرْبَعَةُ كُتُبٍ وَ خَمْسَةُ طُلَّابٍ. (الطريقة العصرية، ص: ۱۱۸ ج ۱)

قاعدہ: ۱۱ سے عدد ۱۹ تک مرکب ہوتا ہے اور اس کا معدود ہمیشہ مفرد اور مفتوح ہوتا ہے اور یہی قاعدہ ۹۹ تک چلتا ہے اور ہمیشہ ۱۱ اور ۱۲ عدد کے دونوں جزء مذکر ہونگے، اگر معدود مذکر ہے (ورنہ دونوں مؤنث ہونگے) جیسے: أَحَدُ عَشَرَ كِتَابًا اور اثناعشر كِتَابًا. اور عدد ۱۳ سے ۱۹ تک پہلا جزء مؤنث اور دوسرا جزء مذکر استعمال ہوگا جیسے: ثَلَاثَةُ عَشَرَ كِتَابًا. (الطريقة العصرية، ص: ۱۲۲ ج ۱)

قاعدہ: ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ کے دونوں اجزاء مؤنث ہوں گے۔ معدود اگر مؤنث ہے۔ جیسے مذکورہ مثالوں میں۔ اور ۱۳ سے ۱۹ تک پہلا جزء مذکر اور دوسرا جزء مؤنث ہوگا جیسے: ثَلَاثُ عَشْرَةَ سَاعَةً. (الطريقة العصرية، ص: ۱۲۳ ج ۱)

قاعدہ: ۲۱ سے ۹۹ تک عدد کی تمیز مفرد اور منصوب ہوتی ہے۔ اور ہر دہائی کے بعد پہلے دو عدد کا پہلا جزء مذکر کے ساتھ مذکر ہوگا، جیسے: وَاحِدٌ وَعَشْرُونَ رَجُلًا. اثنان وَعَشْرُونَ رَجُلًا. ورنہ مؤنث آئے گا جیسے: اِحْدَى وَعَشْرُونَ سَاعَةً. بیس اور اس کے بعد کی دہائیوں کے بعد تین سے نو تک کا عدد مذکر تمیز کے ساتھ مؤنث آئے گا جیسے: ثَلَاثَةٌ وَعَشْرُونَ كِتَابًا. (طريقة عصرية، ص: ۱۲۶، ج ۱)

نوٹ: معدود کو نحوی اصطلاح میں تمیز کہتے ہیں۔ (ایضاً ص: ۱۲۳ ج ۱)

قاعدہ: ۲۱ سے ۹۹ تک عدد کی تمیز، مفرد اور منصوب ہوتی ہے۔

قاعدہ: بیس اور اس کے بعد کی دہائیوں کے بعد ۳ سے ۹ تک کا عدد مؤنث تمیز کے ساتھ مذکر استعمال ہوگا، جیسے: ثَلَاثُ وَعَشْرُونَ سَاعَةً، تِسْعٌ وَعَشْرُونَ سَاعَةً. (طريقة عصرية، ص: ۱۲۸ ج ۱)

قاعدہ: سو کی تمیز مفرد اور مجرور ہوتی ہے جیسے: مِائَةُ كِتَابٍ۔ اگر سو کے ساتھ چھوٹا

عدد بھی آجائے تو تمیز چھوٹے عدد کے تابع ہوگی، جیسے: مِائَةٌ وَعَشْرَةٌ كُتِبَ، مِائَةٌ وَخَمْسَةٌ وَأَرْبَعُونَ كِتَابًا۔ (الطریقۃ العصریہ، ص: ۱۳۰ ج ۱)

قاعدہ: أَلْفٌ وَمِائَتَانِ کے بعد تمیز مفرد مجرور آئے گی اور مذکور مؤنث اس میں دونوں برابر ہیں اگر ان کے ساتھ چھوٹا عدد بھی ہو تو تمیز اس کے تابع ہوگی۔ (الطریقۃ العصریہ، ص: ۱۳۳ ج ۱)

اہم اور ضروری قواعد نحو

قاعدہ: اسم موصول کے بعد ہمیشہ جملہ آتا ہے کبھی جملہ اسمیہ، کبھی جملہ فعلیہ، جیسے: فَرَحَ الَّذِي نَجَحَ فِي الْإِمْتِحَانِ. سَلَّمْتُ عَلَى الَّذِي هُوَ أَسْتَاذٌ۔ (مزید کیلئے، لسان القرآن، ص: ۲۸۸ ج ۱)

قاعدہ: اگر ہر، یا ”ہر ایک“ کا مفہوم ادا کرنا ہو تو ”کُلُّ“ کا مضاف الیہ مفرد اور نکرہ لایا جاتا ہے، جیسے: کُلُّ طَالِبٍ۔ (ہر ایک طالب علم)۔ کُلُّ شَيْءٍ۔ (ہر چیز) کُلُّ وَاحِدٍ۔ (ہر ایک)

☆..... جمع تکسیر کی صفت واحد مؤنث لائی جاتی ہے جیسے: أَلْحُرُوفُ الْجَارَةُ۔ (النحو البسیر، ص: ۱۱۱)

قاعدہ: اگر ”پورا کا پورا“ یا ”سارا کا سارا“ کا مفہوم ادا کرنا ہو تو ”کل“ کا مضاف الیہ اور معرف باللام ہوگا۔ جیسے: کُلُّ الْكِتَابِ۔ (پوری کتاب)

قاعدہ: اگر عربی میں تمام یا سب کا مفہوم ہو تو ”کُلُّ“ کا مضاف الیہ جمع اور معرف باللام ہوتا ہے جیسے: کُلُّ الطُّلَّابِ (سب طالب علم یا تمام طلبہ) اور یہاں ”کُلُّ“ کے بجائے ”جَمِيعٌ“ بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ (لسان القرآن، ص: ۵، ۱۳۳ ج ۱)

قاعدہ: ”بعض“ کا مضاف الیہ معرف باللام اور جمع بھی ہو سکتا ہے، جیسے: بَعْضُ

الطَّلَابِ۔ اور اس صورت میں جبکہ بہت سوں میں سے کچھ کا اظہار کرنا ہو تو، اور مفرد اور معرف باللام بھی ہو سکتا ہے۔ جب ایک چیز کے کچھ حصے کا اظہار کرنا ہو تو اس وقت (بَعْضُ الْكِتَابِ) کہہ سکتے ہیں۔ (لسان القرآن، ص: ۱۳۵ ج ۱)

قاعدہ:..... شبہ جملہ: جو چار و مجرور سے مرکب ہوتا ہے اور ظرف اور اس کے مضاف الیہ سے بھی مرکب ہو سکتا ہے جیسے: لَيْسَ الْمُبْتَدِعُ عَلَى بَصِيرَةٍ، وَلَيْسَ الْحُكَّامُ بِعَادِلِينَ۔ (لسان القرآن، ص: ۲۶۸ ج ۱)

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ”شبہ جملہ مبتدا سے پہلے آتا ہے تو اسی صورت میں مبتدا نکرہ ہوتا ہے“۔ جیسے: فِي الْفَصْلِ طَالِبٌ۔ (لسان القرآن، ص: ۷۳ ج ۱)

☆..... ضمیر متصل کی صورت میں فاعل کا مقدم ہونا واجب ہے جیسے: ضَرَبْتُ زَيْدًا۔ اگر مفعول إِلَّا کے بعد واقع ہو تو فاعل کا مقدم کرنا واجب ہے جیسے: مَا ضَرَبَ زَيْدًا إِلَّا عَمْرُوًا۔ (کتاب النحو، ص: ۲۹)

☆..... جب سوال کا جواب ”نَعَمْ يَا بَلَى“ سے ہو تو فعل اور فاعل دونوں حذف ہو جاتے ہیں، جیسے: أَقَامَ زَيْدٌ؟ جواب: نَعَمْ۔ (کتاب النحو، ص: ۲۹)

☆..... لدئی اور عند میں فرق: یہ ہے کہ عند عام ہے اور لدئی خاص ہے کیونکہ لدئی میں چیز کا موجود ہونا ضروری ہے، اور عند میں نہیں۔ (کتاب النحو، ص: ۵۱)

بحث منصرف و غیر منصرف

☆..... کل غیر منصرف کے اوزان تو ہیں، جو مندرجہ ذیل اشعار میں بیان کر دیئے گئے ہیں:

عَدْلٌ وَوَصْفٌ وَتَأْنِيْتُ وَمَعْرِفَةٌ وَعُجْمَةٌ ثُمَّ جَمْعٌ ثُمَّ تَرْكِيبٌ

وَالنُّونُ زَائِدَةٌ مِّنْ قَبْلِهَا أَلِفٌ وَوَزْنُ فِعْلٍ وَهَذَا الْقَوْلُ تَقْرِيبٌ

پیغمبروں کے نام منصرف و غیر منصرف پر دو اشعار

گر بھی خواہی کہ دانی نام ہر پیغمبرے

تا کد ام است اے برادر نزد بخوی منصرف

صالح و ہود و محمد و شعیب و نوح لوط

منصرف داں ہمہ باقی ہمہ لای منصرف

(مصباح المنیر، ص: ۱۶۶)

اقسام غیر منصرف

عدل.....نحویوں کی اصطلاح میں اسم کے اصلی صورت سے نکل کر دوسری صورت میں چلے جانے کو عدل کہتے ہیں۔ عدل کی دو قسمیں ہیں (۱) تحقیقی یعنی جس کی کوئی اصل ہو جیسے ثَلَاثٌ کہ اس کے معنی ہیں ”تین، تین“ اس سے معلوم ہوا کہ اس کی اصل ”ثَلَاثَةٌ وَثَلَاثَةٌ“ ہے۔ (۲) عدل تقدیری: یہ ہے کہ جس کی کوئی اصل نہ ہو، بلکہ مان لی گئی ہو جیسے: عُمَرُو عَامِر سے بنایا گیا۔

☆.....عدل وہ اسم ہے اصلی صیغہ سے بغیر کسی قاعدہ صرفی کے نکالا گیا ہو جیسے، ثَلَاثٌ وَمَثَلٌ۔ جو اصل میں ثَلَاثَةٌ ثَلَاثَةٌ تھا اور یہ عدل تحقیقی کی مثال ہے۔

☆.....عدل تقدیری: کبھی عدل کا وزن اسم سے نکالا جاتا ہے۔ لیکن اس کی کوئی اصل نہ ہو جیسے، عُمَرُو زُفَرُو۔ یہ غیر منصرف ہے اس میں سوائے علیت کے اور کوئی علت منع صرف کی ان میں نہیں، لہذا ان کو عَامِرُو زُفَرُو سے (فرضا) معدول مان لیا گیا ہے، اور اسی کو عدل تقدیری کہتے ہیں۔ (کتاب النحو، ص: ۱۵)

اوزانِ عدل راہنامی تو شش شمر
مَفْعَلٌ وَفَعْلٌ مِثْلُهُمَا مَثَلْتُ وَعَمَرُ
فَعْلٍ ست وہم چوں اَمَسِ فَعْلٌ ست چوں ثَلَاثُ
دیگر فَعْلٌ داں تَوْقَطَامُ وَفَعْلٌ وَیَسْحَرُ

(صلاح التعلیل شرح نحو میر: ۱۴۶)

☆.....عجمہ جو اسم عربی کے علاوہ دوسری زبان میں علم ہو اور تین حرف سے زائد ہو
جیسے: اِبْرَاهِیْمُ، یا ثلاثی متحرک الاوسط ہو جیسے: شَتْرَ (نام قلعہ)۔ اور جو مؤنث ثلاثی
ساکن الاوسط غیر عجمی ہو تو اس کو منصرف اور غیر منصرف دونوں طرح پڑھنا جائز ہے،
جیسے: هِنْدٌ وَهِنْدٌ۔ اگر عجمہ ہو تو پھر ضرور غیر منصرف ہوگا، جیسے: مَاہُ، جُوْرُ (شہر در عجم)
(کتاب النحو، ص: ۱۶)

عجمہ:.....وہ اسم ہے جو عربی کے علاوہ کسی زبان میں علم ہو اور اسکی شرائط یہ ہیں:
(۱) تین حرفی سے زائد ہو جیسے: اِبْرَاهِیْمُ، (۲) یا تین حرفی ہو مگر متحرک الاوسط ہو جیسے
شَتْرَ (نام قلعہ)۔ (علم النحو، ص: ۲۳)
☆.....ترکیب وہ دو کلمے ہیں جو اضافت و اسناد کے بغیر مرکب ہو گئے ہوں جیسے:
بَعْلَبَکْ (نام شہر)۔ (کتاب النحو، ص: ۱۶)

☆.....الف ونون زائدتان: جب علم کے آخر میں ہوں جیسے: غُثْمَانُ، یا اس صفت
کے آخر میں ہوں جو فُـ عَلَان کے وزن پر ہو اور اس کی مؤنث میں ”ة“ نہ ہو
جیسے: سُکْرَانُ۔ یا ایسا اسم ہو جس کی مؤنث ہی نہ آتی ہو، جیسے رَحْمٰنُ ہے۔ (کتاب
النحو، ص: ۱۶)

☆.....الف ونون زائدتان: اگر اسم کے آخر میں ہوں تو وہ اسم عَلَمٌ ہو جیسے:
غُثْمَانُ وَعِمْرَانُ۔ پس سَعْدَانُ غیر منصرف نہیں، کیونکہ وہ علم نہیں ہے بلکہ جنگلی گھاس

کو کہتے ہیں۔ اگر الف و نون زائد تان صفت میں ہوں تو اس کی مؤنث فَعْلَانَةٌ کے وزن پر نہ ہو، جیسے: مَسْكُرَانُ غیر منصرف ہے کیونکہ اس کی مؤنث مَسْكُرَانَةٌ نہیں آتی ہے اور نَذْمَانُ غیر منصرف نہیں کیونکہ اس کی مؤنث نَذْمَانَةٌ آتی ہے۔ (علم النحو، ص: ۲۳، ۲۴)

وزن فعل: یعنی کسی اسم کا فعل کے وزن پر ہونا جیسے: أَحْمَدُ ہے۔ یا اس کے ابتدا میں حروف مضارع یعنی ”اُتین“ میں سے کوئی حرف آیا ہو جیسے: أَحْمَدُ وَتَغْلِبُ۔ اس میں (۱) تام قبیلہ (۲) علمیت ہے۔ (کتاب النحو، ۱۶، علم النحو، ۲۴)

قاعدہ: غیر منصرف پر جب الف لام داخل ہو یا اضافت ہو تو اس کو حالت جری میں کسرہ دیا جاتا ہے۔ جیسے: صَلَّيْتُ فِي مَسَاجِدِهِمْ وَذَهَبْتُ إِلَى الْمَقَابِرِ۔ (علم النحو ص: ۲۴)

☆ تمام اسباب منع صرف میں پانچ سبب اسم نکرہ میں پائے جاتے ہیں: (۱) عدل تحقیقی (۲) وزن فعل (۳) تانیث بالالف (۴) جمع منتہی المجموع (۵) فَعْلَانٌ صفتی جس کی مؤنث فَعْلَانَةٌ نہ ہو۔ (کتاب النحو، ص: ۱۶)

☆ اسباب منع صرف میں سے چھ سبب اسم معرفہ میں پائے جاتے ہیں (۱) عدل تقدیری (۲) تانیث بالتاء (۳) عجمہ (۴) ترکیب (۵) وزن فعل (۶) اور فَعْلَانٌ جبکہ علم ہو۔ (کتاب النحو، ص: ۱۷)

☆ نسبت تنقیدی: مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان، یا صفت موصوف کے مابین نسبت کو، نسبت تنقیدی کہتے ہیں۔ (مفتاح العوالم شرح مائة عامل، ص: ۷۷)

اقسام اضافت

☆ جس اضافت میں مضاف اسم جامد ہو اس کو اضافت معنوی کہتے ہیں۔ اور جس

☆..... میں مضاف اسم مشتق ہو اس کو اضافت لفظی کہتے ہیں۔ (خلاصۃ النحو، ص: ۱۴)

☆..... اضافت معنوی کی تین قسمیں ہیں (۱) اضافت بیانیہ یا اضافت بمعنی ”مِنْ“ ہو، جیسے: حَاتِمٌ فَضَّةٌ أَى مِنْ فَضَّةٍ۔ (۲) اضافت لامیہ یا اضافت بمعنی لام جیسے: عَلَامٌ زَيْدٌ اے عَلَامٌ لَزَيْدٍ۔ (۳) اضافت ظرفیہ یا اضافت بمعنی فی جیسے: صَائِمُ النَّهَارِ، قَائِمُ اللَّيْلِ۔ جس میں فعل کے واقع ہونے کے وقت کا بیان ہوا۔ (خلاصۃ النحو از مولانا دلایت حسین صاحب، ص: ۱۴)

اقسام ظروف

☆..... ظرف کی دو قسمیں ہیں: (۱) ظرف زمان (۲) ظرف مکان پھر ہر ایک کی دو قسمیں ہیں (۱) ظرف محدود (۲) ظرف مبہم۔ اب ظرف کی چار قسمیں ہوں گی: (۱) ظرف زمان محدود (۲) ظرف زمان مبہم (۳) ظرف مکان محدود (۴) ظرف مکان مبہم۔ اور یَوْمٌ، لَيْلَةٌ، شَهْرٌ، سَنَةٌ، أُسْبُوْعٌ یہ ظرف زمان محدود ہے۔ اور ذَهْرٌ، حِینٌ، زَمَانٌ، وَقْتُ، عَصْرٌ یہ ظرف زمان مبہم ہے، خَلْفُکَ، اَمَامُکَ، عِنْدَکَ یہ ظرف مکان محدود ہے، دَارٌ، مَسْجِدٌ، بَيْتٌ یہ ظرف مکان مبہم ہے۔ پہلی تینوں قسموں میں ”فی“ پوشیدہ ہے جب کہ چوتھی قسم میں ”فی“ کو ظاہر کرنا پڑتا ہے۔ (خلاصۃ النحو، ص: ۱۴)

☆..... اسم ظرف کے وزن: مفتوح العین و مضموم العین اور ناقص سے مطلقاً مفعول (بفتح عین) کے وزن پر آتا ہے۔ جیسے: مَفْتُحٌ وَ مَضْمُونٌ وَ مَرْمِیٌّ اصل میں یہ مَرْمِیٌّ تھا۔ اور مکسور العین سے اور مثال سے مطلقاً بروزن مفعول (بکسر العین) آتا ہے۔ جیسے مَضْرِبٌ وَ مَوْقِعٌ ہے۔ (علم الصیغہ مترجم اردو، ص: ۳۴)

☆..... اسم ظرف کے اوزان پر ایک شعر، افادۂ درج ہے۔ (از فرزند منشورہ، ص: ۵۱)

ظرف يَفْعِلُ مَفْعِلٌ ست إِلَّا زناقص ائے کمال

غیر يَفْعِلُ مَفْعِلٌ آید دائماً إِلَّا مثال

☆..... اسم ظرف مثال واوی سے مَفْعِلٌ کے وزن پر ”خواہ مضارع کا عین کلمہ مکسور ہو یا مفتوح جیسے مَوْرِدٌ، مَوْعِدٌ، مَوْجِلٌ“۔ آتا ہے، ثلاثی مجرد کے علاوہ دوسرے ابواب سے مضارع مجہول کے وزن پر بجائے علامت مضارع کے میم مضموم لگا کر بناتے ہیں جیسے: مُنَحَدِّرٌ، مُضْطَرَبٌ، مُزْدَحَمٌ وغیرہ۔ (مصباح اللغات، ص: ۷)

☆..... ظروف غیر مبنی کو جب جملہ کی طرف اضافت کریں تو مبنی برفتحہ ہو جاتے ہیں، جیسے: هَذَا يَوْمٌ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقَهُمْ۔ یوم اور حین کو جب ”إِذ“ کی طرف مضاف کریں گے تو ”إِذ“ کو تنوین جری کے ساتھ پڑھا جائے گا، جیسے: يَوْمَئِذٍ وَحِينَئِذٍ۔ اصل میں یہ يَوْمٌ إِذْ كَانَ كَذَا تھا۔ (کتاب النحو، ص: ۵۱)

☆..... جب خبر ظرف یا جار مجرور ہو تو اس سے پہلے کوئی فعل یا شبہ فعل مقدر مانا جاتا ہے، جیسے: عِنْدِي مَالٌ أَيْ مَوْجُودٌ. زَيْدٌ فِي الدَّارِ أَيْ اسْتَقَرَّ زَيْدٌ فِي الدَّارِ. (کتاب النحو، ص: ۱۹)

☆..... ظرف کی چار قسمیں (۱) زمان محدود (۲) مبہم محدود (۳) مکان محدود (۴) مکان مبہم۔ ہر ایک کی مثال زمان محدود کی مثال صُمْتُ شَهْرًا۔ زمان مبہم کی مثال سَافَرْتُ ذَهْرًا۔ مکان محدود کی مثال جَلَسْتُ فِي الدَّارِ. مکان مبہم کی مثال جَلَسْتُ خَلْفَكَ۔ (ماخوذ از مسودہ مولانا عبدالرشید صاحب شیخ الحدیث اشرف المدارس)

ظرف مستقر اور ظرف لغو میں فرق

ظرف مستقر کہتے ہیں جب حروف جارہ کے متعلق کو حذف کیا جاتا ہے تو اس وقت حرف جار کو حذف کرنا جائز نہیں کیونکہ اس وقت متعلق اور متعلق دونوں کے

دونوں کا حذف ہونا لازم آئیگا وہ جائز ہے اسی وجہ سے اسے ظرف مستقر کہا جاتا ہے بخلاف ظرف لغو کے کہ اس کے اندر اپنا متعلق مذکور ہونے کی وجہ سے حذف ہونے کی گنجائش باقی ہے لہذا بہ نسبت ظرف مستقر اس میں کچھ نقص باقی ہے یہی وجہ ہے کہ مستقر کے مقابلے میں اسے ظرف لغو کہا جاتا ہے یا یوں کہا جائیگا کہ ظرف لغو میں متعلق مذکور ہو نیکی وجہ سے صریح ہوا ہے بخلاف ظرف مستقر کے کہ اس میں متعلق محذوف ہونے کی وجہ سے بمنزلہ کنایہ ہے اور قاعدہ مسلمہ ہے ”الْكِنَايَةُ اَبْلَغُ مِنَ التَّصْرِيحِ“ اسی وجہ سے ابلغ کا ظرف مستقر کے ساتھ اور غیر ابلغ کا ظرف لغو نام رکھا گیا ہے۔ (مآرب الطلبہ)

بحث اسم تفضیل

☆..... اسم تفضیل کا استعمال تین صورتوں کے علاوہ جائز نہیں مگر جب مفصل علیہ معلوم ہو اور معین ہو تو اس وقت اس کا حذف جائز ہوتا ہے، جیسے: اَللّٰهُ اَكْبَرُ یعنی اَكْبَرُ كُلِّ شَيْءٍ يَا اَكْبَرُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ہے۔ (کتاب النحو، ص: ۵۱)

☆..... (۱) اسم تفضیل کی تین صورتوں میں سے دو کا جمع کرنا بھی جائز ہے جیسے: زَيْدٌ اَلْاَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو۔ (۲) اسم تفضیل کے استعمال کی تینوں صورتوں میں اس کا فاعل ضمیر ہوتی ہے اور اسم تفضیل اسم ضمیر میں عمل کرتا ہے، اسم مظهر میں نہیں کرتا، مگر ایسی صورت میں کہ اسم تفضیل باعتبار لفظ کے صفت کسی چیز کی ہو اور باعتبار معنی کے صفت کسی ایسی چیز کی ہو کہ پہلی شے، اور اس کے غیر میں مشترک ہے اور نیز اسم تفضیل منفی ہو جیسے مَا رَأَيْتُ رَجُلًا اَحْسَنُ فِي عَيْنِهِ الْكُحْلُ مِنْهُ فِي عَيْنِ زَيْدٍ۔ یعنی میں کوئی ایسا آدمی نہیں دیکھا کہ اس کی آنکھ میں سرمہ بہت اچھا ہو اس سرمہ سے جو زید کی آنکھ میں ہے۔ اس مثال میں ”احسن“ باعتبار لفظ کے رَجُلًا

کی صفت ہے اور حقیقت میں کُحْل کی جو باعتبار چشم ر جل کے مفضل اور باعتبار چشم زید کے مفضل علیہ ہے پس ”أَحْسَنُ“ نے اس جگہ کُحْل اسم مظهر میں عمل کیا ہے۔
(کتاب النحو، ص: ۵۹)

☆..... قاعدہ: اسم تفضیل کا فاعل اس کی ضمیر ہوتی ہے جو کہ اس میں پوشیدہ ہے اور اسم تفضیل کا فاعل ہمیشہ ضمیر اور پوشیدہ ہوگی، اسم ظاہر نہ ہوگی، اگر ہو تو بڑی شرطوں کے ساتھ ہوگی۔ (ہدیہ صغیر، ص: ۱۱۵)

☆..... اسم تفضیل کے استعمال کی دو صورتیں ہیں (۱) اسم تفضیل مفرد ہوگا خواہ اس کا موصوف تشنیہ و جمع ہی کیوں نہ ہو، (۲) اسم تفضیل کا صیغہ اپنے موصوف کے مطابق ہوگا یعنی مفرد، تشنیہ اور جمع میں۔ مثال مفرد، زَيْدٌ أَفْضَلُ الْقَوْمِ۔ میں زید موصوف مفرد ہے اسلئے أَفْضَلُ کو مفرد لایا گیا۔ مثال تشنیہ: الزَّيْدَانِ أَفْضَلَا الْقَوْمِ۔ اس میں دونوں تشنیہ ہیں، مثال جمع جیسے: الزَّيْدُونَ أَفْضَلُوا الْقَوْمِ۔ یعنی اس میں الزَّيْدُونَ، موصوف جمع اور أَفْضَلُوا صفت اور جمع بھی ہے اور دونوں میں مطابقت بھی ہے۔

☆..... استعمال اسم تفضیل کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) جب اسم تفضیل کا استعمال اضافت کے ساتھ کیا جائے گا تو اسم تفضیل ہمیشہ مفرد و مذکر آئے گا جیسے: زَيْدٌ أَفْضَلُ الْقَوْمِ۔ (۲) جب الف لام کے ساتھ استعمال کیا جائے گا تو اس میں اس کی مطابقت موصوف کے ساتھ واجب ہے یعنی واحد، تشنیہ، و جمع میں، جیسے: زَيْدٌ أَفْضَلُ، الزَّيْدَانِ أَفْضَلَانِ، الزَّيْدُونَ أَفْضَلُونَ۔

☆..... اسم تفضیل جب حرف ”مِنْ“ کے ساتھ استعمال ہو تو اسم تفضیل کو ہمیشہ مفرد مذکر لانا ضروری ہوگا، جیسے: زَيْدٌ أَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو۔ (تیسیر النحو، ص: ۱۳۹)

☆..... اسم تفضیل کے استعمال کی جو تین صورتیں ہیں تو اسم تفضیل میں فاعل مفرد، ضمیر

محذوف مانا جائے گا اور اسم تفضیل اسی میں عمل کرے گا اور اسم تفضیل اسم ظاہر میں کوئی عمل نہ کرے گا، خواہ اسم ظاہر فاعل ہو یا مفعول۔ (تیسیر النحوص: ۱۴۰)

☆..... اسم تفضیل میں کبھی کبھی خلاف قیاس تبدیلی آتی ہے، مگر معنوں میں کوئی تبدیلی نہیں آتی، جیسے: خَيْرٌ وَشَرٌّ ہے جو اَخِيْرٌ اور اَشْرُ کے معنی میں ہیں۔ (مصباح المنیر، ص: ۱۴۰)

☆..... مفضل علیہ کو حذف کر دینے کے بعد اگر قرینہ سے معلوم ہو سکتا ہے، تو اس کا حذف کر دینا کلام کو بلیغ بناتا ہے، جیسے: اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَعْلٰی، اصل میں اَللّٰهُ اَعْلٰی مِنْ كُلِّ شَيْءٍ۔ یا اَكْبَرُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ۔ (المصباح المنیر، ص: ۱۴۰)

☆..... اسم تفضیل اگر ”مِنْ“ کے ساتھ مستعمل ہو تو ہمیشہ واحد مذکر ہوتا ہے چاہے مصداق مذکر ہو یا مؤنث، واحد ہو یا جمع، مثال: اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ اس میں صلوٰۃ مؤنث ہے خیر اسم تفضیل مذکر ہے، اسی طرح اَلرِّجَالُ خَيْرٌ مِنَ النِّسَاءِ۔ یہاں بھی رجال جمع ہے اور خیر اسم تفضیل مذکر واحد ہے۔ (تخلیۃ الاسیر، شرح نحو میر)

☆..... اگر اسم تفضیل الف لام کے ساتھ مستعمل ہو تو اس میں اسم تفضیل ہمیشہ مصداق کے مطابق ہوگا یعنی تذکیر و تانیث واحد و جمع میں، مثال: جَاءَتْ زَيْنَبُ الْفُضْلٰی۔ جَاءَ الرَّجَالُ الْاَفْضَلُوْنَ۔ (تخلیۃ الاسیر)

☆..... اگر اسم تفضیل اضافت کے ساتھ مستعمل ہو اور مصداق مضاف الیہ سے خارج ہو جیسے: یُوْسُفُ اَحْسَنُ اِخْوَتِهٖ۔ تو اس میں بھی مطابقت شرط ہے۔

☆..... اگر مصداق مضاف الیہ میں داخل ہو تو اس میں مطابقت کرنا نہ کرنا دونوں برابر ہیں، مثال: زَيْنَبُ اَفْضَلُ الْقَوْمِ اور فُضْلٰی الْقَوْمِ۔ دونوں طرح صحیح ہے۔ (تخلیۃ

الاسیر، ص: ۱۵۸)

☆..... اسم تفضیل کے صیغے صرف ثلاثی مجرد کے اوزان سے مستعمل ہیں بشرطیکہ ان

میں لون یا عیب کے معنی نہ ہوں اگر ہوں تو یہ صیغہ صفت مشبہ ہوتے ہیں۔ (المصباح المنیر، ۱۳۰)

☆..... اسم تفضیل میں فضیلت اکثر فاعلیت کے اعتبار سے ہوتی ہے۔ جیسے: أَضْرَبُ (زیادہ مارنے والا) لیکن کبھی کبھی مفعولیت کے اعتبار سے بھی تفضیل ہوا کرتی ہے۔ جیسے: أَغْرَفُ (زیادہ معروف) أَشْهَرُ (زیادہ مشہور یا مشہور تر)۔ (المصباح المنیر، ص: ۱۳۰)

☆..... اسم تفضیل میں تنوین نہیں آتی، کیونکہ وہ غیر منصرف ہے دو وجہ سے (۱) وزن فعل کی وجہ سے (۲) وصف (صفت مشبہ) کی وجہ سے، اور یہ دونوں اسباب منع صرف میں سے ہیں۔ (المصباح المنیر، ۱۳۰)

اسم تفضیل اور صفت مشبہ میں فرق: واضح ہو کہ اسم تفضیل وہ اسم ہے جو نہ نسبت دیگر، موصوف کی صفات کی زیادتی پر دلالت کرے، اس کو فعل التفضیل بھی کہتے ہیں اور صفت مشبہ وہ اسم ہے جو ایسی ذات پر دلالت کرے، جس میں صفت بطور ثبوت اور دائمی اعتبار سے ہو۔ (آر ب لطلبہ ص: ۸۸/۸۹، مصباح العوامل ص: ۱۵۳)

بحث حال ذوالحال

☆..... ذوالحال اکثر معرفہ ہوتا ہے اور حال ہمیشہ نکرہ ہوتا ہے، لیکن اگر ذوالحال نکرہ ہو تو حال کو مقدم لانا واجب ہے۔ جیسے: جَاءَ نَبِيٌّ رَأِيًّا رَجُلٌ۔ (کتاب النحو، ص: ۳۴)

☆..... کبھی حال جملہ اسمیہ ہوتا ہے اس وقت واؤ اور ضمیر یا صرف واؤ کا جملہ میں ہونا ضروری ہے۔ جیسے: لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ. الْآيَةُ، كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطَّيْنِ. (کتاب النحو، ص: ۳۴)

☆..... حال جب جملہ فعلیہ ہو اور فعل اس میں مضارع مثبت ہو تو صرف ضمیر کافی ہے

جیسے: جَاءَ نَبِيٌّ زَيْدٌ يَسْعَى (زید دوڑتا ہوا میرے پاس آیا)

☆..... جب فعل ماضی حال ہو تو اس پر حرف ”قد“ کا آنا ضروری ہے، جیسے: جَاءَ

زَيْدٌ قَدْ خَرَجَ غَلَامُهُ. (کتاب النحو، ص: ۳۴)

☆..... حال کی چھ قسمیں ہیں: (۱) مثقلہ: یعنی وہ حال ہے جو ذوالحال سے منتقل

ہو جائے اور اس کے ساتھ علی الدوام ثابت نہ رہے جیسے: جَاءَ نَبِيٌّ زَيْدٌ رَاكِبًا.

یہاں رُكُوب، یہ زید سے منتقل بھی ہوتا ہے۔ (۲) حال مؤکدہ: وہ ہے جو جزء جملہ

کی تاکید کرے، جیسے: هُوَ الْحَقُّ لَا رَيْبَ فِيهِ۔ کہ قولہ لَا رَيْبَ فِيهِ۔ یہ الْحَق کی

تاکید کر رہا ہے جو جزء جملہ ہے۔ (۳) حال متداخلہ: وہ حال ہے کہ جو حال اول کے

معمول سے حال ہو جیسے: جَاءَ نَبِيٌّ زَيْدٌ يَقُومُ غَلَامُهُ مَجْرُوحًا زَائِسَةً۔ کہ

مَجْرُوحًا۔ حال ہے قولہ غلامہ سے جو معمول ہے حال اول ”يَقُولُ“ کے۔ (۴)

حال مترادفہ: وہ حال ہے کہ جس کا عامل اور حال اول کا عامل ایک ہو جیسے: رَأَيْتُ زَيْدًا

قَائِمًا عَامِلًا۔ کہ عَامِلًا اور قَائِمًا دونوں کا عامل ایک ہے۔ (۵) حال مقدرہ: وہ

حال ہے کہ جس کا حصول زمانہ آئندہ میں مقدر ہو، اور ذوالحال بوقت اخبار اس حال

پر نہ ہو جیسے: أُولَئِكَ لَهُمْ جَنَّتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا

کہ جس وقت حق تعالیٰ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا اس وقت غلود کہاں تھا؟ بلکہ دخول جنت

کے بعد ہوگا تو بوقت خلود، اس کو مقدر کر لیا گیا۔ (۶) حال دائمہ: وہ حال ہے کہ جس پر

ذوالحال علی الدوام ہوتا ہے اور کبھی اس سے منفک (جدا) نہیں ہوتا جیسے: كَانَ اللَّهُ

قَادِرًا۔ (فرائد منشورہ در تحقیقات کلام مستورہ، ص: ۵۷)

☆..... تمیز اور حال میں پہچان یہ ہے کہ حال وہ اسم ہے جو فاعل اور مفعول کی

ہیت بیان کرتا ہے، اور تمیز وہ ہے جو عدد کا یا وزن کا، یا پیمانہ کا انہام کو دور کرتا

ہے۔ (تسہیل قواعد النحو)

اوزان اور کیل، ایک شعر میں :

پنچ اند جان من تو مقادیر را شناس
کیل ست و وزن وعد و ذراع ست و ہم قیاس

(سعیدیہ شرح کافیہ، ص: ۷۲)

حال اور تمیز میں فرق

ان دونوں کے درمیان چند وجوہ سے فرق بیان کیا جاتا ہے (۱) تمیز اپنے
متمیز کی ذات کو بیان کرتی ہے، بخلاف حال کے کہ وہ اپنے ذوالحال کی ہیئت اور صفت
کو بیان کرتا ہے، جیسے: ”جاء نى زيد راجباً“ میں راجباً ”زید“ ذوالحال کی ہیئت
اور حالت کو بیان کرتا ہے۔ (۲) حال میں ”فى“ مقدر ہوتا ہے جیسے: جاء نى زيد
راجباً کے معنی ہے جاء نى زيد فى زمان رجب، کیونکہ حال کے اندر معنی
ظرفیت موجود ہے، بخلاف تمیز کے کہ اس کے اندر من مقدر ہوتا ہے مثلاً: عندى
احمد عشر ذى حجة، أى من ذى حجة۔ (۳) حال اکثر اسم مشتق سے بنتا ہے اور تمیز
عموماً اسم جامد ہوتی ہے مثلاً ”ما فى السماء قدر راحة سحاباً“ یہاں سحاباً تمیز
ہے، اسم جامد ہے اور ضربت زید امشوداً کے اندر امشوداً حال اسم مشتق ہے۔

فائدہ:..... حال عموماً مشتق ہوتا ہے گاہ بگاہ غیر مشتق سے بھی حال واقع ہوتا ہے
جیسے: ”جاء نى زيد تيمناً“ البتہ اتنا ضروری ہے کہ وہ مشتق کے معنی میں ہو۔

(مآرب الطلبہ ص: ۹۵)

☆..... حال کبھی جملہ اسمیہ ہوتا ہے، جیسے: لا تقربوا الصلوة وانتم سكارى،
الآية، كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ۔ اس وقت واؤ کا داخل ہونا واجب ہے

(تسهيل قواعد النحو، ص: ۵۸)

☆..... حال کبھی جملہ فعلیہ ہوتا ہے اس صورت میں فعل ماضی پر قد داخل کرنا ضروری ہے، جیسے جَاءَ زَيْدٌ قَدْ خَرَجَ غَلَامُهُ، اگر فعل مضارع مثبت ہو تو پھر ضمیر کافی ہے جیسے: جَاءَ زَيْدٌ يَسْعَى۔ اس میں ”هُوَ“ ضمیر ذوالحال، يَسْعَى حال ہے۔ (تسهيل

قواعد النحو، ص: ۵۵)

☆..... ذوالحال، اگر نکرہ ہو تو اس پر حال کو مقدم کرنا واجب ہے جیسے: جَاءَ نَبِيٌّ رَاكِبًا رَجُلٌ۔ مگر حال کی بھی تقدیم اس وقت ہے جبکہ وہ نکرہ ہو اور مفرد ہو، اگر حال جملہ واقع ہو تو اس صورت میں ذوالحال پر حال کو مقدم کرنا واجب نہیں ہے، جیسے: جَاءَ نَبِيٌّ رَجُلٌ وَعَلَى كَتِفِهِ سَيْفٌ۔ (تيسير النحو، ص: ۶۵)

☆..... قاعدہ حال: اگر ذوالحال نکرہ ہو تو حال ذوالحال پر مقدم ہوتا ہے، جیسے رَأَيْتُ رَاكِبًا رَجُلًا، تو یہاں اگر حال کو مقدم نہ کریں تو ”رَأَيْتُ رَجُلًا رَاكِبًا“۔ ہو تو اس صورت میں یہ موصوف، صفت ہو جائے گا، لہذا التباس سے خالی نہیں ہے، اگر راکب کو رجلاً پر مقدم کریں گے تو یہ التباس ختم ہو جائے گا، کیونکہ صفت کبھی بھی موصوف پر مقدم نہیں ہوتی۔

حال متداخلہ اور حال مترادفہ میں فرق: دونوں میں فرق یہ ہے کہ حال متداخلہ میں دونوں حالوں کے ذوالحال الگ الگ (یعنی دو) ہوتے ہیں اور حال مترادفہ کا ذوالحال ایک ہوتا ہے۔ حال متداخلہ کی مثال یہ ہے: جَاءَ نَبِيٌّ زَيْدٌ يَقُومُ غَلَامُهُ مَجْرُوحًا رَأْسُهُ، اس مثال میں مَجْرُوحًا غَلَامُهُ سے حال ہے اور يَقُومُ غَلَامُهُ، زَيْدٌ سے حال ہے۔ مترادفہ کی مثال یہ ہے: رَأَيْتُ زَيْدًا أَقَانِمًا غَامِلًا، اس مثال میں حال اول قَانِمًا اور حال ثانی غَامِلًا دونوں کا ذوالحال ایک ہے۔ (مقدمات علوم درسیہ: ۳۴۱، ہد یہ صغیر، ۹۲)

☆..... اگر مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو تو پھر مستثنیٰ کا اعراب عامل کے موافق ہوگا، جیسے: فَهَلْ

يُهْلِكُ إِلَّا الْقَوْمَ الْفَاسِقُونَ. لَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ۔ پہلی مثال میں ”أَحَدٌ“ مشتق منہ محذوف ہے اور دوسری مثال میں ”شَيْئًا“ محذوف ہے۔ (کتاب

النحو، ص: ۳۵)

☆..... معرب وہ اسم ہے جو اپنے عامل کے ساتھ مرکب اور بنی اصل کے ساتھ مشابہ نہ ہو۔ (بدر منیر، ص: ۲۷)

اقسام اسم غیر متمکن

☆..... اسم غیر متمکن کی آٹھ قسمیں ہیں: (۱) اسمائے ضمائر (۲) اسمائے اشارات (۳) اسمائے موصولات (۴) اسمائے افعال (۵) اسمائے اصوات (۶) اسمائے ظروف (۷) اسمائے کنایات (۸) مرکب عددی یا بنائی۔ پھر اسمائے ضمائر کی چھ قسمیں ہیں: (۱) مرفوع متصل (۲) مرفوع منفصل (۳) منصوب متصل (۴) منصوب منفصل (۵) مجرور متصل (۶) ضمائر مجرور متصل بالحروف۔ (خلاصۃ النحو، صفحہ مولانا ولایت حسین ارکانی، ص: ۱۵)

اوزان جمع قلت و کثرت

☆..... جمع قلت کے چار وزن ہیں: (۱) أَفْعُلْ چوں اَکْلُبْ (۲) أَفْعَالْ چوں أَقْوَالْ (۳) أَفْعَلْ چوں اَسْبَلْ۔ (۴) فِعْلَةٌ چوں غِلْمَةٌ (۵) دو جمع سالم جو بغیر الف و لام کے ہیں یہ بھی جمع قلت پر دلالت کرتی ہیں۔ جیسے: مُسْلِمُونَ وَمُسْلِمَاتٌ۔

☆..... جمع کثرت کے دس اوزان مشہور ہیں: (۱) فِعَالْ چوں عِبَادْ (۲) فُعَالْ چوں خُدَامْ (۳) فُعَلَاءْ چوں غِلْمَاءْ (۴) فُعَلِیْ چوں مَرْضِیْ (۵) أَفْعِلَاءْ چوں أَصْدِقَاءْ، (۶) فِعْلَةٌ چوں طَلَبَةٌ۔ (۷) فُعُولْ چوں نُجُومْ (۸) فُعُلْ چوں رُسُلْ (۹)

فِعْلٌ چوں فِرَقٌ (۱۰) فِعْلَانِ چوں غِلْمَانِ. (خلاصۃ النحو، ص: ۱۹)

اسم جمع اور مطلق جمع میں فرق: اسم جمع اور مطلق جمع کے درمیان تین طریقوں سے فرق بیان کیا جاتا ہے (۱) اسم جمع اُس اسم کو کہتے ہیں جو ”مَافَوْقَ الْاِثْنَيْنِ“ پر دلالت کرے مگر جمع کے اوزان پر نہ ہو خواہ اس کیلئے مفرد ہو یا نہ ہو جیسے ”رَهْطٌ، وَجَيْشٌ“ کہ اسکا کوئی مفرد نہیں، بخلاف جمع کے کہ اس میں ان چیزوں کا ہونا ضروری ہے (ب) اسم جمع کی تصغیر لانے کیلئے اسکو مفرد کی طرف لوٹانے کی ضرورت نہیں، بخلاف مطلق جمع کے کہ اس میں مفرد کی طرف لوٹانا ضروری ہے (ج) اسم جمع خلاف قیاس کی قبیل سے ہے، بخلاف جمع حقیقی کے کہ وہ موافق قیاس ہوتی ہے۔

فائدہ: جمع اور اسم جمع کے درمیان اہل لغت کے نزدیک کوئی فرق نہیں ہے البتہ نَحْوِہ کے نزدیک مذکورہ تین فرق ہیں۔ (مفتاح الصرف ص ۱۱۶ و آداب الطلبہ ص ۹۱، التقرير الحاوی ص ۱۰۲ ج ۲، مؤلف مولانا فخر الحسن صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند ناشر مدنی کتب خانہ بفرزون کراچی)

☆ جمع قلت کا استعمال، مجازاً جمع کثرت کی جگہ، اور جمع کثرت کا استعمال مجازاً جمع قلت کی جگہ ہو سکتا ہے، جیسے: ثَلَاثَةُ فُرُوءٍ، میں فُرُوءٌ جمع کثرت ہے، جو تین کیلئے استعمال کیا گیا ہے، حالانکہ اس کی جمع قلت أَقْرَاءٌ موجود ہے۔ جمع قلت کے اوزان ایک شعر میں:

جمع قلت را چار راست امثلہ

أَفْعُلَّ وَأَفْعَالٌ وَفِعْلَةٌ وَأَفْعِلَةٌ

یعنی جمع قلت کے چار وزن ہیں (۱) أَكَلْتُ (۲) أَقْوَالُ (۳) غِلْمَةٌ (۴)

أَغْوَنَةٌ. (مہر منیر، ۸، ۵۷، بدر منیر، ۵۳)

☆ شبہ جمع کی تعریف: شبہ جمع وہ ہوتی ہے جو جمع کا معنی دے اور اس کے واحد و جمع

میں صرف ”ة“ سے تمیز ہو، جیسے: وَرَقَّةٌ سے وَرَقٌ، تَمْرَةٌ سے تَمْرٌ۔ (تسهيل قواعد النحو، ص: ۶۶)

اسم جمع، جمع اور اسم جنس میں فرق: (۱) جمع وہ لفظ ہے جو ایک جنس کے دو سے زائد افراد پر دلالت کرے اور مفرد میں کچھ تغیر کر کے بنایا گیا ہو، جیسے رَجُلٌ سے رِجَالٌ وغیرہ (ب) اسم جمع وہ اسم ہے جو دو سے زیادہ افراد پر دلالت کرے ایک یا دو پر دلالت نہ کرے، لیکن اس کا مفرد نہ ہو جیسے رَكْبٌ، رَهْطٌ وغیرہ (ج) اسم جنس وہ اسم ہے جو ایک فرد پر یا دو فرد پر بھی دلالت کرے اور دو سے زیادہ پر بھی بولا جائے، لیکن اگر خاص ایک فرد کے معنی لینے ہوں تو آخر میں تاء یا یائے مشدّد لگا دی جائے، جیسے تَمْرٌ اور رُؤْمٌ سے تَمْرَةٌ و رُؤْمِيٌّ وغیرہ۔ (مفتاح الصرف ص: ۱۱۶)

اقسام معرب و مثنی

☆..... کلمات عرب کی دو قسمیں ہیں (۱) معرب (۲) مثنی۔ پھر مبایات کی کل چھ قسمیں ہیں: (۱) تمام حروف (۲) فعل ماضی (۳) امر حاضر معروف (۴) اسم غیر متمکن (۵) اسم متمکن جب ترکیب میں واقع نہ ہو (۶) فعل مضارع کے اخیر میں نون ثقیلہ و نون خفیفہ اور جمع مؤنث کا ہو۔ اور ان چھ میں سے پہلی تین قسمیں مثنی اصل ہیں اور آخری تین مثنی غیر اصل ہیں۔

☆..... اور معرب کی صرف دو قسمیں ہیں (۱) اسم متمکن جبکہ ترکیب میں واقع ہو (۲) فعل مضارع جبکہ نون تاکید و نون جمع مؤنث سے خالی ہو۔ (النحو الیسیر، ص: ۱۹)

بحث بدل و مبدل منہ

☆..... بدل کل میں بدل کی مطابقت تذکیر و تانیث اور صیغہ میں مبدل منہ سے لازم ہے۔ بدل بعض اور بدل اشتمال میں صرف ضمیر کی مطابقت تذکیر و تانیث اور واحد،

تثنیہ و جمع میں کر لیتے ہیں۔ اور بدل غلط میں سوائے اتحاد اعراب کے اور کچھ شرط نہیں ہے۔ (کتاب النحو، ۴۴)

☆..... بدل کل میں مبدل منہ اور بدل کا مدلول ایک ہی شے ہوتی ہے جیسے: مُحَمَّد سَيِّدُ الْأَنْبِيَاءِ. (مفتاح العوامل، ص: ۱۲)

بدل الكل اور عطف بیان میں فرق: ان دونوں میں چند وجوہ سے فرق ہے: (۱) عطف بیان میں متبوع کو روشن کرنا ضروری ہے اور بدل میں ایسا نہیں (۲) عطف بیان میں متبوع مقصود ہے نہ کہ تابع، جیسے: عبد اللہ بن عمر میں، پس یہاں متکلم کا مقصود عبد اللہ کہنا ہے نہ کہ ابن عمر لیکن عبد اللہ بنسبت ابن عمر غیر مشہور ہونے کی وجہ سے وضاحت کیلئے ابن عمر کو بطور عطف بیان لایا گیا ہے، بخلاف بدل کے کہ اس میں تابع مقصود ہے نہ کہ متبوع جیسے: جَاءَ نَبِيٌّ زَيْدٌ أَخُوكَ پس یہاں متکلم کا مقصود زید کہنا نہیں، بلکہ أَخُوكَ کہنا مقصود ہے (۳) عطف بیان کیلئے علم ہونا ضروری ہے (خواہ وہ لقب یا کنیت کی قبیل سے ہی کیوں نہ ہو) بخلاف بدل کے کہ وہ غیر علم بھی ہو سکتا ہے جیسے جَاءَ نَبِيٌّ زَيْدٌ أَخُوكَ۔ (۴) عطف بیان میں اسم ظاہر ہونا ضروری ہے بخلاف بدل کے۔ (۵) عطف بیان تکرار عامل کے حکم میں نہیں، بخلاف بدل کے کہ وہ تکرار عامل کے حکم میں ہے۔ (آرب الطلحہ ص: ۱۰۸، ۱۰۹)

ضمیر شان و ضمیر قصہ

☆..... ضمیر شان: جملہ سے پہلے کبھی ایک ضمیر غائب بلا مرجع آیا کرتی ہے جب یہ ضمیر مذکر کی ہو تو اس کو ضَمِيرُ الشَّانِ، اور جب مؤنث کی ہو تو ضَمِيرُ الْقِصَّةِ کہتے ہیں۔ اور یہ مبہم ہوتی ہے، اور جملہ ما بعد اس کی تفسیر کرتا ہے، جیسے: هُوَ زَيْدٌ قَانِمٌ، كَانَهُ زَيْدٌ قَانِمٌ، إِنَّهَا هَذِهِ قَاعِدَةٌ، وغیرہ۔ (کتاب النحو، ص: ۴۵)

☆..... ضمیر کی دو قسمیں ہیں: ضمیر قصہ و ضمیر شان۔ اور ضمیر شان وہ ہے جو مذکر کیلئے ہوتی ہے جو معبود فی الذہن ہوتا ہے، جیسے: قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ۔ اور یہاں لفظ ”اللَّهُ أَحَدٌ“ سے پہلے لفظ ”هو“ ضمیر شان ہے۔ (تیسیر النحو، ص: ۹۶)

☆..... اور ضمیر قصہ وہ ہے جو مؤنث کیلئے ہو جیسے: اِنَّهَا زَيْنَبُ قَائِمَةٌ۔ یہاں ”ها“ ضمیر جو زَيْنَبُ قَائِمَةٌ سے پہلے مذکور ہے اسی کو ضمیر قصہ کہتے ہیں۔ (تیسیر النحو، ص: ۹۶)

☆..... ضمیر مبہم کی تعریف: جب ضمیر کا مرجع متعین اور معلوم نہ ہو تو سوال ہوتا ہے کہ اس ضمیر کو کس طرف راجع کریں، اسلئے مرجع نہ ہونے کی وجہ سے اس ضمیر کو ضمیر مبہم کہتے ہیں۔ (مصباح العوامل، ص: ۳۱)

☆..... علامہ تبریزی شارح حماسہؒ نے لکھا ہے، کہ چھ چیزوں میں ”اضمار قبل الذکر“ جائز ہے اور وہ یہ ہیں: خمر، حرب، فرس، معشوق، سیف، اور لفظ اللہ۔ (مسودہ مقامات دوم، ص: ۶۸، از راقم)

بحث اسم موصول وصلہ

☆..... اسم موصول: بغیر صلہ کے جملہ کا پورا جز نہیں ہو سکتا اور صلہ اس کا جملہ خبریہ ہوتا ہے اور عائد ایک ضمیر ہو جو موصول کی طرف پھیرے، جیسے: اَلْخَنَاسِ الَّذِي يُؤَسُّوْسُ۔ میں الَّذِي اسم موصول اور يُؤَسُّوْسُ فعل ضمیر ”هُوَ“ راجع بطرف موصول جو اس کا فاعل ہے فعل اپنے فاعل سے ملکر جملہ ہوا۔ (کتاب النحو، ص: ۴۶)

☆..... اسم موصول وہ ہے جو اپنے صلہ کے بغیر مبتدا، خبر، فاعل اور مفعول وغیرہ نہ بن سکے جیسے: جَاءَ نَبِيُّ الَّذِي طَلَبْتُهُ۔ (مصباح المنیر، ص: ۴۴)

☆..... صلہ: لغۃً، اس کا معنی ملنا و ملانا۔ لیکن اصطلاح نحو یوں میں صلہ اس جملہ کو کہتے ہیں جو اسم موصول کے بعد آوے، جیسے: جَاءَ نَبِيُّ الَّذِي طَلَبْتُهُ۔ (مصباح

(المنیر، ۴۴)

☆..... اسم موصول کا صلہ جملہ ہونا ضروری ہے۔ مرکبات غیر تامہ کہ جہاں مسند و مسند الیہ نہ ہوں، اسم موصول کا صلہ نہیں بن سکتے لیکن اگر الف و لام بمعنی الذی موصول ہو تو اس الف و لام بمعنی الذی کا صلہ جملہ ہونا ضروری نہیں ہے۔ (مصباح العوامل، ص: ۱۶۱)

☆..... شرط و جزا کے چند قواعد یہ ہیں: (۱) جس وقت شرط کی جزا جملہ اسمیہ ہو تو جزا پر ”فا“ کا لانا لازم ہے جیسے: إِنْ تَأْتِنِي فَأَنْتَ مُكْرَمٌ۔ (۲) اگر شرط کی جزا امر ہو تب بھی جزا پر ”فا“ کا لانا لازم ہے جیسے: إِنْ رَأَيْتَ زَيْدًا فَكْرِمْهُ۔ (۳) اگر جزا نہی ہو تب بھی ”فا“ کا لانا لازم ہے جیسے: إِنْ أَتَاكَ عَمْرٌ وَقَلَّ تَهْنَةُ۔ (۴) ایسا ہی جس وقت شرط کی جزا جملہ ہو تب بھی ”فا“ کا لانا لازم ہے جیسے: إِنْ أَكْرَمْتَنِي فَجَزَاكَ اللَّهُ خَيْرًا۔ (ہدیہ صغیر، ص: ۸۴)

بحث منادی

(۱)..... منادی مفرد چاہے معرفہ ہو یا نکرہ، دونوں صورتوں میں مبنی بر رفع ہوتا ہے جیسے: يَا زَيْدُ، يَا رَجُلُ۔ (۲) منادی پر جب الف لام استغاثہ داخل ہو تو منادی مجرور ہوتا ہے۔ جیسے: يَا لَلْمِيزِ لَزَيْدٍ۔ (۳) اخیر میں الف استغاثہ کے لاحق ہونے سے مفتوح ہوتا ہے مگر اس وقت اُس پر لام نہیں ہوتا جیسے: يَا زَيْدًا وَيَا زَيْدًا۔ (کتاب النحو، ص: ۳۱)

☆..... اگر منادی معرف باللام ہو تو حرف ندا اور منادی کے درمیان مذکر کیلئے ”اَيْهَا“ اور مؤنث کیلئے ”اَيْتُهَا“ کا فصل لاتے ہیں، مذکر کیلئے، جیسے: يَا اَيْهَا النَّبِيُّ۔ اور مؤنث کیلئے، جیسے: يَا اَيْتُهَا الْمَرْأَةُ۔ مگر لفظ ”اللہ“ پر جب حرف ندا داخل ہوگا تو ”اَيْهَا، اَيْتُهَا“

فصل در میان میں نہیں لایا جائے گا، بلکہ یَا اَللّٰہُ کہا جائے گا، اور ندا میں جب ”زید“ کو کھینچیں گے تو زید کی دال پر ضمہ نہیں پڑھیں گے بلکہ فتح کر کے الف لائیں گے، جیسے: یَا زَيْدًا۔ کبھی یا اَبی یا اُمّی کی یائے متکلم کو حذف کر کے ”تاء“ لگاتے ہیں جیسے: یَا اَبَتِ یا اُمّتِ کہتے ہیں۔ (کتاب النحو، ص: ۳۱، ملفوظات فقیہ الامت ششم، ص: ۲۲)

☆..... جب منادی معرف باللام ہو تو منادی اور حرف ندا کے درمیان لفظ ”اَیُّہَا“ مذکر کیلئے، اور ”اَیُّہَا“ مؤنث کیلئے لاتے ہیں۔ جیسے: یَا اَیُّہَا الْاِنْسَانُ مَا عَرَّكَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ. یَا اَیُّہَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکَ الْخ. یہ اسلئے کیا جاتا ہے تاکہ دونوں (ندا و منادی) کو جوڑا جاسکے اور آسان ہو جائے۔ کیونکہ یَا الْاِنْسَانُ ماسی طرح، یا النَّفْسُ وغیرہ بولا نہیں جاتا۔ (تیسیر القرآن، تفسیر عم، ص: ۵۰)

☆..... منادی مفرد سے مراد یہ ہے کہ یہ مضاف اور مشابہ مضاف نہ ہو، مکرہ غیر معین نہ ہو، چاہے تشنیہ ہو جمع ہو کیونکہ مفرد جس وقت مضاف کے مقابلے میں ہوگا اس وقت مفرد میں تشنیہ جمع سب داخل ہونگے، جیسے: یَا زَيْدَانِ یَا مُسْلِمُوْنَ وغیرہ (ہدیہ صغیر، ص: ۷۸)

بحث اسم تصغیر

(۱)..... مصغر وہ اسم ہے جس میں تصغیر کی گئی ہو۔ تصغیر صرفیوں کی اصطلاح میں لفظ میں ایسی تبدیلی کرنے کو کہتے ہیں، جو کسی کی حقارت یا قلت یا عظمت پر دلالت کرے، جیسے: رُجُلٌ. (حقیر سا آدمی، یا چھوٹا سا آدمی)۔ (النحو الیسیر، ص: ۱۵)

☆..... اسم تصغیر کے چند قاعدے ہیں (۱) ثلاثی مجرد سے اسم تصغیر فاعیل کے وزن پر آتا ہے جیسے عَبْدٌ سے غَبِیْدٌ، رَجُلٌ سے رُجُلٌ ہے۔ (۲) اگر مؤنث معنوی ثلاثی ہو تو اسم تصغیر میں (ة) ظاہر کی جاتی ہے جیسے اَرْضٌ سے اَرْضَةٌ، شَمْسٌ سے

شَمِيسَةٌ ہے، البتہ اس کیلئے شرط یہ ہے کہ التباس کا خطرہ نہ ہو مثلاً: خَمْسٌ کی جب تصغیر بنانی ہوگی، جب معدود مؤنث ہو تو خَمِيسٌ کہیں گے، نہ کہ خُمِيسَةٌ ورنہ خَمْسَةٌ کی تصغیر سے مشابہ ہو جائے گا جو معدود مذکر کیلئے ہے۔ (۳) اگر کسی کلمہ میں حرف علت ہو اور تعلیل ہو چکی ہو تو تصغیر بناتے وقت وہ اپنے اصل کی طرف لوٹ جائے گا، جیسے: بَابٌ کی تصغیر بُوبٌ اور نَابٌ کی تصغیر نُيبٌ ہوگی۔ (ازداری مؤلف)

بحث اسم منصوب بنزع الخافض

☆..... اسم منصوب بنزع الخافض: یعنی اگر حرف جر کو کلمہ سے نکال دیں، اور مراد لیں تو حرف جر کی وجہ سے مدخول سابق کو نصب آیا کرتا ہے اس کو نَحَاة کی اصطلاح میں منصوب بنزع الخافض کہتے ہیں۔ مثال جَاءَ نِيْ یہ اصل میں جَاءَ إِلَيَّ ہے۔ نیز نصب بنزع الخافض سماعی ہے قیاسی نہیں، اور سماعی کا استعمال اپنے مواضع میں محصور ہوتا ہے کثیر الوقوع نہیں ہوتا۔ اور نصب بنزع الخافض کیلئے شرط ہے کہ حذف جار کی صورت میں بعینہ اس حالت پر ہو جو وجود جار کی صورت میں تھی، جیسے: مَرَرْتُ الدِّيَارَ۔ کہ دراصل مَرَرْتُ بِالدِّيَارِ تھا اور لفظ ”الدیار“ ہر دو حالت میں معرّف باللام ہے۔ (علمی جواہر پارے، ص: ۱۶، مصباح المنیر ص: ۴۴ و معلم الانشاء اول)

☆..... اسم منصوب بنزع الخافض وہ اسم ہے جس میں ”فی“ مقدر ہوتا ہو، جیسے: جَلَسْتُ مَسْجِدًا اَيُّ فِيْ مَسْجِدٍ۔ (تسهيل قواعد النحو، ص: ۶۳)

☆..... اسم جمع: اسے کہتے ہیں جس کی واحد نہ ہو جیسے: قَوْمٌ، خَيْلٌ، رَهْطٌ۔ (تسهيل النحو، ص: ۶۶)

اسم جنس، علم جنس اور علم شخصی کا فرق

تینوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ اسم جنس وہ ہے جس کو واضع نے افراد سے

قطع نظر کر کے مفہوم کلی کیلئے وضع کر کے محض نفس ماہیت کا تصور کیا ہو، جیسے لفظ اسد قطع نظر کر کے اس کو واضع نے ماہیت حیوان مفترس کیلئے وضع کیا ہے، اس میں افراد کا کوئی لحاظ نہیں، علم جنس وہ ہے کہ جس کو واضع نے وضع کرتے وقت ماہیت کو خصوصیات ذہنیہ کے ساتھ تصور کیا ہو، جیسے حصّاجر کہ اس کی وضع وضع کیلئے خصوصیات ذہنیہ کے ساتھ یعنی ”عَظِيمُ البَطْنِ“ کو مد نظر رکھتے ہوئے کی گئی ہے علم شخصی اس کو کہتے ہیں جس کو واضع نے وضع کرتے وقت ماہیت کو خصوصیاتِ شخیصہ کے ساتھ تصور کیا ہو، جیسے زید کہ یہاں وضع کرتے وقت ماہیت انسان کے ساتھ شخصیاتِ خارجیہ یعنی دست، پا وغیرہ کا بھی تصور کیا گیا ہے۔ (آرَب الطلحہ ص: ۱۸۵)

☆..... عربی میں فُعَلٰی کے وزن پر اسم جمع صرف دو آتے ہیں (۱) حُجَلٰی (۲) ظُرُبٰی۔ (ظفر المحصلین، ص: ۲۶۵)

☆..... (۱) صرف واحد میں تبدیلی حرکت سے بنتی ہے جیسے اُسْد سے اُسْد۔ (۲) کبھی واحد میں سے کوئی حرف حذف کر کے، جیسے رَسُوْل سے رُسُل۔ (۳) کبھی کسی حرف کی زیادتی سے بنتی ہے جیسے رَجُل سے رَجَال۔ اور جمع مکسر کی دو قسم ہیں۔ قلت وکثرت۔ (تسهيل قواعد النحو)

☆..... اگر کم خبریہ کی تمیز میں فصل ہوتا ہے تو اس میں ”مِنْ“ کا لانا واجب ہے۔ جیسے: کُمْ اَهْلُکُمْ مِّنْ قَرْیَةٍ۔ (تسهيل قواعد النحو، ص: ۳۴)

☆..... جو اشیاء صدارت کلام کو چاہتی ہیں وہ کل چھ ہیں جیسا کہ اس قطعہ سے معلوم ہو سکتا ہے:

در فصیحاں شد ایں نظم تمام	شش چیز بود مقتضی صدر کلام
نفی آمد و لام ابتدا گشت تمام	شرط و قسم و تعجب و استفہام

(حاشیہ سعیدیہ شرح کافیہ، ص: ۳۴)

بحث تذکیر و تانیث

☆..... عربی میں ہواؤں کے نام مؤنث ہیں، جیسے: قَبُول، دَبُور، حَصِيف، حُرُور، سَمُوم۔ وغیرہ۔ (معلم الانشاء اول)

☆..... عربی میں مؤنث لفظی کی تین قسمیں ہیں (۱) تائے تانیث لفظی جیسے: طلحة، (۲) الف مقصورہ جیسے حُبْلَى، (۳) الف ممدودہ، جیسے: حَمْرَاء۔

☆..... عربی میں مؤنث معنوی کی چار قسمیں ہیں: (۱) تمام ملکوں، شہروں، قبیلوں اور جماعتوں کے نام مؤنث ہیں، جیسے: مصر، ہند، دہلی، قریش، مسلم لیگ وغیرہ۔ (۲) تمام عورتوں کے نام مؤنث ہیں جیسے مریم، ہند وغیرہ۔ (۳) ہوا کیلئے جو اسماء ہیں وہ تمام مؤنث ہیں، مثلاً: ریح، صَبَا، قَبُول، جُنُوب، شِمَال، دَبُور، صِيف، حُرُور، سَمُوم، صَرُصَر، نکباء۔ (۴) جسم کے وہ اعضاء جو جفت ہیں، مگر یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے کیونکہ مرفق، خد، الحاجب، صَدُغ اور اللُحْیٰ مذکر ہیں۔ (معلم الانشاء اول)

☆..... یاد رہے کہ مؤنث کی علامتیں آٹھ ہیں جو مندرجہ ذیل اشعار میں مذکور ہیں:

ہشت علامات مؤنث را بداں ÷ تائے ساکن، تائے متحرک را بخواں
الف مقصورہ وممدودہ را شمار ÷ بعد ازاں کسرہ بداں اے یار غار
تائے مقدرہ یائے ساکن را بگیر ÷ بعد ازاں ہم نون مفتوح را پذیر
(إظهار الصدف: ۶۳)

☆..... مؤنث سماعی کے قاعدے یہ ہیں (الف) وہ سارے اسماء جو مؤنث کے اعلام ہوں جیسے: مریم، زینب وغیرہ، یا وہ اسماء جو طبقہ اناث کے ساتھ مختص ہوں جیسے اخت، ام وغیرہ۔ یا وہ سارے اسماء جو شہر یا قبیلہ کے نام پر ہوں جیسے: مصر، دہلی، قریش وغیرہ۔ یہ

سب مؤنثات سماعیہ ہیں۔ (ب) وہ اعضاء انسانی جو دو، دو ہوں وہ سب (اکثر) مؤنث ہیں، مگر صَدَغ، مِرْفَق، حَاجِب، خَذَّ مذکر ہے۔ (ج) ہوا کیلئے جو اسماء ہیں وہ تمام مؤنث ہیں، مثلاً: ریح، صَبَا، قَبُول، جُنُوب، شِمَال، دُبُور، صَيْف، خُرُور، سَمُوم، صَرُور، نِکباء۔ (د) تمام حروف تہجی مؤنث ہیں، (ه) شراب کے تمام نام مؤنث سماعی ہیں جیسے: خمر وغیرہ (و) دوزخ کے تمام نام مؤنث سماعی ہیں جیسے سَقَر، سَعِير، جَحِيم وغیرہ۔ (مقدمہ مصباح اللغات، ص: ۱۰، بلسر منیر ۴۹، المصباح المنیر، ص: ۵۷)

☆..... مؤنث کی دو صورتیں ہیں (۱) مؤنث برائے ذوی العقول، جیسے: الْمَرْأَةُ، الْمُسْلِمَةُ۔ (۲) مؤنث برائے غیر ذوی العقول جیسے: النَّاقَةُ اور فعل کو مؤنث لانا، مؤنث حقیقی ذوالعقول میں واجب ہے، نہ کہ غیر ذوی العقول میں۔ (تخلیۃ الاسیر، ۱۳۳) ☆..... کسی کلمہ کے آخر میں اگر الف مقصورہ ہو اور وہ الف مقصورہ کلمہ کا جزء ہو تو وہ مؤنث نہیں کہلائے گا، جیسے موسیٰ، عیسیٰ، وغیرہ، اگر یہ کلمہ کا جزء نہ ہو بلکہ علامت تانیث ہو تو مؤنث کہلائے گا جیسے: حُبْلَى وغیرہ۔ (المصباح المنیر، ص: ۵۶)

☆..... وہ الفاظ جو تذکیر و تانیث دونوں طرح جائز ہیں وہ یہ ہیں، کہ تمام شہروں کے نام بتاویل مَوْضِعْ مذکر ہیں، اور بتاویل بَقْعَة مؤنث ہیں۔ (بدر منیر، شرح نحو میر: ۴۹) ☆..... جو اسماء مذکر و مؤنث کیلئے مستعمل ہیں وہ فَعِيلٌ وَفَعُولٌ کے وزن پر اکثر آتے ہیں، تو ان میں بلا علامت تانیث صفت و موصوف میں مطابقت ہوگی، اور جن اسماء میں ”ت“ تانیث کے معنی میں استعمال نہ ہو جیسے: عَلَّامَةٌ، تو ان کو مذکر شمار کریں گے۔ اور جو اسماء بغیر تائے تانیث مؤنث کیلئے آویں جیسے: حَائِضٌ، طَالِقٌ، تو ان کو حکماً مؤنث شمار کیا جائے گا۔ (المصباح المنیر، ص: ۱۳۹)

☆..... وہ اسماء جن میں تذکیر و تانیث دونوں جائز ہیں، ان میں مشہور یہ ہیں:

إِبْطَ، إِبْهَامٌ، إِزَارٌ، بَلَدٌ، جَرَادٌ، حَالٌ، حَانُوتٌ، دِرْعٌ، دُلُوعٌ، رَوْحٌ، رُقَاقٌ، سَبِيلٌ،
سُرَى، سَرَائِلُ، سَلَاخٌ، سِكِّينٌ، سُلَمٌ، سَلَمٌ، سَمَاءٌ، سُوقٌ، صَاعٌ، ضَحَى،
طَرِشٌ، طَرِيقٌ، عَجَزٌ، عَصْدٌ، عِقَابٌ، عَقْرَبٌ، عُنُقٌ، عَنَكَبُوتٌ، فِرْدَوْسٌ، فَهْدٌ،
قِدْرٌ، قَضَاءٌ، قَمِيصٌ، كَبَدٌ، لِسَانٌ، مِسْكٌ، مِلْحٌ، مِنْجَنِيْقٌ، هُوسَى، نَفْسٌ، وَرَاءٌ،
اور انہی کے ساتھ حروف تہجی بھی لاحق ہیں۔ (مقدمہ مصباح اللغات، ص: ۱۰)

بحث صفت وموصوف

☆..... اسم صفت کی پانچ قسمیں ہیں: (۱) اسم فاعل جیسے: عَلِمَ (۲) اسم مفعول جیسے:
مَعْلُومٌ، (۳) صفت مشبہ جیسے: عَلِيْمٌ (۴) اسم تفضیل جیسے: أَعْلَمُ (۵) اسم مبالغہ
جیسے: عَلَامٌ وَعَلَامَةٌ۔ اور صفت عموماً اسمائے صفات سے لائی جاتی ہے، مگر کبھی صفت
کیلئے جملہ یا شبہ جملہ بھی آتا ہے۔ (معلم الانشاء اول، ص: ۱۹)
☆..... موصوف اگر کسی غیر عاقل کی جمع ہو تو صفت عموماً واحد مؤنث ہی آتی ہے جیسے
الشَّجَرَاتُ الطَّوِيلَةُ۔ (معلم الانشاء اول، ص: ۲۰)

بحث تاکید معنوی

☆..... تاکید معنوی آٹھ الفاظ ہیں، جس میں سے نَفْسٌ، عَيْنٌ واحد تثنیہ اور جمع کیلئے
آتے ہیں۔ اور كِلَا وَكِلْتَا یہ دونوں تثنیہ کیلئے، اور كُلٌّ، أَجْمَعُ، اِكْتَمَعُ، اَبْصَعُ یہ
صرف جمع کیلئے استعمال ہوتے ہیں۔ (تسهيل قواعد النحو، ص: ۵۶)

بحث جملہ انشائیہ

☆..... عرض کی تعریف یہ ہے کہ عرض وہ جملہ انشائیہ ہے جس میں کسی چیز کی
درخواست نرمی سے کی جائے، جیسے: أَلَا تَنْزِلُ بِنَا فَتُصِيبَ خَيْرًا۔ (تسهيل قواعد

(النحو، ص: ۷۲)

☆..... قرآن پاک میں جہاں جہاں جملہ انشائیہ آیا ہے اس میں جملہ خبریہ پوشیدہ ہوتا ہے مثلاً جنت کی خبروں سے جنت کی طلب اور اس کے اعمال کا حکم ثابت ہوتا ہے، اسی طرح جہنم کی خبروں سے پناہ مانگنا اور اس کے اعمال سے احتراز مقصود ہوتا ہے۔
(تسهيل قواعد النحو، ص: ۷۲)

چند اہم الفاظ کے نحوی تحقیق

☆..... الف لام: جب کسی جمع پر داخل ہوتا ہے تو وہ جمع کے معنی میں نہیں رہتا بلکہ استغراق کے معنی میں بدل جاتا ہے۔ (از تقریر مولانا سرفراز صفدر صاحب مدظلہ)
☆..... مشبہ اور مشبہ بہ میں وجہ تشبیہ صرف ایک ہی چیز ہوتی ہے۔ (از تقریر مولانا سرفراز صفدر صاحب مدظلہ)

☆..... اسم مرہ: جو مصدر فعل کے عدد کو بیان کرے، اس کو اسم مرہ کہتے ہیں اس کا وزن فَعْلَةٌ ہے اور جو مصدر فعل کی نوعیت کو بیان کرے اس کو اسم نوع کہتے ہیں اور وزن اس کا فَعْلَةٌ ہے۔ (تسهيل قواعد النحو، ص: ۳۸)

☆..... قیام یہ قائم کی جمع نہیں ہے بلکہ مصدر ہے بمعنی قائمین، اور یہ واحد، جمع سب کیلئے مستعمل ہے۔ (معلم الانشاء اول)

☆..... ابوحنیفہ: لفظ اب، اور ابن کی نسبت جب کسی غیر ذوی العقول کی طرف کی جاتی ہے تو اس کا معنی ”والا“ کیا جاتا ہے۔ (معلم الانشاء اول)

☆..... سُبْحَانَ: یہ تعجب کیلئے بھی ہوتا ہے، اور تعجب کیلئے وہاں ہوتا ہے جہاں عادت سے بڑھ کر واقعہ ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے۔ (معلم الانشاء اول)

☆..... بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ: کو فیمین کے نزدیک یہاں جانب موصوف ہے اور غرب

صفت ہے ان کے نزدیک موصوف کی اضافت، صفت کی طرف بلا قید جائز ہے۔ جیسے مثال مذکور میں ہے، لیکن بصریین کے نزدیک بلا قید جائز نہیں، اس لئے وہ یوں قید لگاتے ہیں اے بِجَانِبِ الْمَكَانِ الْغُرَبِيِّ. (معلم الانشاء اول)

☆..... وَ يَكُنَّ: یہاں ”وَيَ“ بمعنی التعجب کے ہے اور اسم فعل ہے اور كُنَّ حرف تشبیہ ہے۔ (معلم الانشاء اول)

☆..... سَهْلٌ: یہ لفظ عربی ہے اگر یہ نکرہ پر داخل ہو تو تعین افراد کیلئے ہوتا ہے۔ اگر ”ماء“ پر داخل ہو تو تعین اجزا کیلئے ہوتا ہے۔ (معلم الانشاء اول)

☆..... جملہ اسمیہ اور مرکب توصیفی میں فرق یہ ہے کہ مرکب توصیفی میں دونوں اجزائے تعریف اور تنکیر میں یکساں ہوتے ہیں۔ لیکن جملہ اسمیہ میں پہلا جزء معرفہ اور دوسرا جزء نکرہ ہوتا ہے۔ (عربی کا معلم اول)

☆..... مرکب تام، جملہ اور کلام ایک ہی چیز کا نام ہے۔ یعنی مرکب تام کو کلام اور جملہ بھی کہتے ہیں۔ (عربی کا معلم اول، ص: ۲۲)

☆..... ایک شے کی کئی کئی خبریں ہو سکتی ہیں جیسے: لَا غَلَامَ رَجُلٍ ظَرِيفٌ فِي الدَّارِ. یہاں ”لَا“ کا اسم غلام رَجُلِ ہے اور ظریف خبر اول مَوْجُودَةٌ فِي الدَّارِ متعلق سے ملکر خبر ثانی، پھر جملہ اسمیہ ہوا۔ (ہدیہ صغیر، ص: ۷۲)

قاعدہ:..... مشہور قاعدہ ہے کہ ہر لفظ نکرہ اضافت کے بعد معرفہ ہو جاتا ہے، مگر اس قاعدہ سے یہ الفاظ (غیر، سوبی، شبہ، مثل اور نظیر وغیرہ) مستثنیٰ ہیں کیونکہ یہ الفاظ اضافت کی وجہ سے معرفہ نہیں بنتے۔ اور اہل عرب ان حروف کو ”حروف متوغلغفی الابهام“ (یعنی وہ حروف کہ جن میں انتہائی درجہ کا ابہام پایا جاتا ہے) کہتے ہیں۔ ان کی مثال: جیسے جَاءَ رَجُلٌ مِثْلَكَ اَوْ سِوَاكَ اَوْ شَبْهُكَ اَوْ نَظِيرَكَ اَوْ غَيْرَكَ. (یعنی آیا کوئی آدمی تمہارے مثل یا تمہارے سوا

یاتمہارامشابہ یاتمہارے نظیر یاتمہارے غیر)۔ (المعجم الوسیط فی الاعراب، ص: ۲۱۳)

بحث مرکبات نحوی

چھ مرکبات نحوی دواشعار میں:

بود ترکیب نزدنحویاں شش بیادش گیر از خائف زفوتی

اضائی داں وتوصیفی ومزجی وتعدادی واسنادی وصوتی

یعنی مرکبات نحوی چھ ہیں (۱) مرکب اضافی جیسے: غُلامُ زبید (۲) مرکب

توصیفی، جیسے: زَجُلٌ عَالِمٌ (۳) مرکب منع صرف (مزجی) جیسے: بَغْلَبْکُ (۴)

مرکب بنائی (تعدادی) جیسے: أَحَدَ عَشَرَ (۵) مرکب اسنادی (مرکب مفید) جیسے:

زَبْدٌ قَائِمٌ (۶) مرکب صوتی، جیسے سبویہ۔ (تخلیۃ الاسیر، ص: ۳۴)

فائدہ:- مرکب اسنادی کو مرکب مفید، جملہ، کلام، اسناد تام، مرکب تام بھی کہا جاتا

ہے۔ اور مرکب غیر مفید تین ہیں۔ مرکب اضافی، مرکب بنائی اور مرکب منع صرف۔

بحث حصر

حصر کی دو قسمیں ہیں (۱) حصر استقرائی (۲) حصر عقلی۔ حصر عقلی یہ ہے کہ جس

میں نفی و اثبات کے ذریعہ اقسام (حصر) بیان کئے جائیں۔ حصر استقرائی وہ ہے جس میں

جس قدر قسمیں (حصر کی) معلوم ہو سکیں ان کو بیان کر دیا جائے۔ (مصباح المنیر، ۱۲)

☆..... دلیل حصر کی چار قسمیں ہیں (۱) عقلی (۲) قطعی (۳) استقرائی (۴) جعلی۔

حصر عقلی وہ ہے کہ جس میں محض اقسام (حصر) کے ملاحظہ سے جزم بالانحصار حاصل

ہو جائے جیسے یوں کہیں کہ شے یا موجود ہوگی یا معدوم، اب تیسری چیز کا احتمال باقی نہ

رہا۔ حصر قطعی وہ یہ ہے کہ ایسی دلیل سے حاصل ہو جو قسم آخر کے محال ہونے پر دلالت

کرے جیسے ہر شے یا واجب ہوگی یا ممکن، تو کسی تیسری قسم کا وجود از روئے دلیل محال

ہے۔ حصر استقرائی، یہ ہے کہ جو تتبع وتلاش سے حاصل ہوا ہو جیسے ابواب ثلاثی مجرد کا چھ میں منحصر ہونا۔ حصر جعلی وہ ہے کہ جو محض تمایز سے کہ جس کا لحاظ تقسیم کرنیوالا کیا کرتا ہے حاصل ہوا اگر کوئی کہے کہ نفس کلمہ میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کلمہ معنی پر دلالت کرے اور ”أَنْ تَدُلَّ“ کا معنی بھی یہی مطلب ہے۔

حصر اور اختصاص میں فرق: ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ اختصاص یہ خصوص سے ماخوذ ہے جو دو چیزوں سے حاصل ہوتا ہے، ایک معنی عام دوسرے معنی خاص مثلاً ”ضَرَبْتُ زَيْدًا“ ہے جو ایک ضرب عام کی خبر دے رہا ہے اس کے اندر تین چیزیں ہیں (ا) ضرب مطلق (ب) ضرب کا آپ سے صادر ہونا (ج) ضرب کا زید پر واقع ہونا تو اس میں خصوصیت آگئی۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس میں دو جہتیں ہیں یا تو اس جہت کے عموم کا قصد ہو تا ہے، یا جہت خصوص کا۔ اور جہت خصوص ہی کو اختصاص کہتے ہیں اور حصر اس کو کہتے ہیں جس میں جہت خصوص ثابت ہونے کے ساتھ ساتھ جہت عام کی نفی بھی کی جائے، گویا دو نوں جہت سے خصوص ہو، جس کی تعبیر ماوراء اور انما سے کی جاتی ہے مثلاً ”مَا ضَرَبْتُ إِلَّا زَيْدًا“ (میں نے زید ہی کو مارا اور کسی کو نہیں مارا) اس میں آپ کیلئے ضربیت زید ثابت کی گئی ہے اور زید سے غیر کی ضربیت کی نفی کی گئی ہے، نیز یہ بھی مخفی نہ رہے کہ کلام عرب میں چند جگہ حصر ہوتا ہے۔ (۱) اِنَّمَا کے بعد، جیسے: ”اِنَّمَا الْعَمَلُ بِالْأَيَّامِ“ (ب) اثبات بعد النفي والنفي بعد الاثبات يفيد الحصر، كما في قوله تعالى: ”وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ“ (ج) تقديم ماحقه التاخير يفيد الحصر و تاخير ماحقه التقديم يفيد الحصر كَمَا فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: ”إِيَّاكَ نَعْبُدُ“ یہاں ضمیر منصوب منفصل فعل پر مقدم ہے، اس کی وجہ سے اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ”نَحْصُكَ بِعِبَادَةٍ لَا نَعْبُدُ غَيْرَكَ“ (د) جب خبر اور مبتدا دونوں معروف ہوں، جیسے: ”زَيْدُهُوَ الْقَائِمُ“ یعنی قیام زید ہی میں منحصر ہے، مگر یہ یاد رہے کہ مبتدا اور خبر دونوں کا معروف ہو کر حصر کا فائدہ دینا یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے، بلکہ اکثر یہ ہے۔ (سعید یہ شرح کافی، ص ۳۰، مادہ اطلبہ ص ۱۰۶، ۱۰۷)

کل مبنیات

☆..... مبنیات کل سات ہیں: (۱) ضمائر، (۲) اسمائے اشارات (۳) اسمائے موصولات، (۴) اسمائے کنایات (۵) اسمائے افعال (۶) اسمائے اصوات (۷) اسمائے ظروف - اور مبنی اصل تین چیزیں ہیں - (الف) فعل ماضی (ب) امر حاضر معروف (ج) جملہ حروف، اور جوان تین چیزوں سے مشابہت رکھتے ہیں وہ بھی مبنی ہیں مگر وہ کتنے ہیں اس کی کوئی حد نہیں ہے صرف کلام عرب کے سماع پر موقوف ہیں -
(المصباح المنیر ۱۶۶)

☆..... مَبْنِیٰ: یہ مَرْمِی کے وزن پر اسم مفعول کا صیغہ ہے از ضرب، مصدر بناء ہے بمعنی برقرار رہنا اور متغیر نہ ہونا۔ (بدر منیر، ۲۶، المصباح المنیر ۱۶۶)

☆..... اسمائے کنایات وہ ہیں جو عدد مبہم یا کلام مبہم پر دلالت کرے، جیسے بَکْم، کَذَا

☆..... مثال کے لغوی معنی ہیں ”ایک جیسا“ - اور مہموز کے لغوی معنی ہیں کوزا پشت، ٹیڑھی کمر والا۔ (ہدیہ صغیر)

بحث اسمائے ستہ مکبرہ

☆..... اسمائے ستہ مکبرہ کے اعراب حرفی کی چار شرطیں ہیں (۱) یہ واحد ہوں (یعنی تشنیہ، جمع نہ ہوں)۔ (۲) مکبرہ ہوں (مصغرہ نہ ہوں)۔ (۳) مضاف ہوں (غیر مضاف نہ ہوں)۔ (۴) وہ مضاف غیر یا ئے متکلم کی طرف ہوں، تو آب و غیرہ کا اعراب بالحروف یعنی واؤ، الف، اور یاء کے ساتھ ہوگا جو کہ اعراب بالحروف ہے، اگر مذکورہ شرائط نہ پائی گئی تو (الف) اگر وہ واحد نہ ہوں بلکہ تشنیہ و جمع ہوں اس صورت میں اس میں تشنیہ و جمع کا اعراب ہوگا مثال: جَاءَ نَبِیُّ أَبَوَانِ رَأَيْتُ أَبَوَيْنِ مَرَرْتُ بِأَبَوَيْنِ (ب) اگر وہ مصغر ہو تو اس میں مفرد منصرف صحیح کا اعراب ہوگا جیسے: جَاءَ نَبِیُّ

أَبِي رَأَيْتُ أَبِيًا مَرَرْتُ بِأَبِي (ج) اگر وہ یائے متکلم کی طرف مضاف ہو تو اس میں تقدیری اعراب ہوگا جیسے: جَاءَ نَبِيٌّ أَبِي رَأَيْتُ أَبِي مَرَرْتُ بِأَبِي (د) اگر مضاف ہی نہ ہو تو اس میں مفرد منصرف صحیح کا اعراب ہوگا جیسے: جَاءَ نَبِيٌّ أَب، رَأَيْتُ أَخًا، مَرَرْتُ بِحِمٍّ۔ (ہدیہ شیر، ص: ۷۶)

☆..... اسمائے ستہ مکبرہ کی اصلی حالتیں یہ ہیں (۱) اب: اصل میں ابو تھا، (۱) اخ: یہ اصل میں اخو تھا، (۳) حم: یہ اصل میں حمو تھا، (۴) هن: اس کی اصل ہنو تھا، یہ چاروں معتل لام واوی ہیں۔ (۵) فم: اصل میں فوہ تھا۔ یہ اجوف واوی ہے، (۶) ذو، اس کے بارے میں اختلاف ہے عِنْدَ الْبَعْضِ ”ذو“ تھا، و عِنْدَ الْبَعْضِ ”ذوی“ تھا، وغیر ذالک اور یہ لفیف مقرون ہے۔ (ہدیہ شیر، ص: ۷۶)

بحث اضافت لفظی و تقدیری

☆..... اضافت کی تین قسمیں ہیں (۱) اضافت تملیکیہ، جیسے: غُلَامُ زَيْدٍ (۲) اضافت بیانیہ جیسے: خَاتَمُ فَضَّةٍ (۳) اور اضافت ظرفیہ جس میں مضاف الیہ مضاف کا ظرف ہوتا ہے جیسے: ضَرَبَ الْيَوْمَ أَيْ ضَرَبَ فِي الْيَوْمِ۔ (المصباح المنیر، ص: ۱۳۲)

☆..... اسم مضاف صورۃ مضاف الیہ کو جر دیتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ مضاف الیہ کا جر دینے والا حرف جر محذوف ہوتا ہے جو عبارت سے اس وجہ سے نکال دیا ہے کہ مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان میں فاصلہ نہ ہو جائے جیسے: غُلَامُ زَيْدٍ۔ یہ اصل میں غُلَامُ لَزَيْدٍ تھا اس کو اضافت تقدیری کہتے ہیں، اور اضافت تقدیری کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) اضافت بتقدیر لام جیسے ابھی گذرا۔ (۲) اضافت بتقدیر فی جیسے: صَلَوَةُ اللَّيْلِ اِی صَلَوَتُفِي اللَّيْلِ۔ (۳) اضافت بتقدیر من جیسے: خَاتَمُ فَضَّةٍ اِی خَاتَمُ مِنْ فَضَّةٍ۔ (ہدیہ صغیر، ۱۱۶)

☆..... اضافت معنوی کا فائدہ: اس کا فائدہ حسب ذیل ہے (۱) مضاف کا معروف

بنانا اگر وہ معرفہ کی طرف مضاف ہو، جیسے: غُلامٌ زَیْدٌ (۲) اگر مضاف کی اضافت نکرہ کی طرف کی گئی ہو تو تخصیص پیدا کرنا جیسے: غُلامٌ رَجُلٌ یہاں عورت کو رَجُل کہہ کر خارج کر دیا گیا ہے۔

☆..... اضافت لفظی کا فائدہ: اس کا فائدہ یہ ہے کہ صرف لفظوں میں تخصیص ہو جاتی ہے، جیسے: تنوین، نون، تشبیہ، نون جمع وغیرہ کلام سے حذف کر دیئے جاتے ہیں۔

☆..... اضافت لفظیہ کی پہچان: اس کی پہچان یہ ہے کہ مضاف ایسا صفت کا صیغہ ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف واقع ہو جیسے: ضَارِبٌ زَیْدٌ۔ میں ضارب صیغہ صفت ہے جو اپنے معمول زید کی طرف مضاف ہے اور یہ اضافت لفظی ہے۔ (تیسر، النحو، شرح ہدایۃ النحویں: ۷۶، ۷۷)

☆..... جس اضافت کا مضاف محذوف ہو اس سے تمیز واقع ہونے کی نظیر کلام عرب میں نہیں ہے۔ (فرائد منثورہ، در تحقیقات کلمات مستورہ، ۱۵)

☆..... أَيُّ وَآيَةٍ: یہ تنہا اسم موصول نہیں بنتے بلکہ ان کا مضاف الیہ ضمیر جمع مذکر غائب ہوا کرتا ہے، جیسے: أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمَنِ عِتِيًّا۔ (المصباح المنیر، ۴۶)

☆..... أَيُّ: یہ تنہا ہو تو استفہام کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے: أَيُّكُمْ هِیْلِي۔

☆..... وہ اسمائے ظروف جو زمان معین پر دلالت کرتے ہیں وہ معرب ہوتے ہیں، جیسے: یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَقَتِ الظُّهْرِ وغیرہ۔ لیکن وہ ظرف زمان جو مبہم زمانہ پر دلالت کرتے ہیں وہ سب مثنیٰ ہیں۔ (المصباح المنیر، ص: ۴۶، ۴۸)

☆..... کبھی قرینہ کے موجود ہونے کی وجہ سے نکرہ بھی شے معین پر دلالت کرتا ہے جیسے عِنْدِي رَجُلٌ۔ تو ایسے نکرہ کو نحوی حضرات نکرہ مخصّصہ کہتے ہیں۔

نکرہ اور الفِ ذہنی کے درمیان فرق: الفِ ذہنی اور نکرہ دونوں استعمال کے اعتبار سے غیر متعین افراد پر دلالت کرنے میں متحد ہیں، پھر دونوں میں فرق یہ ہے کہ نکرہ وضع

کے اعتبار سے حقیقت کے بعض غیر متعین افراد پر دلالت کرتا ہے اور معرفہ بلام عہدِ ذہنی وضع کے اعتبار سے نفسِ حقیقت پر دلالت کرتا ہے، لیکن قرینہ کی وجہ سے بعض افراد پر دلالت کرتا ہے، اس میں جو بعضیت آتی ہے وہ قرینہ کی وجہ سے آتی ہے، تو خلاصہ یہ نکلا کہ اسم نکرہ اور اسم معرفہ بلامِ ذہنی (الف لامِ ذہنی) قرینہ کے اعتبار سے دونوں برابر ہیں کہ ہر ایک سے بعض غیر متعین افراد مراد ہوتے ہیں اور باعتبارِ ذات اور اصلی وضع دونوں مختلف ہیں کہ نکرہ فرد کیلئے موضوع ہے اور معرفہ بلام عہدِ ذہنی (الفِ ذہنی) باعتبارِ ذات حقیقتِ متحدہ کیلئے موضوع ہے، یہی وجہ ہے کہ اس پر معرفہ کے احکام جاری ہوتے ہیں اور قرینہ کے اعتبار سے نکرہ کا سا معاملہ کیا جاتا ہے۔ (المصباح المنیر، ص: ۵۵، مآرب الطلبہ، ص: ۹۴)

☆..... اَلْمُسْلِمُونَ وَالْمُسْلِمَاتُ: یہ دونوں جمع سالم ہیں (جو دس سے کم پر دلالت کرتے) لیکن جب ان میں الف لام استغراق داخل ہوتا ہے تو یہ دس سے زائد پر بھی دلالت کرتے ہیں، جیسے: اِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ. (المصباح المنیر، ۶۳)

☆..... بدانکہ اَن النخ، اَن ناصبہ چھ حروف کے بعد مقدرہ کر فعل مضارع کو اسلئے نصب دیتا ہے، کیونکہ حروف جارہ حتی وغیرہ فعل پر داخل نہیں ہو سکتے، لہذا اَن مصدر یہ داخل ہو کر فعل مضارع کو مصدر کے معنی میں کر دیتا ہے، پس اس وقت حتی وغیرہ کا دخول درست ہوتا ہے۔ (المصباح المنیر، ۹۳)

☆..... جواب قسم میں ”لام“ اور ”قد“ دونوں کا لانا اولیٰ ہے یہ اس صورت میں ہے جبکہ جواب قسم جملہ ہونے کے ساتھ فعل ماضی مثبت بھی ہو، لیکن نعم اور بئس میں صرف لام کا لانا کافی ہے، لیکن اگر جواب قسم ماضی کے بجائے فعل مضارع مثبت ہو تو اس کے شروع میں لام اور آخر میں نون تاکید شامل کرتے ہیں، جیسے: وَاللّٰہِ لَا قَتْلَنَّ عَمْرَؤاً۔

اگر فعل مضارع سے پہلے اس کا کوئی متعلق ہو اور اس میں لام مذکور ہو تو جواب قسم میں صرف لام کا لے آنا کافی ہے، جیسے: لَنْ مُمْتُمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَا لِي اللّٰهُ تُحْشَرُونَ۔ اور جواب قسم جب فعل مضارع منفی ہو تو کبھی کبھی حرف نفی کو حذف کر دیا جاتا ہے، جیسے: تَاللّٰهِ تَفْتَنُوْا تَذْكُرُ يُوْسُفَ۔ اصل میں لَا تَفْتَنُوْا تھا یہاں پر ”لَا“ کو حذف کر دیا گیا ہے۔ (مصباح العوامل، ص: ۳۳)

☆..... مضمون جملہ: یہ ایک اصطلاحی لفظ ہے۔ یعنی مضمون جملہ کہتے ہیں کہ مسند کا مصدر لے کر مسند الیہ کی طرف اضافت کر دینا جیسے: زَيْدٌ قَائِمٌ میں قیام زید، اور ضَرْبٌ زَيْدٌ، میں ضرب زید، اور أَكَلَ زَيْدٌ میں اکل زید وغیرہ۔ (مصباح العوامل، ص: ۳۹)

☆..... سوال: ”وَالصَّلَاةُ عَلَى النَّبِيِّ الْخ“، یعنی صلوٰۃ کے بعد کلمہ کا استعمال مناسب نہیں ہے، کیونکہ ”علی“ مضرت پر دلالت کرتا ہے، پھر کیوں ”الصَّلَاةُ“ کے بعد ”علی“ لایا گیا؟

☆..... الجواب:- ”علی“ مضرت کیلئے اس وقت ہوتا ہے جب لفظ دعا کا صلہ ”علی“ ہوتا، اور یہاں ایسا نہیں ہے۔ (تحفہ سعیدیہ، ص: ۶)

☆..... لفظ ”کان“ کی کئی قسمیں ہیں: (۱) کان شانیہ یعنی جس کا اسم ضمیر شان ہو۔ (۲) کان تاقہ، کَانَ الْمَطَرُ (بارش ہوگئی)۔ (۳) کان زائدہ (۴) کان ناقصہ، علامہ صاحب لباب کی رائے میں کان شانیہ کو ہی کان ناقصہ کہا جاتا ہے۔ (مصباح العوامل، ص: ۸۵)

☆..... قرآن پاک میں لفظ ”کَانَ“ پانچ معانی کیلئے استعمال ہوا ہے، (۱) کان ازل اور ابد کے معنی میں جیسے: وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا۔ (۲) کَانَ ماضی کے معنی میں انقطاع کے ساتھ، وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةً رِّهًا۔ (نمل: ۴۸) اور کَانَ کے

معانی میں اصل یہی ہے، جیسے: كَانَ زَيْدٌ صَالِحًا وَفَقِيرًا. (۳) كَانَ بمعنی حال ہو، جیسے: إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا۔ اور لفظ ”كَانَتْ“ ماضی پر وال ہے، حالانکہ نماز، فی الحال اور تاقیامت مسلمانوں پر فرض کی گئی ہے (۴) كَانَ بمعنی استقبال کے معنی میں جیسے: وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ۔ یعنی صار (ہو گیا)۔ (نکات القرآن، ص: ۷۸)

☆.....سوال: ”فِي عَيْشَةٍ رَاضِيَةٍ“ میں ”رَاضِيَةٍ“ کے اندر فاعل نسبی ہے مگر اس میں تائے تانیث موجود ہے؟ الجواب: یہ تاء مبالغہ کی ہے۔ تانیث کی نہیں ہے، لہذا کوئی اشکال نہیں۔ (تحفہ سعید، ص: ۵۱)

☆.....سوال: اسباب منع صرف پائے جانے سے آخر کیوں (منصرف) غیر منصرف ہو جاتا ہے، اور کسرہ تونین کو کیوں روک دیا جاتا ہے؟
الجواب:۔ جس وقت کسی اسم معرب میں دو سبب یا ایک سبب قائم مقام دو سبب پایا جاتا ہے تو اس وقت وہ فعل کے مشابہ ہو جاتا ہے چنانچہ فعل بھی اپنے وجود میں دو چیزوں کا محتاج ہے (۱) فاعل کا، (۲) فعل مشتق ہونے میں مصدر کا محتاج ہے، کیونکہ اگر مصدر نہ ہوں تو فعل کس چیز سے مشتق ہوگا۔ لہذا فعل بھی دو چیزوں کا یعنی ایک فاعل کا دوسرا مصدر کا محتاج ہوا۔ اور یہ دونوں (فاعل، مصدر) اصل ہوئے اور فعل فرع ہو گیا۔ ایسا ہی غیر منصرف بھی دو سبب کے محتاج ہونے میں فعل کے ساتھ شریک ہے۔ لہذا ان کی مشابہت فعل سے ہوگی، اسلئے جب فعل میں کسرہ تونین نہیں آ سکتی تو غیر منصرف میں بھی کسرہ تونین نہیں آئے گی، کیونکہ کسرہ تونین اسم معرب کا خاصہ ہے۔ (ہدیہ صغیر، ص: ۵۲)

بحث کم استفہامیہ و خبریہ

☆.....قاعدہ کم استفہامیہ و کم خبریہ: کم استفہامیہ اپنی تمیز کو نصب دیتا ہے اور کم خبریہ

اپنی تمیز کو بوجہ مضاف الیہ ہونے کے جر دیتا ہے جیسے کَم مَالٍ وَ کَم دَارٍ۔ لیکن اگر کم خبریہ اور اس کی تمیز کے درمیان کوئی چیز حائل ہو جائے تو اس وقت کم خبریہ بھی اپنی تمیز کو نصب دیئے گا، جیسے: کَم عندی داراً۔ (ہدیہ صغیر، ص: ۱۱۸)

☆..... کم اور کذا کے مثنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کم استفہامیہ ہمزہ استفہام کے معنی کو متضمن ہوتا ہے اور کم خبریہ کو کم استفہامیہ پر محمول کر لیا گیا ہے۔ اور کذا یہ کاف تشبیہ اور ”ذ“ اسم اشارہ سے مرکب ہونے کی وجہ سے مثنی ہے۔ (ایضاح المطالب، ص:

۱۲۱، معراج النحو، ص: ۱۰۵)

☆..... کم استفہامیہ کا مابعد مفرد منصوب ہوتا ہے تمیز واقع ہونے کی بناء پر (اور یہ اہل عرب سے اسی طرح سنا گیا ہے) اور کم خبریہ کا مابعد مجرور اور مفرد ہوتا ہے (کم مال انفقته)۔ اور کم خبریہ کا مابعد کبھی جمع کا صیغہ ہوتا ہے، جیسے: کم رجال لقیتہم۔ اور کم خبریہ کے مابعد (مدخول) کے مفرد مجرور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب کم خبریہ تکثیر کیلئے ہوتا ہے تو وہ عدد کثیر کے مشابہ ہو گیا جیسے کثرت کے معنی مائتہ الف دیتے ہیں اور قاعدہ ہے (کہ کم اعداد میں سے ہے، اور عدد کیلئے تین مرتبے ہیں: بقلیل، کثیر اور متوسط۔ پس مناسب یہ ہے کہ کم کی تمیز عدد کے مراتب ثلاثہ کی تمیز کی طرح ہو۔) کہ عدد کثیر مفرد کی تمیز ہمیشہ مجرور ہوتی ہے۔ اور یہی حال اس تمیز کا بھی ہے جو اس کے مشابہ ہو (وہ بھی مجرور مفرد ہوگی) اور مجموع کے تمیز واقع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کم خبریہ کثرت کی تصریح میں عدد صریح الکثرة کے مانند نہیں ہے، اسلئے صریح معنی کی نیابت کی وجہ سے اس کی تمیز کو جمع

لے آتے ہیں۔ (ایضاح المطالب، ص: ۱۲۱، معراج النحو، ص: ۱۰۵)

☆..... جاننا چاہئے کہ کم دونوں صورتوں میں منصوب واقع ہوتا ہے (یعنی جبکہ وہ استفہامیہ ہو یا خبریہ ہو) تو یہ محلا منصوب ہوگا، اس طرح یہ محلا مجرور اور مرفوع بھی ہوتا ہے۔ اور کم خبریہ

واستفہامیہ کے منصوب ہونی کی پہچان یہ ہے کہ جب کم کے بعد کوئی فعل یا شبہ فعل مذکور ہو جو اس کی ضمیر کی وجہ سے اس سے بے پرواہ نہ ہو (غیر مشغول کی قید سے) جیسے: کَم رَجُلًا ضَرَبْتُ وَکَم رَجُلًا ضَرَبْتُهُ۔ اور کم محلاً منصوب ہوگا فعل مذکور کا مفعول بہ ہونے کی وجہ سے، کم استفہامیہ کی مثال: کَم رَجُلًا ضَرَبْتُ۔ کم خبریہ ہے اور ضَرَبْتُ کا مفعول ہونے کی وجہ سے محلاً منصوب ہے۔ دوسری مثال کم خبریہ کی یہ ہے کَم رَجُلٍ مَلَکْتُ، اور کم محلاً منصوب ہے مفعول بہ ہونے کی وجہ سے۔ اور اسی طرح کَم ضَرِیۃٌ ضَرَبْتُ۔ کم استفہامیہ کی مثال ہے۔ اور کم منصوب ہے مصدر ہونے کی وجہ سے اور کَم ضَرِیۃٌ ضَرَبْتُ۔ کم خبریہ کی مثال ہے، اور کم محلاً منصوب ہے، مفعول مطلق یا مصدر ہونے کی بناء پر۔ اسی طرح کَم یَوْمًا سِرْتُ میں کم استفہامیہ ہے اور مفعول فیہ ہونے کی بناء پر محلاً منصوب ہے۔ (معراج النحو، ص: ۷، ۱۰۶)

☆..... اور کم محلاً مجرور ہوتا ہے جبکہ اس کے ماقبل کوئی حرف (جر) واقع ہو یا مضاف ہو اور کم اس کا مجرور یا مضاف الیہ ہو مثلاً کم استفہامیہ کی مثال بِکَم رَجُلًا مَرَرْتُ (تو کتنے آدمیوں کے قریب سے گذرا)۔ اور کم خبریہ کی مثال عَلٰی کَم رَجُلٍ حَکَمْتُ (کتنے ہی مرد ہیں جن پر میں نے حکم کیا) مثال کم استفہامیہ کی جس سے پہلے مضاف ہو جیسے غَلَامَ کَم رَجُلًا ضَرَبْتُ (کتنے مرد کے غلاموں کو تو نے مارا) اور کم خبریہ کی مثال جس سے پہلے مضاف ہو جیسے: مَالَ کَم رَجُلٍ سَلَبْتُ (میں نے کتنے ہی آدمیوں کے اموال چھین لئے)

☆..... اسی طرح کم محلاً مرفوع بھی ہوتا ہے، جبکہ مذکورہ بالا دونوں چیزیں نہ ہوں یعنی اس سے پہلے نہ حرف جر ہو نہ مضاف ہو تو کم مرفوع ہوتا ہے اور محلاً مبتدا ہو کر اگر ظرف واقع نہ ہو جیسے کم استفہامیہ کی مثال، جبکہ محلاً مرفوع ہو مبتدا ہونے کی وجہ سے جیسے: کَم رَجُلًا أَخَوُکَ۔ (کتنے مرد تیرے بھائی ہیں)، کم ممیز، رَجُلًا تمیز سے ملکر مبتدا، اور

أَخْوَكَ اس کی خبر ہے۔ اور مثال کم خبریہ کی جب کے مبتدا ہونے کی وجہ سے محلاً مرفوع ہے۔ جیسے: كُمْ رَجُلٍ ضَرْبَتُهُ (کتنے ہی مرد ہیں میں نے ان کو مارا) کم ممیز مضاف ہے، اور رَجُلٍ، تمیز مضاف الیہ سے ملکر مبتدا ضَرْبَتُهُ، اس کی خبر ہے۔ (معراج النحو، ص: ۱۰۷)

☆..... قوله إن كان ظرفاً الخ: کم استفہامیہ اور خبریہ محلاً مرفوع ہوتا ہے خبر ہونے کی وجہ سے اگر ظرف ہو جیسے کم استفہامیہ کی مثال كُمْ يَوْمًا سَفَرُكَ۔ یہاں کم یوما، خبر مقدم ہے اور سَفَرُكَ مبتدا مؤخر ہے۔ اور کم خبریہ کی مثال (جو کم محلاً مرفوع ہے، خبر ہونے کی وجہ سے) كُمْ شَهْرٌ صَوْمِي (کتنے مہینے ہیں میرے روزے)۔ (معراج النحو، ص: ۱۰۷)

☆..... قوله وَقَدْ يُحذفُ فِي مِثْلِ كُمْ مَالُكَ وَكَمْ ضَرْبَتُ: یعنی کبھی کم کی تمیز کو قرینہ موجود ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ مثال مذکورہ میں ہے اور کم مَالُكَ میں تمیز حذف ہونے کا قرینہ یہ ہے کہ کم معرفہ پر داخل نہیں ہوتا، پس معلوم ہوا کہ یہاں تمیز محذوف ہے ای كُمْ دِرْهَمًا۔ اور دِرْهَمِ مَالُكَ۔ اور مثال ثانی یعنی کم ضربت۔ میں حذف تمیز کا قرینہ یہ ہے کہ کم فعل پر داخل نہیں ہوتا، پس اس میں بھی تمیز محذوف ہے۔ ای كُمْ مَرَّةً اور كُمْ مَرَّةً ضربت ہے۔ (ہکذا فی ایضاح المطالب، شرح کافیہ، ص: ۱۲۳)

☆..... ظرف کا متعلق اگر ظاہر ہو تو مقدر کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی ورنہ متعلق ہمیشہ فعل اور حروف قسمیہ کا متعلق ہمیشہ ”أَقْسَمُ“ فعل مقدر مانا جائے گا باقیوں میں قرینہ کا اعتبار ہوگا۔ اگر زمان و مکان یا فعل یا صفت کے خاص قرائن ہوں تو وہی معتبر ہونگے، اور اگر کوئی قرینہ نہیں تو عام صفت کا صیغہ مقدر مانا جائے گا۔ (ماخوذ از مسودہ مولانا عبدالرشید صاحب شیخ الحدیث اشرف المدارس)

☆.....ظرف کی دو قسمیں ہیں (۱) ظرف مستقر (۲) ظرف لغو۔ ظرف لغو وہ ہے کہ جس کا متعلق افعال عامہ سے مقدر ہو۔ اور افعال عامہ چار ہیں جو اس شعر میں مذکور ہیں :

افعال عامہ چہارست نزدار باب عقول

کون ست ثبوت ست وجود ست وحصول

☆.....تنوین وہ نون ساکن ہے جو کلمہ کی آخری حرکت کی تابع ہو، اور تاکید فعل کیلئے نہ آتی ہو، اور تنوین کی پانچ قسمیں ہیں جو کسی نے ایک شعر میں کہی ہیں:

ترنم وتقابل، تمکّن وعوض بہ تنکیر پنجم شدائے یار غار

اور عربی میں تنوین کی تعریف یوں کی جاتی ہے:

التنوين نون الساكنة تتبع حركة اخر الكلمة لا لتأكيد الفعل.

☆.....لفظ ”مبعر عنہ“ اگر ایک حرف ہے تو اس کو اسم خاص یا مشترک سے تعبیر کیا جائے گا جیسے ضربت میں ”ت“ کو فاعل نہیں کہیں گے، بلکہ ”ت“ کو فاعل یا ضمیر مرفوع متصل کہیں گے، اگر دو حرف ہیں تو ان کو ”ذوات“ سے تعبیر کیا جائے گا ماسوائے ضمیر متصل کے۔ کیونکہ ضمیر متصل میں اولیٰ یہ ہے کہ اسم مشترک سے تعبیر کیا جائے۔ مثلاً ضربنا میں ضمیر مرفوع متصل کہنا اولیٰ ہے اس سے کہ ”نا“ کو فاعل کہا جائے۔

(ماخوذ از مسودہ مولانا عبد الرشید صاحب شیخ الحدیث اشرف المدارس)

بحث ”الف لام“

☆.....ال (الف لام) کی دو قسمیں ہیں (۱) اسمی (۲) حرفی۔ اسمی وہ ہے جو اسم فاعل و اسم مفعول پر داخل ہو، اور حرفی وہ ہے جو اسم فاعل و مفعول پر داخل نہ ہو۔ پھر حرفی کی دو قسم ہیں (۱) زائدہ (ب) غیر زائدہ۔ پھر زائدہ کی دو قسمیں ہیں ایک لازم دوسرا غیر لازم۔ پھر لازم کی دو قسمیں ہیں (۱) عوضی (۲) غیر عوضی۔ پھر غیر زائدہ کی

چار قسمیں ہیں (۱) استغراقی (۲) جنسی (۳) عہد خارجی (۴) عہد ذہنی۔ (ماخوذ از مسودہ مولانا عبدالرشید صاحب شیخ الحدیث اشرف المدارس)

☆..... الف لام کے مدخول سے افراد مراد ہونگے یا ماہیت۔ اگر ماہیت مراد ہو تو الف لام جنس کا ہوگا۔ اگر افراد مراد ہونگے تو کل افراد مراد ہونگے یا بعض۔ اگر کل افراد مراد ہیں تو الف لام استغراقی ہے، اگر بعض افراد مراد ہیں تو دو حال سے خالی نہیں یا تو بعض ظاہر میں متعین ہونگے یا غیر متعین، اگر بعض متعین افراد (ظاہراً) ہیں تو الف لام عہد خارجی ہے، اگر بعض (خارج میں) غیر متعین افراد مراد ہیں تو عہد ذہنی ہے۔ (ماخوذ از مسودہ مولانا عبدالرشید صاحب شیخ الحدیث اشرف المدارس)

☆..... مشہور قاعدہ ہے کہ اعلام (ناموں) پر الف لام داخل نہیں کیا جاتا۔ مگر جو اعلام وصفت سے علیت کی طرف منتقل کئے گئے ہوں تو ان پر الف لام کا داخل ہونا جائز ہے جیسے: الحسن والحسين، الحارث والعباس وغیرہ۔ (فرائد منثورہ)

☆..... واضح ہو کہ الف و لام کی اول دو قسمیں ہیں (۱) زائدہ (۲) غیر زائدہ۔ زائدہ وہ ہے جس کو محض تحسین کلام کیلئے لایا جائے جیسے: الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ۔ اس میں الف لام محض تحسین کلام کیلئے ہے۔ اور غیر زائدہ وہ ہے جو اسم پر داخل ہوتا ہے اور تعریف کا فائدہ دیتا ہے، اور یہ سوائے اسم کے اور کسی چیز پر داخل نہیں ہوتا بخلاف اول کے۔ پھر الف لام غیر زائدہ کی دو قسمیں ہیں (الف) اسمی (ب) حرفی۔ اسمی وہ ہے جو اسم فاعل یا اسم مفعول پر داخل ہو کر اَلَّذِي کے معنی میں ہو مثال الضَّارِبُ وَالْمَضْرُوبُ۔

☆..... الف لام حرفی کی چار قسمیں ہیں (۱) جنسی (۲) استغراقی (۳) عہد خارجی (۴) عہد ذہنی۔ الف لام استغراقی کی مثال إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ۔ الف لام جنسی کی مثال الرَّجُلُ خَيْرٌ مِنَ الْمَرْأَةِ۔ الف لام عہد خارجی وہ ہے جس میں اپنے

مدخول کی طرف اشارہ ہوا ایسے فرد واحد میں متحقق ہونے کی حیثیت سے جو کہ متکلم و مخاطب دونوں کو معلوم ہوا اور اس کو عہد ذکر و عہد حسی بھی کہتے ہیں جیسے: كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ الخ۔ الف لام عہد ذہنی: وہ ہے جو اپنے مدخول کی ماہیت کی طرف مشیر ہوا ایسے فرد واحد میں متحقق ہونے کی حیثیت سے جو اپنے متکلم میں مفروض ہوا اور خارج میں متکلم و مخاطب کسی کو معلوم نہ ہو، جیسے: وَأَخَافُ أَنْ يَأْكُلَهُ الذِّئْبُ۔ اس کے علاوہ ایک اور قسم الف لام کی ہے جس کو الف لام عہد حضوری کہا جاتا ہے۔ الف لام عہد حضوری: وہ ہے جو شے حاضر اور شے مشاہدہ پر داخل ہوتا ہے جیسے الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ الخ۔ اور جَاءَ نَبِيٌّ هَذَا الرَّجُلُ۔ اور يَا أَيُّهَا الرَّجُلُ وغیرہ۔ (فرائد منشورہ در تحقیقات کلمات مستورہ، ص: ۵۶)

☆..... بوقت ترکیب الفاظ کی ایسی حیثیت ظاہر کی جائے جس سے اعراب مخصوص کا استحقاق ہو مثلاً اسم موصول، اسم اشارہ، مضاف پر اکتفاء نہ کیا جائے، بلکہ تعین کرے کہ مبتدا بن رہا ہے یا خبر بن رہی ہے، یا فاعل بن رہا ہے۔ اگر انواع متعدد ہوں تو نوع کا تعین کیا جائے۔ مثلاً مفعول بن رہے ہیں تو اول، دوم، اور سوم کا تعین کرنا ہوگا، اگر فعل ہے تو یہ تعین کرنا ہوگا کہ ماضی ہے یا مضارع، یا امر ہے۔ اگر فعل ماضی ہے تو یہ تعین کرنا ہوگا کہ کس پر مبنی ہے کہ مبنی بر سکون ہے یا مبنی بر فتح۔ یا مبنی بر ضمہ ہے۔ (ماخوذ از مسودہ مولانا عبدالرشید صاحب شیخ الحدیث اشرف المدارس)

☆..... علامات معرفت در ترکیب: فاعل کی نشانی (نے) مفعول بہ کی علامت (کو) مفعول معہ کی علامت (اکٹھے، ساتھ) مفعول فیہ (بچ میں، میں) مفعول لہ کی نشانی (واسطے، کیلئے) حال کیلئے (اس حال میں، درآں حالیکہ، حال ہونا)، تمیز کیلئے (از روئے) مضاف الیہ کیلئے (کا، کی، کے، را، ری، رے) بدل کیلئے۔ (یعنی، سو، جو، ایسا)۔ (ماخوذ از مسودہ مولانا عبدالرشید صاحب شیخ الحدیث اشرف المدارس)

☆.....لَعَمْرِي أَوْ لَعَمْرُكَ: یہاں لام قسم کیلئے استعمال ہے۔ (اور اس جیسے الفاظ کے استعمال میں لفظ ”خَالِقٌ“ محذوف مانیں گے، تاکہ غیر اللہ کی قسم کھانا لازم نہ آئے)۔ جیسے: لَعَمْرِي میں ”لَخَالِقٌ عُمْرِي“ کہیں گے، اور جب قسم کیلئے لاتے ہیں تو عین کو مفتوح پڑھتے ہیں۔ (تسہیل قواعد النحو، ص: ۶۶)

☆.....عُمْرٌ: بمعنی حیات، زندگی۔ عام طور پر یہ ”بضم عین“ مستعمل ہوتی ہے مگر یاد رہے کہ جب لام قسم اس پر داخل ہوتا ہے اس کا عین مفتوح ہو جاتا ہے چنانچہ شعر میں ہے:

هَذَا الْعَمْرِي فِي فَعَالِ الْبَدِيعِ. (فوائد منشورہ)

☆.....عَمْرُو: کو واؤ کے ساتھ اور ”عمر“ کو بغیر واؤ کے ساتھ لکھتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی کو حضرت عمرؓ کے نام سے غلط فہمی نہ ہو۔ اور یہ عمر غیر منصرف ہے۔ مگر اس میں ایک بات قابل لحاظ یہ ہے کہ حالت نصب میں عَمْرُو کو ”عَمْرُو“ نہیں لکھا جائے گا بلکہ عَمْرُو تین کے ساتھ بغیر واؤ کے لکھا جائے گا، اس لئے کہ عَمْرُو کے الف سے خود تمیز ہو جائے گی کہ یہ حضرت عمرؓ کا نام نہیں ہے، کیونکہ عمر کے لفظ میں بوجہ اس کے غیر منصرف ہونے کے، اخیر میں از روئے رسم الخط الف نہیں لکھا جاتا۔ (فوائد منشورہ، ص: ۵۹)

☆.....غیر ذوی العقول کی جمع، واحد مؤنث اور جمع مؤنث دونوں طرح مستعمل ہے، جیسے: أَشْهُرُ مَعْلُومَاتٍ، وَمَعْلُومَةٌ. أَيَّامٌ مَعْدُودَاتٍ. (منیۃ الادب، ص: ۵۹ ج ۲)

☆.....اسم جامد جب حال واقع ہو تو بعض نحاۃ کی رائے ہے کہ وہ مشتق کی تاویل میں ہو کر حال ہوگا چنانچہ انہوں نے بنیت لہ حسابہ بَابًا بَابًا، تاویل یوں کی کہ وہ بنیت لہ حسابہ مفصلاً باعتبار ابواب کی تاویل میں۔ دوسرا فریق کہتا ہے کہ اسم جامد بلا تاویل حال واقع ہوتا ہے۔ نیز اسم جامد در وقوع حال مثل اسم مشتق ہے۔ (منیۃ

الادب، ص: ۳۸ ج ۱)

☆..... اہل عرب کے نزدیک وزن الفاظ کی تین قسمیں ہیں (۱) وزن صرفی (۲) وزن عروضی (۳) وزن صوری۔

وزن صرفی: وہ وزن ہے کہ موزون اور موزون بہ کے درمیان تین چیزوں میں مطابقت ہو۔ اول: حرکات و سکنات میں، کہ متحرک کے مقابل متحرک، اور ساکن کے مقابل ساکن ہو۔ دوم: حرکات کی خصوصیات میں کہ فتح کے مقابل فتح اور کسرہ کے مقابل کسرہ اور ضمہ کے مقابل ضمہ ہو۔ سوم: حروف اصلیہ وزائد میں کہ اصلی کے مقابل میں اصلی ہو اور زائد کے مقابل میں زائد ہو، جیسے: اجتنب بروزن افعل۔ اور علم صرف میں جب کوئی وزن بغیر کسی قید کے مذکور ہو تو یہی وزن صرفی مراد ہوتا ہے۔

وزن صوری: وہ وزن ہے کہ موزون اور موزون بہ کے درمیان پہلی دو چیزوں میں مطابقت ہو اگرچہ تیسری چیز میں مطابقت نہ ہو جیسے اکابر، کہ وزن صوری کے اعتبار سے یہ بروزن مفاعل بھی ہے اور بروزن افاعل بھی۔ حالانکہ وزن صرفی کے اعتبار سے یہ صرف بروزن افاعل ہے۔ (علم الصیغہ مترجم، ص: ۱۳۱)

وزن عروضی: وہ وزن ہے کہ موزون اور موزون بہ کے درمیان پہلی چیز میں مطابقت ہو اگرچہ دوسری اور تیسری چیز میں مطابقت نہ ہو جیسے اکابر و مساجد و قواعد۔ کہ وزن عروضی کے اعتبار سے ان میں سے ہر لفظ مفاعل ”بفتح میم“ کے وزن پر بھی ہے اور مفاعل ”بضم میم“ کے وزن پر بھی نیز افاعل کے وزن پر بھی اور فواعل کے وزن پر بھی، حالانکہ وزن صوری کے اعتبار سے مذکورہ تینوں الفاظ میں کوئی بھی مفاعل ”بضم میم“ کے وزن پر نہیں۔ البتہ مفاعل ”بفتح میم“ اور افاعل و فواعل کے وزن پر ہر ایک لفظ ہے وزن صرفی کے اعتبار سے ہر لفظ کا وزن علیحدہ ہے کہ اکابر بروزن افاعل، مساجد بروزن مفاعل اور قواعد بروزن فواعل ہے ایک اور

مثال سے اس طرح سمجھو کہ طعام و ادام و زکام و رغیف و صبور وزن عروضی کے اعتبار سے پانچوں بروزن فَعُولٌ ہیں، حالانکہ وزن صوری و صرفی کے اعتبار سے طعام بروزن فعال اور ادام بروزن فعال اور زکام بروزن فَعَال، رغیف بروزن فَعِیل، صبور بروزن فَعُول ہیں۔ (علم الصیغہ مترجم ص: ۱۳۱، ۱۳۲)

☆..... قاعدہ: کُلُّ جَمْعٍ فِی حُکْمِ التَّائِیْتِ: کی بناء پر الفاظ جمع عموماً مؤنث مستعمل ہوتے ہیں۔ مگر یاد رہے کہ ہر وہ جمع جس کے حروف اس کے واحد سے کم ہوں تو اس کی تذکیر بھی جائز ہے کما فی قولہ تعالیٰ: یُحَرِّفُونَ الْکَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ یہاں ضمیر واحد مذکر لفظ ”الکلم“ کی طرف راجع ہے، حالانکہ وہ جمع ہے کلمۃ کی۔ ایسے ہی اسم تفضیل خواہ مذکر ہو یا مؤنث، جب ”مِنْ“ تفضیل کے ساتھ مستعمل ہو تو اس میں تذکیر و تانیث برابر ہے جیسے الصَّلَوةُ خَیْرٌ مِنَ النَّوْمِ۔ (فرائد منثورہ، ص: ۶۱)

☆..... یہ قاعدہ بھی مشہور ہے کہ لفظ ”اللہ، محبوب اور خیل“ وغیرہ کی طرف ضمیر راجع کرنے کیلئے پہلے ان کا ذکر نا ضروری نہیں ہوتا کیونکہ یہ چیزیں ہمیشہ ذہن میں ہوتی ہیں۔ (مسودہ درس حماسہ، ص: ۱۲۶)

☆..... صیغہ مفتی الجموع کی جمع تکسیر تو نہیں آتی، لیکن جمع سالم آتی ہے جیسے ضَوَارِبُ کی جمع ضَوَارِبَاتٌ، اور أَقَاصِلُ کی جمع أَقَاصِلُونَ ہیں۔ (مصباح اللغات، ص: ۱۳)

☆..... نسبت کے قاعدے: اگر اسم کے آخر میں تیسرا حرف الف مقصورہ ہو تو واؤ سے بدل دیا جائے گا جیسے عصا سے عصوی، اور فتنی سے فتنوی ہیں۔ (مصباح اللغات، ص: ۱۳)

☆..... اسم مرة واسم نوع: اسم مرة وہ مصدر ہے جو ایک مرتبہ فعل کے واقع ہونے کو ظاہر کرے، اور اسم نوع وہ اسم ہے جو فعل کی ہیئت اور نوع کو بتلائے۔ ثلاثی مجرد سے اسم مرة کا وزن فَعْلَةٌ کے وزن پر آتا ہے جیسے ضَرَبْتُ ضَرْبَةً. جَلَسْتُ جَلْسَةً

وغیرہ۔ (مصباح اللغات، ص: ۷)

☆..... ثلاثی مجرد کے علاوہ دوسرے ابواب سے جس باب کا اسم مرتبہ بنانا مقصود ہو اسی باب کے مصدر کے وزن پر تاء کی زیادتی کے ساتھ لاتے ہیں جیسے التَّفَتُّ الْفَتَاتَةُ، انْطَلَقْتُ انْطِلَاقَةً۔ اور اگر ثلاثی مجرد وغیرہ مصادر کے آخر میں "ت" ہو تو اسم مرتبہ لانے کی صورت میں کسی ایسی چیز کا لانا ضروری ہے جس سے وحدت ظاہر ہو جیسے ضَرْبَتُهُ ضَرْبَةً وَاحِدَةً۔ اسم نوع کا وزن ثلاثی مجرد فِعْلَةٌ کے وزن پر آتا ہے جیسے: وَقَفَ وَقْفَةً الْأَسَدِ وَمَشَى مَشْيَةً الْمُخْتَالِ۔ اور ثلاثی مجرد کے علاوہ دوسرے ابواب سے اسم مرتبہ کے وزن پر آتا ہے، جیسے: حَسَنُ الْإِنْطِلَاقَةِ، قَبِيحُ الْمُعَاشَرَةِ۔

(مقدمہ مصباح اللغات، ۸)

☆..... ثلاثی مجرد سے اسم ظرف خواہ زمانی ہو یا مکانی مَفْعَلُ کے وزن پر آتا ہے، جبکہ مضارع کا عین کلمہ مضموم یا مفتوح ہو، جیسے مَنْصَرٌ، مَفْتَحٌ وغیرہ اگر مضارع کا عین کلمہ مکسور ہو تو مَفْعَلُ کے وزن پر آتا ہے جیسے مَجْلِسٌ، مَنْزِلٌ وغیرہ مگر اس قاعدہ سے مندرجہ ذیل الفاظ مستثنیٰ ہیں: مَسْجِدٌ، مَشْرِقٌ، مَغْرِبٌ، مَطْلَعٌ، مَعْزِرٌ، مَرْفِقٌ، مَغْرِقٌ، مَسْكِنٌ، مَنَسِكٌ، مَنَبِتٌ، مَسْقِطٌ۔ (مقدمہ مصباح اللغات، ص: ۸)

☆..... مثال سے اسم ظرف ہمیشہ مَفْعَلُ کے وزن پر اور ناقص سے ہمیشہ مَفْعَلُ کے وزن پر آتا ہے جیسے: مَوْعِدٌ، مَوْجِلٌ، مَطْوِيٌّ، مَرْمِيٌّ۔ اور ثلاثی مجرد کے علاوہ دوسرے ابواب سے مصدر میمی کی مانند ہے جیسے اَدْخَلَ سے مُدْخَلٌ، أَخْرَجَ سے مُخْرَجٌ، أَخَذَ عَ سے مُخَذَّعٌ ہے۔ (مقدمہ مصباح، ص: ۸)

☆..... اسم آلہ وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق نہ ہو اس کیلئے کوئی ضابطہ نہیں ہے، بہت سے مختلف اوزان پر آتا ہے جیسے: قَدْوْمٌ، سِگِّينٌ، فَأْسٌ وغیرہ۔ (مصباح، ص: ۸)

☆..... اسم تفضیل کا صیغہ معروف سے اور ثلاثی مجرد سے بنا کرتا ہے لیکن بعض الفاظ

بطور شدوذ کے مجہول سے اور ابواب غیر ثلاثی مجرد سے بھی آتے ہیں جیسے: ”الْعَوْدُ أَحْمَدُ“۔ میں أَحْمَدُ، حُمَدُ سے ہے۔ کبھی اسم تفضیل اسم جامد سے بھی آتا ہے۔ اور وہ مادے جو رنگ و عیب یا حلیہ پر دلالت کرتے ہوں اس سے اسم تفضیل کا صیغہ نہیں آتا، بلکہ اسی وزن پر صفت کا صیغہ آتا ہے۔ اور خَيْرٌ وَشَرٌّ دونوں اصل میں اَخِيَرٌ وَاشْرُتھے، کثرت استعمال سے ہمزے ساقط ہو گئے۔ (مصباح اللغات، ص: ۹)

☆..... اسم منقوص میں اگر ”ی“ حذف ہوگئی تو حالت تشنیہ میں پھر لوٹ آئے گی جیسے رَامٍ. رَامِيَان. ذَا عٍ ذَا عِيَان. (مصباح اللغات، ص: ۱۰)

☆..... اسم مقصور وہ اسم معرب ہے جس کے آخر میں الف ہو اور اس کے بعد ہمزہ نہ ہو جیسے عَصَا، رَحَى۔ اگر الف تیسری جگہ ہو اور کسی سے بدل کر آیا ہو تو تشنیہ بنانے کی حالت میں اصل کی طرف لوٹ جائے گا، جیسے: عَصَا سے عصوان. فِتْنَى سے فُتَيَان. اور اگر چوتھی جگہ یا اس سے زائد ہو تو یاء سے بدل جائے گا، جیسے: ذِکْرَى سے ذِکْرِيَان، قَهْقِرَان، خَوْزَلَان شاذ ہیں۔ قیاس کا تقاضا تھا کہ قَهْقِرِيَان، خَوْزَلِيَان ہوتے۔ (مصباح اللغات، ص: ۱۰)

☆..... اسمائے ممدودہ: اسم ممدود، وہ اسم ہے جس کے آخر میں ہمزہ ہو اور اس سے پہلے الف زائد ہو، جیسے: صفراء، خضرَاء. میں میں اسماء ممدودہ کا تشنیہ بنانے کی صورت، الف اگر تانیث کیلئے ہو تو ہمزہ کو واؤ سے بدل لیں گے، جیسے: خضرَاء سے خضرَاوَان ہے، بشرطیکہ الف سے پہلے واؤ نہ ہو۔ اور اگر ہو تو ہمزہ کا باقی رکھنا ضروری ہے تاکہ دو واؤ جمع نہ ہو جائیں جیسے عشواء سے عشواوَان ہے۔ اور اگر ہمزہ اصلی ہو تو اس وقت بھی باقی رکھنا ضروری ہے جیسے لَأَلَا سے لَأَلَاوَان. قُرَاء سے قُرَاوَان وغیرہ۔ اور اگر ہمزہ نہ تو اصلی ہو اور نہ تانیث کیلئے تو دونوں صورتیں جائز ہیں ہمزہ کو واؤ سے بدلنا بھی اور باقی رکھنا بھی جیسے سماء سے سماءِ اِن اور سماءِ اِن۔ اور ایسے اسماء جن کا لام کلمہ محذوف

ہو اور اس کے عوض میں کچھ نہ ہو تو تشنیہ بنانے میں لام کلمہ واپس آئے گا جیسے اَبَ کہ اصل میں اَبُو تھا تو حالت تشنیہ میں ابوان ہوگا ایسے ہی اخوان غدوان وغیرہ لیکن فَمَ اور یَدَ میں واؤ واپس نہیں آئے گا فَمَانِ، یَدَانِ ہی کہا جائے گا۔ (مصباح، ص: ۱۰)

☆..... بعض اسماء ایسے ہیں جن کا تشنیہ نہیں آتا جیسے: بَعْضُ أَجْمَعُ، جمعاء کل، غریب، دیار وغیرہ اور وہ اسماء عدد اور اسم تفضیل جس کا استعمال ”مِنْ“ سے ہو، جیسے الیدان افضل من الرجلین۔ (مصباح، ص: ۱۱)

☆..... اسم جمع: اسم جمع وہ اسم ہے جس سے جمع کے معنی ظاہر ہوں اور اس کیلئے اس مادہ سے مفرد نہ ہو، جیسے: خَیْلٌ، قَوْمٌ، رَهْطٌ، جَیْشٌ۔

☆..... شبہ جمع: وہ اسم ہے جو جمع کے معنی کو ظاہر کرے اور واحد جمع میں ”ة“ کی وجہ سے امتیاز ہو، جیسے: وَرَقٌ کا مفرد وَرَقَةٌ۔ ثَمَرٌ کا مفرد ثَمَرَةٌ ہے۔ اور یہ بھی اسی قبیل سے ہے کہ وہ واحد جمع میں یائے نسبتی کی وجہ سے مفروق ہو جیسے الرومی، رومیوں میں سے ایک۔ المجوسی، مجوسیوں میں سے ایک، لیکن پہلا والا، (وَرَقٌ، وَرَقَةٌ) یہ غیر ذوی العقول کیلئے ہے اور دوسرا (الرومی، المجوسی) ذوی العقول کیلئے۔ اور ہر اسم جمع اور شبہ جمع کی جمع مفردات کی طرز پر آتی ہے جیسے قَوْمٌ کی جمع أَقْوَامٌ، رُفْقَةٌ کی جمع رُفُقٌ، نَجْمٌ کی جمع اَنْجَمٌ وغیرہ۔ (مصباح اللغات، ص: ۱۲)

اقسام صفت مشبہ

☆..... صفت کی پانچ قسمیں ہیں (۱) اسم فاعل (۲) اسم مفعول (۳) صفت مشبہ (۴) اسم تفضیل (۵) اوزان مبالغہ۔ اور جو صیغہ محفت فعلان کے وزن پر ہو اس کی مؤنث فَعْلَى کے وزن پر آتی ہے جیسے عَطَشَانٌ سے عَطَشَى، سَبْكْرَانٌ سے سَبْكْرَى۔ اور جو صفت کا صیغہ فعل کے وزن پر آتا ہو اس کی تانیث فعلاء کے وزن

پر آتی ہے جیسے اَبَيْضُ سے بَيْضَاءُ، اَسْمَرُ سے سَمْرَاءُ وغیرہ۔ اسم تفضیل کیلئے مَوْثُ فُعْلٰی ہے جیسے اَكْرَمُ سے كَرْمٰی، اَصْغَرُ سے صُغْرٰی، لیکن اگر ناقص واوی ہو تو واؤ کو یاء سے بدل دیتے ہیں جیسے: اَحْلٰی سے حُلْیَا، اَذْنٰی سے ذُنْیَا وغیرہ۔
(مصباح اللغات، ص: ۱۳)

مصادر کی تفصیل

مصدر کی تین قسمیں ہیں: (۱) مصدر اصلی (۲) مصدر میمی (۳) مصدر صناعی۔ مصدر اصلی ایسے معنی پر دلالت کرتا ہے جو ذات سے خالی ہو، اس کے شروع میں میم نہ ہو، اور آخر میں ایسی یاء مشدودہ زائدہ نہ ہو جس کے بعد تاء تانیث ہو، جیسے: عَلِمَ، فَضَّلَ، فَهَمَّ، ضَرَبَ۔ (جب مطلق مصدر بولا جاتا ہے تو یہی قسم مراد ہوتی ہے اور اسی قسم کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ سماعی ہے)۔

(۲) مصدر میمی ایسے معنی پر دلالت کرتا ہے جو ذات سے خالی ہو، اس کے شروع میں میم ہو اور آخر میں ایسی یاء مشدودہ زائدہ نہ ہو جس کے بعد تاء تانیث ہو جیسے: مَطْلَبٌ، مَعْدَلٌ، مَجْلَبَةٌ (مصدر میمی کی یہ قسم قیاسی ہے۔ ثلاثی مجرد سے مصدر میمی مَفْعَل کے وزن پر آئے گا۔ البتہ سات الفاظ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں۔ مَجِئٌ، مَرْجِعٌ، مَسِيرٌ، مَصِيرٌ، مَشِيبٌ، مَرْفِقٌ، مَقِيلٌ۔ غیر ثلاثی مجرد سے مصدر میمی مضارع مجہول کے وزن پر ہوگا صرف علامت مضارع کی جگہ میم مضموم لگایا جائے گا، جیسے: مُنْحَدَرٌ، مُصْطَبِرٌ، مُزْدَحَمٌ۔

(۳) مصدر صناعی: ہر وہ لفظ ہے جس کے آخر میں یاء مشدودہ زائدہ ہو اور اس کے بعد تاء تانیث مربوط زیادہ کردی گئی ہو جیسے اَسَدٌ سے اَسَدِيَّةٌ، اِنْسَانٌ سے اِنْسَانِيَّةٌ، اِشْتِرَاكٌ سے اِشْتِرَاكِيَّةٌ۔ مصدر کی یہ قسم بھی قیاسی ہے۔

☆..... جب مصدر، فاعل یا مفعول کی طرف بواسطہ جار یا بلا واسطہ جار مضاف ہوتا ہے تو اس کا عامل وجوباً محذوف ہوتا ہے، جیسے: حَمْدُ الْقَادِرِ۔ یہاں حَمْدًا اپنے مفعول کی طرف بواسطہ لام مضاف ہے لہذا عامل حذف کر دیا گیا تو اصل میں نحمد حمدًا ہے۔ (تحفة الادب، ص: ۴۱)

اوزان مصدر اصلی

مصدر اصلی یا مصدر مطلق کی دو قسمیں ہیں (۱) ثلاثی (۲) رباعی۔ پھر ان میں سے ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں: مجرد، مزید۔ آنے والے قواعد کے اعتبار سے مصدر کی دو قسمیں کی جاتی ہیں: ثلاثی مجرد، غیر ثلاثی مجرد (ثلاثی مزید، رباعی مجرد، رباعی مزید)۔ مصدر کا فعل یا ثلاثی مجرد ہوگا یا غیر ثلاثی مجرد ہوگا۔

فعل ثلاثی مجرد کا پہلا حرف ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے۔ دوسرا حرف کبھی مفتوح ہوگا، جیسے ضرب کبھی مجرور ہوگا جیسے: سَمِعَ کبھی مضموم ہوگا جیسے: كَرُمَ۔

اسم مصدر، نفس مصدر اور علم مصدر میں فرق: واضح ہو کہ مطلق مصدر کی تین قسمیں ہیں (۱) اسم مصدر (ب) علم مصدر (ج) نفس مصدر؛ اب تینوں کے درمیان فرق یہ ہے: کہ اسم مصدر وہ ہے جو معنی حدوثی پر دلالت تو کرتا ہے، لیکن مشتق منہ نہ ہو مثلاً سُبْحَانَ اور علم مصدر وہ ہے، جو نہ مشتق منہ ہو نہ معنی حدوثی پر دلالت کرے بلکہ، کسی کا علم ہو مثلاً: عَشْمَان، سُبْحَانَ بھی علم مصدر ہے، جبکہ بلا اضافت استعمال ہو۔ اور نفس مصدر وہ ہے، جو مشتق منہ ہونے کے ساتھ معنی حدوثی پر بھی دلالت کرے مثلاً النصر۔ (آر ب الطبع، ص: ۹۲ ج ۱)

☆..... مصدر میمی: وہ مصدر ہے جس کے شروع میں میم ہو اور یہ ثلاثی مجرد سے عموماً

مَفْعَل کے وزن پر آتا ہے جیسے: مَخْرُجٌ بمعنی خُرُوجٌ، مَدْخَلٌ بمعنی دُخُولٌ۔
مَقَالٌ بمعنی قَوْلٌ۔ اور صرف سات مصدر میمی (ثلاثی مجرد سے) مَفْعَل کے وزن پر
آتے ہیں (۱) اَلْمَرْجِعُ (لوٹنا)۔ (۲) اَلْمَرْفِقُ (نرم کرنا)۔ (۳) اَلْمَجِيءُ (آنا)۔ (۴)
اَلْمَقِيلُ (قیلولہ کرنا)۔ (۵) اَلْمَشِيبُ (بوڑھا ہونا)۔ (۶) اَلْمَسِيرُ (سیر کرنا)،
(۷) اَلْمَصِيرُ (لوٹنا)۔ اور یہی مصدر میمی غیر ثلاثی مجرد سے اسم مفعول کے وزن پر
آتے ہیں، جیسے مَخْرُجٌ و مَدْخَرَجٌ وغیرہ۔ (تختہ سعیدیہ، ص: ۴۴)

☆..... مصدر میمی: یہ ثلاثی مجرد سے مَفْعَل کے وزن پر آتا ہے جیسے مَنظَرٌ،
مَضْرَبٌ، مَرْمٰی وغیرہ، لیکن اس قاعدے سے یہ سات الفاظ مَجِیءٌ، مَرْجِعٌ،
مَسِيرٌ، مَصِيرٌ، مَشِيبٌ، مَرْفِقٌ اور مَقِيلٌ مستثنیٰ ہیں۔ (مقدمہ مصباح اللغات، ص: ۷)

اسم کی دوسری بحث

تعریف اسم پر اعتراض اور اس کا جواب: اسم وہ کلمہ ہے جو بغیر ازم نہ ثلاثہ
کے معنی مستقل پر دلالت کرے۔ جیسے رَجُلٌ ضَارِبٌ۔ اور فعل کی تعریف میں دلالت علی
الزمان ہونے اور اسم میں نہ ہونے کی قید ہے۔ اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ اسم کی یہ تعریف
جامع و مانع نہیں ہے۔ کیونکہ بعض اسماء ایسے ہیں کہ ازم نہ ثلاثہ میں سے کسی ایک پر دلالت
کرتے ہیں جیسے لفظ ”اَلْمَاضِي وَ اَمْسِ وَ لَفْظُ اَلْحَالِ وَ الْاَنَ وَ لَفْظُ اَلْمُسْتَقْبَلِ
وَ غَدًا“ لہذا ان تمام اسماء پر فعل کی تعریف صادق آتی ہے نہ کہ اسم کی؟

جواب: یہ ہے کہ اسم و فعل کی تعریف پر دلالت سے مراد دلالت بالہیئۃ ہے
نہ کہ دلالت بالمادہ۔ چنانچہ فعل میں ضروری ہے کہ وہ زمانہ پر بالہیئۃ دلالت کرے۔
دلالت بالمادہ کافی نہیں ہے، جیسے: ضَرَبَ۔ اور اسم میں ضروری ہے کہ وہ زمانہ پر
دلالت بالہیئۃ نہ کرتا ہو۔ دلالت بالمادہ ہو جائے تو مضمر نہیں جیسے الْاَنَ الْمَاضِي

وغیرہ۔ (تسهيل علم الصیغہ: ۲۳، مفتی محمد رفیع صاحب)

☆..... افعال الشروع: یہ وہ افعال ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اسم نے ان کی خبر کو حاصل کرنے کی سعی شروع کر دی ہے۔ وہ یہ ہیں: اَنْشَأَ، طَفِقَ، اَخَذَ، جَعَلَ، عَلِقَ جیسے اَنْشَأَ زَيْدٌ يَكْتُبُ (زید نے لکھنا شروع کر دیا)۔ (النحو الیسیر، ص: ۹۲)

☆..... افعال تصییر: (جو صار کے معنی میں ہوں) یہ ہیں: جَعَلَ، اِتَّخَذَ، تَخَذَ، وَهَبَ، تَرَكَ اور اَرَادَ۔ (النحو الیسیر، ۸۶)

☆..... بحث اَنْ، لَنْ، كُنْ، اِذَنْ: امام فراءؒ کے نزدیک ”لَنْ“ اصل میں ”لا“ تھا، الف کو خلاف قیاس نون سے بدل دیا گیا۔ اور امام خلیل کے نزدیک ”لَنْ“ اصل میں ”لَا اَنْ“ تھا تخفیف کیلئے ہمزہ کو حذف کر دینے کے بعد اجتماع ساکنین سے الف کلمہ حذف ہو گیا۔ اور امام سیبویہ کے نزدیک ”لَنْ“ ایک مستقل حرف ہے اس میں کسی قسم کی تعلیل و تغیر نہیں ہوئی۔ اور ”لَنْ“ کے معنی میں بھی اختلاف ہے۔ جمہور علماء نفی تاکید کے معنی میں کہتے ہیں جیسے لَنْ يَفْعَلَ کے معنی ”ہرگز نہیں کرے گا وہ ایک مرد“۔ اور بعض علماء نفی تابیدی کے معنی میں کہتے ہیں چنانچہ قولہ تعالیٰ: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَآمَنُوْا وَهُُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ﴾ میں نفی ابدی مراد ہے کہ جن کفار کا انتقال حالت کفر میں ہو گیا ہے ان کی توبہ کسی وقت قبول نہ ہوگی۔

لیکن جمہور علماء اس کے جواب میں کہتے ہیں: قَوْلُهُ تَعَالٰی: ﴿لَنْ تَرَانِيْ﴾ میں لَنْ کے معنی نفی ابدی مراد نہیں ہو سکتے، کیونکہ جنت میں دیدار خداوندی نصیب ہوگا اور ”لَنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ“ میں نفی ابدی کا مفید لفظ لَنْ نہیں ہے بلکہ وہ آیات و احادیث کثیرہ ہیں، جن سے کفار کا ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنا معلوم ہوتا ہے۔

اَنْ: یہ ماضی اور مستقبل دونوں پر داخل ہوتا ہے اور عمل صرف مستقبل میں کرتا ہے اور فعل کو مصدر کے معنی میں کر دینے کی وجہ سے ان مصدر یہ کہلاتا ہے۔ اَنْ کا

دخول افعال متصرفہ کے ساتھ خاص ہے اور افعال غیر متصرفہ پر داخل نہیں ہوتا۔

اور اُن چھ چیزوں کے بعد مقدر ہو کر بھی فعل مضارع کو نصب دیتا ہے (۱)
حَتَّىٰ کے بعد، جیسے: مَرَرْتُ حَتَّىٰ ادْخُلَ الْبَلَدَ۔ یہ اصل میں حَتَّىٰ اَنْ ادْخُلَ
الْبَلَدَ تھا۔ (۲) لام محمد کے بعد۔ یعنی وہ لام جو کان منفی کے جواب میں واقع ہو، جیسے
مَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ، اِنِّى لَانَ يُعَذِّبَهُمْ۔ (۳) اس او کے بعد جو الى، يا الا کے
معنی میں ہو جیسے لَا اِلَهَ اِلَّا اَنْتَ اَوْ تُعْطِنِي حَقِّي، اِى اَوْ اَنْ تُعْطِنِي حَقِّي۔ (۴)
واو صرف کے بعد جیسے لَا اَنْتَ عَنْ خُلُقٍ وَتَاتَىٰ مِثْلُهُ۔ اِى وَ اَنْ تَاتَىٰ مِثْلُهُ۔ (۵)
لام کی کے بعد جیسے اَسْلَمْتُ لَا ادْخُلُ الْجَنَّةَ اِى لَانَ ادْخُلُ الْجَنَّةَ۔ (۶) وہ فا
جو امر وغیرہ کے جواب میں واقع ہوتی ہے، اس کے بعد بھی ان مقدر ہوتا ہے جیسے:
اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ فَاَفُوْزْ اِى فَاَنْ اَفُوْزَ۔ (توضیحات ص: ۱۶، ۱۵)

☆..... اضافت لفظی تعریف کا فائدہ نہیں دیتی اور اضافت لفظی میں یہ شرط ہے کہ
صفت میں زمانہ حال یا استقبال پایا جائے۔ (فیوض عثمانی ص: ۷)

☆..... اجتماع ساکنین کی دو قسمیں ہیں (۱) جائز (۲) ممتنع۔ پھر جائز کو علی حدہ بھی
کہتے ہیں وہ یہ کہ جس کا پہلا ساکن حرف لین ہو خواہ وہ مدہ ہو یا غیر مدہ۔ اور دوسرا
ساکن مدغم ہو۔ بعض کے نزدیک دونوں کا ایک کلمہ میں ہونا شرط ہے، جیسے: دابة اور
خوبیصة، بعض کے نزدیک عام ہے چاہے ایک کلمہ میں ہو یا دو کلمہ میں۔ دوسرا جو ممتنع
ہے اس کو ساکن علی غیر حدہ کہتے ہیں۔ اور ساکن علی غیر حدہ وہ ہے جو علی حدہ کے غیر ہو،
جیسے: الآن، اور الحسن، عندک۔ (فیوض عثمانی ص: ۲۴)

☆..... صرفی حضرات نے وزن فعل کیلئے فاکلمہ، عین کلمہ اور لام کلمہ (فعل) کی
اس خاص ترتیب کو کیوں اختیار کیا اور علف یا فلع یا عفل وغیرہ کو کیوں اختیار
نہ کیا؟ جواب: کیونکہ کوئی فعل (کام) کردن یعنی کرنے کے معنی سے خالی نہیں

ہے اور یہ معنی فعل کا ہے۔ بخلاف دوسری ترتیبوں اور لفظوں کے کیونکہ علف کے معنی تو گھاس وغیرہ کے ہیں، باقی دوسرے الفاظ مہمل ہیں۔ اس لئے فعل کو اختیار کیا۔ (بیان شرح میزان، ص: ۱۱)

☆..... اَنْ: یہ اَنْ کا مخفف ہے (وہ ناصب نہیں ہے) اور یہ اکثر اسم پر داخل ہوتا ہے اور فعل پر داخل ہونے کی صورت میں فعل اور اس اَنْ کے درمیان فاصلہ ہونا ضروری ہے جیسے: عَلِمَ اَنْ سَيَكُونُ میں اَنْ اور يَكُونُ کے درمیان سین کا فاصلہ ہے۔

☆..... قوله، كُنْ: یہ تا کہ کے معنی میں مستعمل ہے جیسے: اَسْلَمْتُ كُنْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ۔ اس لئے اس کی کوسیدہ کہا جاتا ہے اور کبھی کبھی پر لام بھی داخل ہوتا ہے جیسے لِكُنْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ۔

☆..... قوله اِذَنْ: یہ جواب مکافات کیلئے مستعمل ہے جیسے: آتِيكَ الْيَوْمَ کے جواب میں کہا جاتا ہے اِذَنْ اُكْرِمَكَ۔ اور اِذَنْ غیر مستقبل پر داخل نہیں ہوتا فعل سے مؤخر ہونے کی صورت میں اس کا عمل باطل ہو جاتا ہے اور اِذَنْ اگر وسط کلمہ میں ہو تو اِذَنْ کو عامل بنانا اور اس کے عمل کو باطل کرنا دونوں جائز ہیں جیسے: اِنَّا اِذَنْ اُكْرِمَكَ۔

(توضیحات الوضیحة)

☆..... قوله لَمْ: یہ حرف جزم ہے جو مستقبل پر داخل ہو کر مستقبل کو ماضی منفی کے معنی میں کر دیتا ہے اور حروف شرط کے مانند لم بھی فعل مضارع کو جزم دیتا ہے اور جزم یہ فعل کی خصوصیات میں سے ہے جس طرح کہ کسرہ اسم کی خصوصیات میں سے ہے۔

(توضیحات، شرح علم الصیغہ)

☆..... مختلف فنون کی کتابوں میں لکھا ہے کہ لفظ ”عمرو“ کو واؤ، فتح، عین کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی کو حضرت عمرؓ کے اسم گرامی کے ساتھ غلط فہمی نہ

ہو، مگر لفظ ”عمر“ کو حالت نصب میں ”عَمْرًا“ متوین کے ساتھ بغیر واؤ کے لکھا جائے گا کیونکہ اس وقت عَمْرًا کے الف سے خود تمیز ہو جائے گی کیونکہ حضرت عمرؓ کا اسم گرامی، بوجہ غیر منصرف ہونے کے، اس کے اخیر میں الف نہیں لکھا جاتا ہے۔ اور لفظ ”عمر“ حیات و زندگی کے معنی کیلئے عام طور پر بضم عین مستعمل ہوتا ہے، لیکن جب اس میں لام قسمیہ داخل ہو تو عین مفتوح ہو جاتا ہے، جیسے: هَذَا الْعُمَرِيُّ فِي الْفَعَالِ بَدِيعٌ۔ (فرائد منثورہ، ص: ۵۹، ۶۱)

☆..... مشہور قاعدہ ہے ”كُلُّ جَمْعٍ فِي حُكْمِ التَّانِيثِ“ اس کی بناء پر عموماً الفاظ جمع مؤنث استعمال ہوتے ہیں۔ مگر یہ یاد رہے کہ ہر وہ جمع جس کے حروف اس کے واحد سے کم ہوں اس کی تذکیر بھی جائز ہے کما فی قولہ تعالیٰ: يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ۔ اس میں مَوَاضِعِهِ کی ضمیر واحد مذکر لفظ ”الْكَلِمَ“ کی طرف راجع ہے، حالانکہ وہ جمع ہے کَلِمَةً کی۔ اسی طرح اسم تفضیل بھی خواہ مذکر ہو یا مؤنث، جب مِنْ تَفْضِيلِهِ کے ساتھ مستعمل ہو تذکیر و تانیث اس میں برابر ہو جاتی ہے جیسے: الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ۔ (فرائد منثورہ، ص: ۶۱)

☆..... حال کی چھ قسمیں ہیں: (۱) منقلہ (۲) مؤکدہ (۳) متداخلہ (۴) مترادفہ (۵) مقدرة (۶) دائمہ۔

اول منقلہ: وہ حال ہے جو ذوالحال سے منتقل ہو جائے اور اس کے ساتھ علی الدوام ثابت نہ رہے، جیسے: جَاءَ نِسِي زَيْدٌ رَاكِبًا۔ کہ رُكُوب، زید سے منفک و منتقل بھی ہوتا ہے۔

دوم مؤکدہ: وہ حال ہے جو جزو جملہ کی تاکید کرے جیسے: هُوَ الْحَقُّ لَا رَيْبَ فِيهِ۔ کہ لَا رَيْبَ فِيهِ یہ الْحَقُّ کی تاکید کر رہا ہے جو جزو جملہ ہے۔

سوم متداخلہ: وہ حال ہے کہ جو حال اول کے معمول سے حال ہو جیسے: جَاءَ نَبِيٌّ
رَبُّهُ يَقُومُ غَلَامُهُ مَجْرُوحًا رَأْسُهُ۔ کہ یہاں ”مَجْرُوحًا“ حال ہے ”غَلَامُهُ“
سے جو معمول ہے حال اول ”يَقُومُ“ کا۔

چہارم مترادفہ: وہ حال ہے کہ جس کا عامل اور حال کا عامل ایک ہو جیسے:
رَأَيْتُ رَبِّي أَقَانِمًا غَامِلًا۔ کے یہاں ”غَامِلًا“ اور حال اول ”قَانِمًا“ کا عامل
ایک ہے۔

پنجم مقدرہ: وہ حال ہے کہ جس کا حصول زمانہ آئندہ میں مقدر ہو اور
ذوالحال بوقت اخبار اس حال پر نہ ہو، جیسے: أُولَئِكَ لَهُمْ جَنَّتْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا
الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا۔ کہ یہاں جب اللہ تعالیٰ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا اس
وقت خلود کہاں تھا، بلکہ (وہ تو) دخول کے بعد ہوگا تو بوقت خلود اس کو مقدر کر لیا گیا۔
ششم دائمہ: وہ حال ہے کہ جس پر ذوالحال علی الدوام ہوتا ہے اور کبھی اس
سے منقک نہیں ہوتا جیسے كَانَ اللَّهُ قَادِرًا۔ (فرائد منشورہ، ص: ۵۶، ۵۷)

قاعدہ:..... تمیز چار چیزوں (عدد، وزن، پیمانہ اور پیمائش) کے ابہام کو دور کرتی ہے۔ جیسے
عدد کی مثال: رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا۔ وزن کی مثال: اشتریتُ كَيْلَوْسَمْنَا۔ اور پیمانہ
کی مثال: بَعْتُ قَفِيرَيْنِ بُرًّا۔ اور پیمائش کی مثال: وَهَبْتُ جَرَبَيْنِ أَرْضًا۔ (یعنی میں
دو بیگے زمین بخشی)۔ (آسان نحو اول، ص: ۲۲)

صلات کی وجہ سے معنی کی تبدیلی

ایک ہی لفظ کے معنی اختلاف صلات کی وجہ سے مختلف ہو جاتے ہیں۔
چنانچہ بطور نمونہ چند الفاظ ہدیہ ناظرین ہیں۔

(۱) قَامَ بِهِ: (بصلة با) بمعنی انتظام کرنا، نگہبانی کرنا۔ قَامَ لَهُ، (بصلة لام) بمعنی عزت و تعظیم کرنا۔ قَامَ إِلَيْهِ (بصلة الی) بمعنی ارادہ و قصد کرنا۔ قَامَ عَلَيْهِ، (بصلة علی) بمعنی مداومت کرنا۔ قَامَ عَنْهُ، (بصلة عن) بمعنی اعراض کرنا۔ قَامَ فِيهِ، (بصلة فی) بمعنی شروع کرنا۔

(۲) شَغَلَ فِيهِ: (بصلة فی) بمعنی مشغول ہونا، مشغول کرنا۔ شَغَلَ عَنْهُ (بصلة عن) معنی غافل کرنا۔

(۳) نَظَرَ لَهُ: (بصلة لام) معنی رحم و شفقت کرنا۔ نَظَرَ إِلَيْهِ، (بصلة الی) بمعنی دیکھنا۔ نَظَرَ فِيهِ، (بصلة فی) بمعنی غور کرنا۔

(۴) ضَرَبَ فِيهِ: (بصلة فی) بمعنی چلنا۔ ضَرَبَ عَنْهُ، (بصلة عن) بمعنی اعراض کرنا۔ ضَرَبَ لَهُ، (بصلة لام) بمعنی مثال بیان کرنا۔

(۵) قَالَ عَنْهُ، (بصلة عن) بمعنی روایت کرنا۔ قَالَ إِلَيْهِ، (بصلة الی) بمعنی تا مل کرنا۔ قَالَ عَلَيْهِ، (بصلة علی) بمعنی بہتان باندھنا۔ قَالَ بِهِ، (بصلة باء) حکم کرنا۔

(۶) دَفَعَ إِلَيْهِ: (بصلة الی) بمعنی دینا۔ دَفَعَ عَنْهُ، (بصلة عن) بمعنی حفاظت و مدافعت کرنا۔

(۷) دَعَا إِلَيْهِ، (بصلة الی) بمعنی بلانا۔ دَعَا لَهُ، (بصلة لام) بمعنی دعا کرنا۔ دَعَا عَلَيْهِ، (بصلة علی) بمعنی بددعا کرنا۔

(۸) رَغِبَ فِيهِ، (بصلة فی) بمعنی رغبت کرنا۔ رَغِبَ إِلَيْهِ، (بصلة الی) بمعنی رغبت کرنا۔ رَغِبَ عَنْهُ، (بصلة عن) بمعنی اعراض کرنا۔

(۹) سَقَطَ مِنْهُ (بصلة من) بمعنی نکلنا، باہر آنا، حقیر ہونا۔ سَقَطَ فِيهِ، (بصلة فی) بمعنی غلطی کرنا، لغزش ہونا۔ سَقَطَ إِلَيْهِ، (بصلة الی) بمعنی نازل ہونا۔

سَقَطَ عَلَيْهِ، (بصله علی) بمعنی مطلع ہونا۔

(۱۰) سَلِمَ مِنْ عَيْبٍ: بمعنی عیب سے پاک ہونا۔ سَلَّمَ عَلَيْهِ: بمعنی السلام علیکم کہنا۔ سَلَّمَ إِلَيَّ: یعنی سپرد کرنا، سونپنا، حوالہ کرنا۔ سَلَّمَ بِالْأَمْرِ: یعنی تسلیم کرنا، مان لینا اور قبول کرنا۔ (القاموس الفرید، ص: ۳۱۱، فرائد مشورہ، ص: ۴۴)

اختلاف حرکات کی وجہ سے اختلاف معنی

ایک ہی لفظ کی مختلف حرکات کی وجہ سے مختلف معانی ہوتے ہیں، چنانچہ

(۱) الْغَمْرُ (بفتح غین) بمعنی زیادہ پانی، الْغَمْرُ (بضم غین) بمعنی ناتجربہ کار، الْغَمْرُ (بکسر غین) بمعنی کینہ۔

(۲) الْقَصَاصُ (بفتح قاف) بمعنی ایک قسم کا درخت۔ الْقَصَاصُ (بضم قاف) بمعنی بال نکلنے کی جگہ، الْقَصَاصُ، بکسر قاف، بمعنی بدلہ، قصاص۔
(۳) الْحِمَامُ (بفتح حاء) بمعنی کبوتر، الْحِمَامُ (بضم حاء) ایک شخص کا نام، الْحِمَامُ (بکسر حاء) بمعنی موت۔

(۴) الْخَرَقُ (بفتح خاء) بمعنی سوراخ، کشادگی، الْخَرَقُ (بضم خاء) بمعنی نادانی، خجی، الْخَرَقُ (بکسر خاء) بمعنی کامل خجی۔

(۵) الشَّرْبُ (بفتح شین) بمعنی پینے والی جماعت، الشَّرْبُ (بضم شین) بمعنی پینا، الشَّرْبُ (بکسر شین) بمعنی پانی کا حصہ۔

(۶) الْقِصَّةُ (بفتح قاف) بمعنی چونا، الْقِصَّةُ (بضم قاف) بمعنی پیشانی کے بال، الْقِصَّةُ (بکسر قاف) بمعنی واقعہ۔

(۷) الْعَرُضُ (بفتح عین) بمعنی چوڑائی، الْعَرُضُ (بضم عین) بمعنی کنارہ، الْعَرُضُ (بکسر عین) بمعنی آبرو۔

(۸) اَلْبُرُّ (بفتح باء) بمعنی خشکی، اَلْبُرُّ (بضم باء) گیہوں، اَلْبُرُّ (بکسر باء) بمعنی نیکی، نیکی۔

(۹) اَلْحَرُّ (بفتح حاء) بمعنی گرمی، اَلْحَرُّ (بضم حاء) بمعنی آزاد، اَلْحَرُّ (بکسر حاء) بمعنی فرج۔

(۱۰) اَلدَّعْوَةُ (بفتح الدال) بمعنی دعوت دینا، بلا نا، پکارنا۔ از باب نصر ینصر، اَلدَّعْوَةُ (بکسر الدال) بمعنی حسب، نسب ثابت کرنا، اَلدَّعْوَةُ (بضم الدال) بمعنی میدان جنگ میں بلا نا۔ (مسودہ مقامات از راقم، مصباح اللغات، فرائد منشور، ص: ۴۵)

اشعار مفیدہ در علوم عدیدہ

(برائے نحو، صرف، منطق، فقہ)

ہفت معنی نحو دارد جملہ را از من بجو قصد	و مقدار و قبیلہ نوع و شرع شبہ و سو
رفع و نصب و جر و جزم این ہر چہار	از برائے معرب آمد اختیار
ضم و فتح و کسر و وقف اندر شمار	از برائے مبنی آمد ہر چہار
ضمہ و فتحہ و کسرہ ہم سکون	ایں ہمہ را مشترک دال یاد دار
مبنی آں باشد کہ ماند برقرار	معرب آں باشد کہ گردد بار بار
افعال عموم نزد ارباب عقول	کون ست و وجود ست و ثبوت و حصول
مصدر تفعیل آمد پنج تا اندر خیال	تفعلة تفعال و فعال و فعال آمد فعال
بشنو از من آنچه آید بروزنش یاد گیر	تذکرہ تکرار و کذاب و سلام آمد کتاب
ہر آں ماضی کہ گردد چار حرفی	علامت غابرش ضم پیش صرنی
صرفیاں را مغز باید چوں سگان	نحویاں را مغز باید چوں شہاں

نحو را نیز باید شمرد پدراں
 عطف ماضی بر مضارع در مقام ابتدا
 در جزاء و شرط عطف هر دو باشد در دعا
 درود و تسبیح و رحمت استغفار
 حبیب و مالک و صاحب سزاوار
 زسه تاده همه مجموع و مجرور
 زصد برتر همه مفرد و مجرور
 گربخوانی اندکے باشد مباح
 تطابق تضمن دگر التزام
 نوع جنس و فصل خاصه عرض عام
 جمله را ایسا غوجی کردند نام
 وحدت موضوع و محمول و مکان
 قوت و فعل ست در آخر زماں
 شکل اول باتقین می شمار این اے عزیز
 گر بود موضوع هر دو شکل ثالث می شود
 گفته ام این چند مصرع از برائے طالبان
 هر که خواند غیر از این گرد و خبیث
 محمد با حنیفه گشت طرفین
 میان مؤمنان ایشان عیاں شد
 مقیم و ذو عقل لشرط و جوبها
 و اذن کذا جمع لشرط ادانها

صرف را چون مادر علوم داں
 آمده ماضی بمعنی مضارع چند جا
 بعد موصول و ندا و لفظ حیث و کما
 صلوة را معنی آمد در لغت چار
 ولی را معنی آمد در لغت چار
 ممیز از عدد بر سه جهت داں
 زده تا صد همه منصوب و مفرد
 منطق و حکمت ز بهر اصطلاح
 دلالت سه قسم ست بمنطق تمام
 پنج کلی یاد دار اے نیک نام
 جنس و فصل و نوع و خاص و عرض عام
 در تقاض هشت وحدت شرط داں
 وحدت شرط و اضافت جزو کل
 صغری را محمول سازی کبری را موضوع نیز
 گر بود محمول هر دو شکل ثانی می شود
 عکس اول شکل رابع حاصل آید بیگماں
 علم دین فقہ ست و قرآن و حدیث
 ابو یوسف حنیفه گشت شیخین
 ابو یوسف محمد صاحبان شد
 حر صحیح بالبلوغ مذکر
 مصر و سلطان و وقت و خطبة

بقول واحد واحد کرام ست
یکے ام و دیگر خالہ و دختر
برادر زادی و دایہ و دادی
رہیہ و پسر زادی حرام ست
وضو را در وضو داشته وضو کن
فرائض الحج کلها لثلاثة
طواف وسعی والوقوف بمشعر
حسد کے معنی سن لے صاحب خیر
غبطہ کے معنی سن لے صاحب خیر
لاتنه عن خلق وتاتيه مثله
سیر و آداب و تفسیر و عقائد
تنازع قوم فی البخاری و مسلم
فقلت لقد فاق البخاری صحة
كان البخاری حافظاً و محدثاً
میلادہ صدق و مدۃ عمرہ
الترمذی محمد ذوزین
و حق حصر اربع المذاهب
فان اخترت مذهب ابی حنیفہ
والاسلام شرط عذر و ضرب و نية
وسنة سمي و بطن و فرج

نکاح چارہ زن را حرام ست
دگر خوشدامن و عمہ و خواہر
دخ دختر و دخ خواہر و نانی
ہر آں مؤمن کند کافر تمام ست
مصلی در زمین کردہ نماز کن
طواف و احرام و وقوف بعرفۃ
و تحلیق رأس واجب رمی جمرۃ
تمنائے زوال نعمت غیر
تمنائے مثال نعمت غیر
عار علیک اذا فعلت عظیم
فتن، اشراط و احکام و مناقب
لدى فقالوا ای ذین یقدم
کما فاق فی حسن الصناعات مسلم
جمع الصحیح مکمل التحریر
فیہا حمید و انقضی فی نور
عطر مداد و عمرہ فی عین
فکل منہ محمول الرجال
فلا تحظر من الباقی ببال
و مسح و تعمیم صعید مطہر
و نفص و رتب و آل اقبل و تدبر

(مقدمہ دورہ حدیث، حاشیہ قدوری، تحفۃ الطالب، بما رب الطالب، فرائد منشورہ، ص: ۵۳ تا ۵۱)

عام استعمال میں غلطیاں

غلط	صحیح	غلط	صحیح
قرآن مُتَرَجِّم	قرآن مُتَرَجِّم	مَفْعُولِ مُطْلَق	مَفْعُولِ مُطْلَق
سَلَّمَ الْعُلُوم	سَلَّمَ الْعُلُوم	حُسَامِی	حُسَامِی
کَلَامِ مُوَجِّب	کَلَامِ مُوَجِّب	حِمَاسَہ، حِمَاسَہ	حِمَاسَہ
طُولِ وَعَرَض	طُولِ وَعَرَض	جِہْلِ مرکب	جِہْلِ مرکب
طلباء ج: طالب	طلباء ج: طالب	طلبہ ج: طالب
المولانا	مولانا	فِعْلِ (مص)	فِعْلِ
مُنْکِرُ نِکِیر	مُنْکِرُ نِکِیر	ضُمَّہ (پیش)	ضُمَّہ
جَمْہُور	جَمْہُور	قَرَأْتُ الصَّلَاةَ	صَلَّیْتُ
جَمَادِی الْأُولٰی	جَمَادِی الْأُولٰی	عِمَامَہ (عربی)	عِمَامَہ
مِیزَانِ مُنْشَعَب	مِیزَانِ وَمُنْشَعَب	نَحْوِ مِیر	نَحْوِ مِیر
شَبِ قَدَرِ کِی رات	شَبِ قَدَرِ	هَذَایَةُ النُّحُو	هَذَایَةُ النُّحُو
لُغَاتِ کِشُورِی	لُغَاتِ کِشُورِی	اِسْتِیْحْصَال	اِسْتِیْحْصَال
عِجْزُ	عِجْزُ	بَحْرِ الرَّائِقِ	الْبَحْرِ الرَّائِقِ
تَکْبِیرِ تَحْرِیمِہ	تَکْبِیرِ تَحْرِیمِہ	تَصَوُّر	تَصَوُّر
تَعْدَاد	تَعْدَاد	مَعْرِفَہ	مَعْرِفَہ
نَسَائِی شَرِیف	نَسَائِی شَرِیف	مُطَرِّد، شَاذ	مُطَرِّد، شَاذ

مُنَظَّرَه	مُنَظَّرَه	مَحَبَّتْ	مُحَبَّتْ
صَاحِبْ	صَاحِبْ	تین طَلَّاقْ	تین طَلَّاقْ
نَوْعْ	نَوْعْ	ماضی مُطْلَقْ	ماضی مُطْلَقْ
دَلَالَتْ	دِلَالَتْ	مَنْطِقْ	مَنْطِقْ
جمله ثانیه	جمله ثانى	جمله اولی	جمله اول
ایمان مُجْمَلْ	ایمان مُجْمَلْ	شَيْخْ	شَيْخْ
صُورَتِ اُولی	صُورَتِ اَوَّلْ	صفت اُولی	صفت اول
جُمَادِی الثَّانِیَه	جَمَادِی الثَّانِی	صفت ثانیه	صفت ثانى
تَهَجُّدْ	تَهَجُّدْ	مُبْدَلُ مِنْهْ	مُبْدَلُ مِنْهْ
سِوَم/سَوِیم	سُومْ	عِلْمْ	عِلْمْ
نکھت	نکھت	حِیَوَانْ	حِیَوَانْ
مُونْتُ	مُونْتُ	بَنُورِیْ	بَنُورِیْ

(تقریر مفتی رشید احمد صاحب، مآرب الطلبة، فرایند منشورہ، ص: ۵۸)

اصطلاحات علماء

مکمل	مخفف	مکمل	مخفف	مکمل	مخفف
لا اله الا الله	هَيْلَلَهْ	الحمد لله	حَمْدَلَهْ	بسم الله الخ	بَسْمَلَهْ
حیَّ علی الصلوٰۃ	حَیْعَلَهْ	لاحول ولا قوه	حَوَقْلَهْ	سلام علیکم الخ	سَمْعَلَهْ
لیک، لیک	تَلْبِیَّهْ	حی علی الفلاح	حَیْفَلَهْ	سُبْحَانَ الله	سَبْحَلَهْ

ج:	جمع	جج	جمع الجمع	س	سوال
مع:	معرب	هـ، هج	هجری	ع:	عیسوی
المص	المصنف	الش	الشارح	هف	هذا خلف
کک	کذلک	ح	حينئذ	هـ	ههنا
مم	ممنوع	لانم	لانسلم	يقه	يقال
الظه	الظاهر	بطه	باطل	ن، نـ	نسخه
الآية	الى آخر الآية	تعه، تع	تعالى	رح، رحمه	رحمه الله تعالى
عه،	عليه السلام	رضه،	رضى الله عنه	صلعم،	صلى الله عليه وسلم
عط	عطف	الخ، اهـ	الى آخره	اهـ	انتهى
۱۲	حد	ص	صفحه	مص	مصلر

(مقدمات علوم درسیہ، ص: ۱۲۰ تا رب الطلبہ، ص: ۲۳، ۲۴، فراہم شدہ، ص: ۵۸، ۵۹)

عربی میں مؤنثاتِ سماعیہ

کسی بھی زبان میں مذکر و مؤنث کا جاننا انتہائی اہم ہے اور اس کے بغیر کوئی ماہر فن و زبان کا دعویٰ نہیں کر سکتا، خصوصاً مؤنث سماعی کا جاننا اور بھی اہم ہوتا ہے کیونکہ اس کیلئے کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہوتا ہے۔ صرف اہل لسان کے استعمال پر موقوف ہوتے ہیں یہاں ہم عربی زبان کے چند اہم مؤنث سماعی کو حروفِ تنجی کے طور پر نقل کر رہے ہیں، امید ہے اس سے کافی تک مؤنثاتِ سماعیہ کا جاننا آسان ہو جائے گا۔ اور حروفِ تنجی، الف، باء، تاء، جیم وغیرہ آور حروفِ جارہ میں سے ہن، عن، فی وغیرہ میں مذکر و مؤنث دونوں طرح جواز لکھا ہے۔ (مہر منیر، ص: ۵۳)

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
أَرْضُ	زمین	أَمَامَ	آگے	أَرْنَبُ	خرگوش
آلُ	اہل و عیال	إِنْسُ	انسان	إِصْبَعُ	انگلی
إِسْتُ	سرین	أَمَانٌ	امن	إِبْهَامٌ	انگلی
إِبْطٌ	بغل	أَفْعَى	سانپ	أَفُقٌ	کنارہ آسمان
أُذُنٌ	کان	إِبِلٌ	اونٹ	أَوَانٌ	وقت
أَرَوَى	سیراب کرنا	أَوَى	پناہ لینا	أَرِيبٌ	دانا
اثر	نشان/نقش	أَرْبَعَاءُ	صحن	أَتَانٌ	گدھی
بِئْرٌ	کنواں	بِنَصْرُ	چنگلی کیڑا/ھلنگلی	إِزَارٌ	لنگی
بَعِيرٌ	اونٹ	بَاذِلٌ	دھندہ	بَغْلٌ	نچر
بَيْتٌ	مذکر/مؤنث	بَقَرٌ	گائے	بِسَاطٌ	بچھونا
بَغِيلٌ	کنجوس	بَلَدٌ	شہر	بَاعٌ	ایک ہاتھ
تَبَرٌ	خالص سونا	تَمَرٌ	کھجور	تداوی	دوا کرنا
قَرَى	نمناک مٹی	ثِمَانٌ	آٹھ	ثَدَى	پستان
ثُعْبَانٌ	سانپ	ثُرَيَّا	ستارہ	ثَانِبٌ	تیز ہوا
ثُعْلَبٌ	لومڑی	جَنُوبٌ	دکھنی ہوا	جَرَادٌ	ٹڈی
جَهَنَّمُ	دوزخ	جَحِيمٌ	جہنم	خُرُوبٌ	لڑائیاں
جَفَانٌ	پلک	حَانُوتٌ	دوکان	حَرَبٌ	لڑائی
حَالٌ	کیفیت	خُرُورٌ	دھوپ کی گرمی	حَدِيدٌ	لوہا

خَصَا جِرْ	کفتار (بجو)	خَمَرٌ	شراب	خَيْلٌ	گھوڑے
خِنْصَرٌ	چھنگلی	خَدَّان	رخسار	دَبُورٌ	پچھوائی ہوا
دَارٌ	گھر	دَلْوٌ	بالٹی/ڈول	دَبُورٌ	حلقہ سرین
دِرْعٌ	زرہ	ذَهَبٌ	سونا	ذِرَاعٌ (کلائی)	کہنی تا ہتھیلی
ذِکَاۃٌ	ہوشیار/ذہانت	ذِرْعٌ	مذکر/مؤنث	ذُنُوبٌ	گناہ
رِنِحٌ	ہوا	رِجْلٌ	پیر	رَحِمٌ	بچہ دانی
رَحَىٰ	چکی	روح	جان	زُقَاقٌ	گلی
سُوْقٌ	بازار	سِلْمٌ	صلح	سَمُومٌ	گرم ہوا
سَبِيلٌ	راستہ	سُلْمٌ	سیڑھی	سَرَاوِنٌ	پاجامہ
سَقَرٌ	دوزخ	سَعِيرٌ	جہنم	سَرَطَانٌ	کیکڑا
سِکِّينٌ	مذکر/مؤنث	سِنٌ	دانت	سَاقٌ	پنڈلی
شَمْسٌ	سورج	شِمَالٌ	بادشمالی	سَمَاءٌ	آسمان
صَلَاحٌ	دستی/نیک بختی	صَدْرٌ	سینہ	صِرَاطٌ	راستہ
صُعُوْدٌ	چڑھنا	صُوقٌ	اون	صَبَا	پروائی ہوا
صُحَىٰ	چاشت	صَبِيعٌ	بجو	ج صَبَوَان	مقابلہ دیور
طَرِيقٌ	راستہ	طُغْيَانٌ	سرکشی	صَاعٌ	ایک پیانہ
ظَهْرٌ	پیٹھ	ظُهُورٌ	ظاہر ہونا	ضَرْبٌ	سفید گڑھا شد
عَيْنٌ	آنکھ	عَرَىٰ	برہنہ	عَجَزٌ	سرین
عِقَبٌ	ایڑی	عَطَشٌ	پیا سا	عَضُدٌ	بازو

عَشَاء	طعام اللیل	عُرُوض	میزان الشعر	عُرُس	دلہن
عُقْرَب	بچھو	عَصَا	لاٹھی	عُنُق	گردن
عِقَاب	عذاب	عَنْكَبُوت	مکڑی	عُرُوض	اوزان شعر
عَنَم	کبری	عَوَل	بھوت	عَنَا	بے نیازی
فَأْس	کلہاڑی	فَحِذ	ران	فَهْد	چیتا
فَحْت	چاند	فِرْدَوْس	فردوس	فُلْک	کشتی
فَرَس	گھوڑا	فَارِس	گھڑسوار	فَجْر	صبح، سحر
قَوَس	کمان	قَدْرَت	طاقت	قَفَا	گڈی
قُدُوم	کلہاڑی	قَضَاء	تقدیر	قَدْر	ہانڈی
قَوْل	گفتار	قَدَم	پیر	قَلْب	دل
قَبْل	آگے، پہلے	قَبُول	بادصبا	قَمِیص	کرتا
كَاس	پیالہ	كَبَد	جگر	كَیْف	کندھا
كَعْب	پنڈلی	كَهْل	ادھیڑ عمر	كَف	ہتھیلی
كُرَاع	پائے جانور	كُرَش	اوجھڑی/آنت	كَدْ	کوشش
لِسَان	زبان	لَظِي	شعلہ	لَيْت	شیر
مِسْك	مشک	مَتَاع	سامان	مُوسَى	استرہ
مِلْح	نمک	مِنْجَنِيْق	گوپھن	مِحن	محنت
نَار	آگ	نَجْم	تارے	نَفْس	جان/سانس
نَعْل	جوتا	نَاب	دانت	نَخِيْل	نخلستان

نَحْلُ	کھجور (درخت)	نَحْلُ	شہد کی مکھی	نَسِيمٌ	نرم ہوا
وَرِكٌ	سرین	وحش	جنگلی جانور	وَرَاءَ	آگے، پیچھے
هَيْفٌ	نام ہوا	هَبوطٌ	ڈھلوان / اتار	هَزَلٌ	مذاق / بیہودہ
يَمِينٌ	واہنا	يَسَارٌ	بایاں	يَدٌ	ہاتھ
يَنْبُوغٌ	چشمہ	يُسْرٌ	آسانی	يُسٌ	نام سورت

(مصباح اللغات، بدر منیر، مہر منیر، معلم الانشاء، عربی کا معلم، کافیہ)

هَذِهِ الْقَصِيدَةُ الَّتِي جَمَعَ فِيهَا الشَّيْخُ ابْنُ

حَاجِبٍ الْمُؤَنَّثَاتِ السِّمَاعِيَّةِ

”یہ وہ قصیدہ ہے جس میں علامہ ابن حجب نے مؤنثات سماعیہ کو جمع فرمایا ہے“

نَفْسِي الْفِدَاءُ لِسَائِلِ وَاقَانِي
میری جان قربان ہوا یہ مسائل دریافت کرنے
بِمَسَائِلَ فَاحِثٌ كَغُضَنِ الْبَانِ
والے کیلئے جوشاں بان کی طرح مہکتے ہیں
أَسْمَاءُ تَانِيَتْ بِغَيْرِ عِلَامَةٍ
وہ اسماء مؤنث جن میں کوئی علامت تانیث
قَدْ كَانَ مِنْهَا مَا تَوَنَّتْ ثُمَّ مَا
ایک وہ کج مؤنث پڑھے جاتے ہیں دوسری وہ ہے جس
أَمَّا الَّتِي لَا بُدَّ مِنْ تَانِيْثِهَا
بہر حال وہ جن کو مؤنث پڑھنا ضروری ہے
وَالنَّفْسُ ثُمَّ الدَّارُ ثُمَّ الدَّلْوُ مِنْ
اور جان پھر مکان پھر ڈول ان ساٹھ
بِمَسَائِلَ فَاحِثٌ كَغُضَنِ الْبَانِ
والے کیلئے جوشاں بان کی طرح مہکتے ہیں
هِيَ يَافَتِي فِي عُرْفِهِمْ ضُرْبَانِ
نہ ہو وہ عربوں کے عرف میں دو قسم کے ہیں
هُوَ فِيهِ خَيْرٌ لَا خِتْلَافٍ مَعَانِ
میں اختیار دیا گیا ہے معنی مختلف ہونے کے سبب
فَسِتُونَ مِنْهَا الْعَيْنُ وَالْأُذُنَانِ
تو وہ ساٹھ ہیں جن میں آنکھ اور دوکان ہیں
أَعْدَادُهَا وَالسِّنُّ وَالْكَفَّانِ
میں سے اور دانت اور دونوں ہتھیلیاں ہیں

وَالْأَرْضُ ثُمَّ الْإِسْتُ وَالْعُضْدَانِ
 پھر سرین اور دونوں بازو ہیں
 وَالرَّيْحُ مِنْهَا وَاللُّطَى وَيَدَانِ
 اور ہوا ان ہی سے شعلہ اور دونوں ہاتھ
 فِي الْبَحْرِ تَجْرِي وَهِيَ فِي الْقُرْآنِ
 چلتی ہے اور وہ قرآن میں ہے
 وَالْمِلْحُ ثُمَّ الْفَاسُ وَالْوَرِكَانِ
 اور نمک پھر کلہاڑی اور دونوں سرین ہیں
 وَالْخَمْرُ ثُمَّ الْبُرُ وَالْخَدَّانِ
 پھر کنواں اور دونوں رخسار ہیں
 أَبْدَاوَفِي ضَرْبٍ لِكُلِّ مَكَانٍ
 ہمیشہ اور ہر قسم کے مکان میں
 هِيَ مِنْ حَدِيدٍ قَطُّ وَالْقَدَمَانِ
 جو لوہے سے ہو اور دونوں قدم ہیں
 أَفْعَى وَمِنْهَا الشَّمْسُ وَالْعَقَبَانِ
 اور ان ہی میں سے سورج اور دونوں ایزیان ہیں
 سَقَرُ وَمِنْهَا الْحَرْبُ وَالْثَدْيَانِ
 دوزخ میں اور انہیں سے جنگ اور دونوں چھاتیاں ہیں
 ثُمَّ الْيَمِينُ وَاصْبَعُ الْإِنْسَانِ
 پھر دایاں ہاتھ اور انسان کی انگلی ہے
 فِي الرَّجُلِ كَانَتْ زِينَةُ الْعُرْيَانِ

وَجَهَنَّمَ ثُمَّ السَّعِيرُ وَعَقْرَبُ
 اور جہنم پھر دوزخ پھر بچھو اور زمین
 ثُمَّ الْجَحِيمُ وَنَارُهَا ثُمَّ الْعَصَا
 پھر دوزخ اور اس کی آگ پھر لاشی
 وَالْغَوْلُ وَالْفِرْدَوْسُ وَالْفُلُكُ النَّبِيُّ
 اور بھوت اور فردوس اور کشتی جو دریا میں
 عُرُوضُ شِعْرِ وَالذِّرَاعُ وَتَغْلَبُ
 اور شعر کے اوزان اور کلائی اور لومڑی
 وَالْقَوْسُ ثُمَّ الْمِنْجَنِيْقُ وَارْتَبُ
 اور کمان پھر گوپھن اور خرگوش اور شراب
 وَكَذَاكَ فِي ذَهَبٍ وَتَبَرٍ حَكْمُهُمَا
 اور ایسا ہی حکم ہے سونے اور چاندی میں
 وَالْعَيْنُ وَالْيَنْبُوعُ وَالْبَرْعُ النَّبِيُّ
 اور چشمہ اور سر چشمہ اور زرہ
 وَكَذَاكَ فِي كَبِدٍ وَكَرْشٍ ثُمَّ فِي
 اور ایسے ہی حکم ہے جگر اور آنت میں پھر سانپ
 وَكَذَاكَ فِي فَرَسٍ وَكَاسٍ ثُمَّ فِي
 اور ایسے ہی گھوڑے اور پیالے میں اور پھر
 وَالْعَنْكَبُوتُ تَوْنَتْ الْمُوسَى مَعَا
 اور مکڑی اور استرہ بھی مونت ہوتا ہے
 وَالرَّجُلُ مِنْهَا وَالسَّرَاوِيلُ النَّبِيُّ

اور پاؤں بھی ان میں سے ہے اور پا جامہ
وَكَذَٰلِكَ الشَّمَالُ مِنَ الْإِنَاثِ وَمِثْلُهَا
اور ایسا ہی بائیں جانب بھی مؤنثات میں سے ہے اور
أَمَّا الَّتِي قَدْ كُنْتَ فِيهِ مُخَيَّرًا
بہر حال وہ مؤنثات سماعیہ جن میں تجھ کو
الْسَّلَامُ ثُمَّ الْقِنَرُ ثُمَّ الْمِسْكُ فِي
سیڑھی پھر بانڈی پھر مشک ہے ایک لغت
وَالْبَيْتُ مِنْهَا وَالطَّرِيقُ وَكَالْثَرَى
اور مکان بھی ان میں سے ہے اور راستہ اور مٹی کے
وَكَذَٰلِكَ السَّمَاءُ وَالسَّبِيلُ مَعَ الضَّحَى
اور ایسے ہی آسمان اور راستہ وقت چاشت کیساتھ
وَالْحُكْمُ هَذَا فِي الْقَفَاءِ أَبَدًا وَفِي
اور حکم یہی ہے کہ گدی میں ہمیشہ اور
وَقَصِيدَتِي تَبْقَى وَهَآ أَنَا الْكَتْسَى
اور میرا یہ قصیدہ باقی رہے گا اور آگاہ ہو کہ میں

جو پاؤں میں برہنہ کی زینت ہوتا ہے
ضَبْعٌ وَمِنْهَا الْكَتْفُ وَالسَّاقَانِ
مانند سبجو پھانسی میں سے کندہ اور دونوں پندلیں ہیں
هُوَ كَانَ سَبْعَةَ عَشَرَ فِي الْبَيَانِ
اختیار دیا گیا وہ سترہ ہیں بیان میں
لُغَةً وَمِنْهَا الْحَالُ كُلُّ أَوَانٍ
میں اور ان ہی میں سے حال ہے ہر وقت
وَيُقَالُ فِي غُنُقٍ كَذَاوِلْسَانَ
مانند ہے اور گردن و زبان میں بھی یوں ہی کہا جاتا ہے
ثُمَّ الصَّلَاحُ مُقَابِلُ الطُّغْيَانِ
پھر دوستی جو سرکشی کے مد مقابل ہے
رَحِمٌ وَفِي السَّكِينِ وَالسَّرْطَانِ
بچہ دان میں اور چھری اور کیکڑے میں
ثَوْبُ الْفَنَاءِ وَكُلُّ شَيْءٍ فَإِنْ
فنا کا جامہ پہن لوں گا اور ہر چیز فانی ہے

تم بحث الاسم

بحمد الله تعالى

وعونه والله هو الموفق

العبد نور حسين قاسمي

خادم جامعه عربيه الهيه

بحث فعل

”الصرف فى العلوم كالبدر فى النجوم“
 ”الصرف فى الكلام كالنور فى الظلام“
 ”الصرف للطلبان كالرأس للجثمان“
 ”الصرف ام العلوم والنحو أبوها“
 ”الصرف للمرام كالعين للأنام“

تالیف لطیف

مولانا محمد نور حسین قاسمی

استاد الحدیث جامعہ عربیہ الہیہ

یہ مسائل نحو و صرف کے متعلق ایک مختصر و جامع کتاب ہے۔ جو علم النحو و علم الصرف اور متعلقات نحو و صرف کی تقریباً ۱۱۲ مختلف کتابیں مطالعہ کرنے کے بعد ترتیب دی گئی ہے راقم الحروف اس کے حسن و فح پر تبصرہ خود نہیں کرتا، کتاب کے مطالعہ سے خود قاری کو اندازہ ہو جائے گا۔ خلاصہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایک مختصر کتاب کے اندر تقریباً ۱۱۲ کتابوں کا خلاصہ ایک قاری و طلبہ عزیز کو مختصر وقت میں مل سکے گا، جو علوم دینیہ و صرف و نحو کے متعلق ایک جامع و اہم راہنما ثابت ہوگا۔

شعبہ نشر و اشاعت المکتبۃ القاسمیہ، قاسمی منزل، ضیاء کالونی، کورنگی، کراچی

فون: 0333-2101352

بسم الله الرحمن الرحيم ط

صرف راجوں مادر علوم داں

نحور انیز باید شمرد پدر آن

تدوین علم صرف کا نقش اولین

كَذَٰلِكَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يُشْكُرُونَ. (اعراف: ۵۸)

”یعنی اسی طرح ہم (ہمیشہ) دلائل کو طرح طرح سے بیان کرتے رہتے ہیں

ان لوگوں کیلئے جو قدر کرتے ہیں۔“

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد!

علماء کرام کی تحقیق اور دلائل و براہین سے یہ بات ثابت ہے کہ علم صرف کے

مدون اول امام الائمہ، سراج الامہ، حضرت امام ابوحنیفہؒ بن ثابت کو فی التابعی، مولود

۸۰ ۱۷۵۰ھ اور وفات ۱۵۰ھ ہی ہیں جیسا کہ علم فقہ کے مدون اول امام اعظمؒ ہیں، نہ کہ

امام مازنی یا اور کوئی۔

حضرت امام صاحبؒ نے سب سے پہلے مرکز العلوم الاسلامیہ (کوفہ و بغداد)

میں ایک مستقل کتاب ”المقصود“ کے نام سے تالیف فرمایا، یہ کتاب مصر کے مشہور مطبعہ

و مکتبہ، مصطفیٰ البابی الحلی سے ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۹۴۰ھ میں طبع ہوئی۔ یہ کتاب نہایت جامع

ہو، جز (مختصر) مگر نہایت واضح اور منضبط متن متین کی حیثیت رکھتی ہے، اس کتاب کے

ساتھ تین شرحیں بھی ایک ہی ساتھ چھپی ہوئی ہیں، جن کے اسماء مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) المطلوب (۲) امعان الانظار (۳) روح الشروح، ہیں۔ اول الذکر

”المطلوب“ کے مؤلف کا نام کتاب میں مذکور نہیں، معجمات کے مصنفین نے بھی شارح

کے نام پر لاعلمی ظاہر کئے ہیں، لیکن شارحؒ نے خود اس کتاب کے دیباچہ میں جو کوائف

ذکر کیا ہے وہ اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ یہ شرح ۹۵۳ھ سے بہت پہلے لکھی گئی کتاب ہے، بلکہ عبارت کے سیاق و سباق سے یہ بھی لطیف اشارہ ملتا ہے کہ اس شرح کے مؤلف امام اعظم ابو حنیفہؒ کے کوئی شاگرد یا ان کے متعلقین میں سے کوئی ایک ہیں۔

مگر یہاں کراچی میں قدیمی کتب خانہ آرام باغ نے ”المطلوب شرح المقصود فی التصریف“ کے نام سے ایک کتاب چھپوائی ہے، اس میں تالیف ”امام اعظم ابو حنیفہ النعمان بن ثابت الکوئی ۸۰ھ-۱۵۰ھ واضح طور پر سرورق میں موجود ہے، لہذا اگمان غالب یہی ہے کہ حضرت امام صاحبؒ ہی اس کتاب کے مؤلف ہیں۔

اصل کتاب ”المقصود“ کی شرح ”المطلوب“ کی حاشیہ پر دو شرحیں بھی ساتھ ہیں، جس کا ذکر اوپر اجمالاً آیا ہے۔ یعنی (۱) امعان الانظار، لذین الدین محمد بن میر علی محی الدین (المعروف ببیر کلی)۔ (۲) روح الشروح، للاستاذ عیسیٰ السیرویؒ انہوں نے یہ شرحیں ۹۵۲ھ میں مکمل کی، جیسا کہ انہوں نے شرح کے آخر میں خود ہی تحریر فرمایا ہے، ساتھ ہی یقین و جزم کے ساتھ یہ بات بھی کہی ہے کہ ”المقصود“ کے مصنف حضرت امام اعظمؒ ہیں۔

ایک بات یہ بھی ذہن نشین رہے کہ کتاب ”المقصود“ اور مذکورہ تینوں شروحات فضیلۃ الشیخ احمد سعد علی استاذ جامعہ ازہر مصر کی تصحیح کے بعد شائع ہوئی ہیں۔ مزید تصدیق و تائید کیلئے عرض ہے کہ حضرت امام اعظمؒ کی اس تصنیف کا ذکر ”معجم المطبوعات العربیہ والمغربیہ“ مؤلفہ الیاس الیان سرکیس بمصر“ نے تین مواقع میں کیا ہے۔ انہوں نے بقید صفحات حوالہ دیا جو یہ ہیں: ص: ۳۰۴ ج ۲۔ ص: ۶۱۰ ج ۳۔ ص: ۱۴۰۲ ج ۸۔ ان تینوں جگہوں میں اس کتاب کو حضرت امام اعظمؒ کی طرف منسوب کیا ہے۔ البتہ ایک جگہ، ”کشف الظنون“ مؤلفہ الشیخ مصطفیٰ بن عبد اللہ، الشہیر ”بحاجی خلیفہ“ نے ص: ۳۰۴ ج ۲، میں ”المقصود“ کے مؤلف کے بارے میں اختلاف نقل کیا ہے کہ بعضوں نے حضرت امام اعظمؒ کو اس کتاب کا مصنف کہا۔ اور بعضوں نے کسی اور کو مصنف کہا ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ (معجم المطبوعات

العربیہ المعربہ کے مطالعہ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ”المقصود“ اپنی شرح ”المطلوب“ کے ساتھ ۱۲۹۳ھ و ۱۳۱۰ھ اور ۱۳۲۴ھ میں بھی مختلف مطابع سے حضرت امام اعظمؒ کے نام سے شائع ہو چکی ہے، بہر حال ان تمام قرائن و عوامل اور سیاق و سباق اور بعض جگہ صراحت کے ساتھ امام صاحبؒ کے ساتھ منسوب ہونے کی نسبت سے امام اعظمؒ ہی اس کتاب ”المقصود فی التصریف“ کے مصنف ہونا مسلم ہے، اس سے صاف واضح ہے کہ علم فقہ کی طرح علم صرف کے مدون اول بھی حضرت امام اعظمؒ ہیں، نیز یہ کتاب ”المقصود“ خود اس بات کا شاہد ہے کہ امام اعظمؒ ہی فن صرف کے مدون اول ہیں۔

البتہ آخر میں ایک بات ذہن میں مرکوز ہے کہ قول مشہور یہ ہے کہ فن صرف کے مدون اول جو صاحب کشف الظنون، الشیخ مصطفیٰ بن عبد اللہ کاتب چلبی، الشہیر بحاجی خلیفہ اور صاحب مفتاح السعادات و مصباح السیادة والشیخ احمد بن مصطفیٰ المعروف بطاش کُبریٰ زادہ رومی، المعوفی ۹۶۳ھ و ۱۰۶۰ھ نے اپنی اپنی دونوں کتابوں کے اندر مثلاً اوّل الذکر نے، ص: ۲۸۸ ج ۱ مطبعة العالم، ۱۳۱۰ھ اور ثانی الذکر نے، ص: ۱۲۰ ج ۱، مطبعة نظامیہ دکن میں ذکر کیا ہے۔ کہ علم صرف کے مدون اول ابو عثمان بکر بن حبیب مازنی التونی ۲۹-۲۲۸ھ ہیں اور امام اعظمؒ کی تدوین سے قبل علم صرف فن کی حیثیت سے مستقل مدون نہیں تھا، بلکہ فن نحو ہی کے ساتھ مسائل علم صرف کے مسائل بھی بیان یا ذکر کر دئے جاتے تھے۔

☆..... ملاحظہ:- ابو عثمان کا مختصر تعارف: ابو عثمان مازنی علوم عربیہ و مناظرہ کے مشہور ائمہ میں سے تھے، مشہور امام نحو تلمیذ امام سیبویہ، امام اخفشؒ کے شاگرد درشید ہیں، مگر علوم میں اس قدر پختگی اور استحضار کا یہ عالم تھا کہ اپنے استاد کو مات کر دیتے تھے، ابو عثمان کے متعلق امام نحو امام مبرّدؒ نے کہا کہ نحو کے استاد الائمہ والکل صاحب ”کتاب سیبویہ“ امام سیبویہ کے بعد امام ابو عثمان سے زیادہ ماہر علوم نحو و صرف میں کوئی اس سے بڑا عالم نہیں ہے، ان کے مندرجہ تصانیف بہت مشہور ہیں: (۱) التصرف (۲) علم النحو (۳) تفاسیر کتاب

سیبویہ (۴) الدیبا ج فی کتاب سیبویہ (۵) ما ملحق فیہ العامہ (۶) الالف و لام (۷) العرض (۸) القوافی، اس کے علاوہ علم نحو کی طرح علم صرف بھی ایک اہم قالاہم علم کا نام ہے جس کے بغیر صغ و علل کی پہچان اور قرآن وحدیث کی فہم حد درجہ مشکل، بلکہ ناممکن ہے، ہمارے دینی مدارس میں علم صرف کی بہت سی کتابیں داخل نصاب تھیں، اور اب بھی ہیں، مثلاً:

(۱) صرف میر، از علامہ سید شریف علی بن محمد بن علی جرجانی، متوفی ۸۱۶ھ (۲) میزان الصرف، از شیخ محمد بن مصطفیٰ بن حاجی حسن یا سراج الدین عثمان اودبی متوفی ۹۱۱ھ (۳) منشعب: از علامہ ملا حمزہ بدایونی (۴) مراح الارواح، از علامہ شیخ احمد بن علی بن محمود (۵) علم الصیغہ، از علامہ عنایت احمد کاکوری شہید غرق آب (۶) فصول اکبری اور اصول اکبری از شیخ علی اکبر، الد آبادی (۷) دستور البتدی از شیخ صفی الدین بن نصیر الدین (۸) پنج گنج، از علامہ شیخ بن مصطفیٰ متوفی ۹۱۱ھ (۹) زبدہ، از علامہ شیخ صاحب۔

ان کے علاوہ مندرجہ ذیل کتابیں بھی علم صرف کی متداول تھیں، جو دیار مشرق میں نظر نہیں آتی، جن میں (۱) العثمانیہ، عرف زرادی، از مولانا فخر الدین زرادی (۲) نوادر الاصول، شرح فصول اکبری، از مولانا مفتی سعد اللہ مراد آبادی (۳) شذالہ صرف از شیخ احمد حملاوی متوفی ۱۳۵۱ھ، (۴) عنقود الزاجر فی نظم الجواهر، از شیخ علاء الدین (۵) شافیہ، از علامہ ابن حاجب (۶) لامیۃ الافعال، از علامہ ابن مالک نحوی (۷) نزہۃ الطرف فی علم الصرف، از شیخ ابوعثمان بکر بن محمد (۷) ہار تشاف الضرب فی لسان العرب، از علامہ ابو حیان اندلسی وغیرہ کئی کتابیں علم صرف میں زمانہ قدیم میں داخل نصاب تھیں۔

بشکریہ حضرت :

مولانا محمد نور الحسن صاحب

سابق استاذ الحدیث جامعہ محمودیہ

کراتشی

مقدمہ علم صرف

مقدمہ: اس میں وہ باتیں لکھی جاتی ہیں جن پر مسائل کتاب کا سمجھنا موقوف ہو، جیسے اس علم کی تعریف، اس علم کا موضوع اور اس علم کی غرض و غایت وغیرہ۔
علم صرف لغوی تعریف: علم لفظ ”صرف“ لغت میں پھیرنے، ہٹانے، دفع کرنے اور واپس کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، جیسے ﴿صَرَفَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے قلوب کو (دین حق سے) پھیر دیا ہے۔ اور صرف کا دوسرا نام ”التصریف“ ہے۔

علم الصرف کی اصطلاحی تعریف:

هُوَ عِلْمٌ يُبْحَثُ فِيهِ عَنِ الْأَعْرَاضِ الدَّائِيَّةِ لِمُقَرَّدَاتِ كَلَامِ الْعَرَبِ مِنْ حَيْثُ صُورَهَا وَهَيْئَاتِهَا كَالْإِغْلَالِ وَالْإِدْغَامِ.

”یعنی علم صرف وہ علم ہے کہ جس میں عربی کلمات مفردہ کے عوارض ذاتیہ سے بحیثیت صورت و ہیئت بحث کی جاتی ہو، جیسے: اعلال و ادغام وغیرہ۔“

علم صرف کی دوسری تعریف: صرف وہ علم ہے جس میں کلمات مفردہ موضوع عربیہ کی مختلف صورتوں و بناوٹوں سے بحث ہو یعنی کلمہ کے ادل بدل کے قواعد معلوم ہوں۔

اور توضیحات میں تصریف کے لغوی معنی یوں بیان کئے گئے ہیں کہ کسی چیز کو ایک حال سے دوسرے حال کی طرف پھیرنا۔ اور صرفی اصطلاح میں تصریف کے معنی یہ ہیں کہ کسی مادے کے ایک لفظ کو مختلف صیغوں کی طرف لے جانا تاکہ مختلف معنی پیدا ہو جاویں۔ یا علم صرف وہ علم ہے جس میں لفظوں کا جوڑ توڑ اور ان کے بولنے برعنے کے قاعدے بیان کئے جائیں۔ (توضیحات ص: ۶۰ بقرة العیون فی تذکرۃ الفنون، ص: ۱۱۶ و فیروز اللغات)

علم صرف کا موضوع: - علم صرف کا موضوع کلمات ثلاثہ (یعنی اسم، فعل اور حرف) ہیں۔

علم صرف کی غرض و غایت: - الفاظ و کلمات کے صحیح تلفظ کو معلوم کرنا اور کلموں کی بناوٹ اور تغیر و تبدل کے قواعد کو پہچاننا۔ یا صرف خطائے لفظی سے بچنا ہی علم صرف کی غرض و غایت ہے۔ (قرۃ العیون فی تذکرۃ الفنون: ۱۱۶)

لفظ ”صیغہ“ کا لغوی و اصطلاحی معنی:..... صیغہ کا لغوی معنی ہے، سونے کو پگھلا کر قالب میں ڈھالنا۔ اور اصطلاح صرف میں صیغہ اس شکل کو کہتے ہیں جو چند حروف کو حرکات و سکنات ترتیب دینے کے بعد حاصل ہو جیسے: بض، رب۔ اور یہ ترتیب دینے کے بعد ضرب ہوا۔ (کنز اللہاد، ص: ۶)

لفظ ”صیغہ“ کی دوسری تحقیق: - لغت میں سونے چاندی کے اس چھوٹے ظرف کو کہتے ہیں جس میں سونا چاندی ڈال کر پگھلاتے ہیں۔ اور اصطلاح صرف میں صیغہ کہتے ہیں اس عبارت کو جس سے کوئی ہیئت یا صورت حاصل ہو، کلمہ کو ترتیب حروف، حرکات و سکنات کے ساتھ یعنی اس کلمہ میں اگر سکنات ہوں، تب ”ضرب“ کے ساتھ کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کے اصل میں سکنات ہی نہیں ہے۔ (تبیان شرح میزان، ص: ۱۳)

لفظ ”صیغہ“ کی تیسری تحقیق: - صیغہ، بمعنی قسم، اصل۔ کہا جاتا ہے، هُوَ مِنْ صِیْغَةٍ کَرِیْمَةٍ۔ یعنی وہ اصل کریم سے ہے اور اس کی جمع صِیْغٌ آتی ہے۔ صَاغَ الْکَلِمَةَ وزن مخصوص پر دوسرا کوئی کلمہ بنانا۔ کہا جاتا ہے صَاغَ الْکَلَامَ یعنی گھڑ لیا کلام۔ (المصباح، ص: ۳۸۵)

لفظ ”لغت“ کے لغوی و اصطلاحی معنی: - بولی اور گفتگو کے ہیں۔ اصطلاح میں لغت

کہتے ہیں: مَا يَعْبُرُ بِهِ كُلُّ قَوْمٍ عَنْ آغْرَاضِهِمْ۔ ”یعنی جس کے ذریعہ ہر قوم اپنی اغراض تعبیر کرے۔“

لفظ ”اصطلاح“ کا لغوی و اصطلاحی معنی: لغوی معنی ہے صلح کرنا، اور اصطلاحی معنی یہ ہے ”اتِّفَاقٌ قَوْمٍ مَخْصُوصٍ عَلَى أَمْرٍ مَخْصُوصٍ“۔ یعنی کسی مخصوص قوم کا کسی مخصوص معاملے (کام) پر اتفاق کرنا۔ (کنز اللوائد، ص: ۶)

لفظ ”فعل“ کی بحث

☆..... فعل (بکسر الفاء) یہ باعتبار لغت اسم مصدر ہے بمعنی کردار۔ اور فعل (بفتح الفاء) یہ مصدر ہے بمعنی کردن (کرنا) اور بعض لوگ بکسر الفاء (فعل) کو بھی مصدر کہتے ہیں۔ (فیوض عثمانی، شرح فصول اکبری، ص: ۱۰)

☆..... فعل کی دو قسمیں ہیں: (۱) فعل لغوی (۲) فعل اصطلاحی۔ اور فعل اصطلاحی تین چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ (۱) نسبت الی الفاعل (ب) معنی حدثی (ج) اقتصران بالزمان، لیکن فعل لغوی صرف اسم ہی ہوتا ہے۔ (المصباح المنیر، ص: ۱۱)

☆..... سوال: فعل کی تعریف ”با یکی از ازمانہ ثلاثہ“ کی تعریف سے فعل مضارع خارج ہو گیا، کیونکہ اس کا معنی ایک زمانہ سے نہیں، بلکہ دو زمانوں سے مقترن ہے؟

☆..... اس کے جواب میں (۱) اکثر علماء کے نزدیک فعل مضارع ”معنی (زمانہ) واحد“ کیلئے موضوع ہے، دوسرے زمانہ میں اس کا استعمال مجازاً ہے، (۲) فعل مضارع زمانہ حال و استقبال میں مشترک ہے اور دونوں کیلئے موضوع ہونے سے مراد یہ ہے کہ بحالت واحد، زمانہ واحد کیلئے موضوع ہوتا ہے، نہ کہ ہر معنی کیلئے مغا (موضوع ہوتا ہے)۔ (۳) فعل مضارع کا وضع برائے اثنین، وضع برائے واحد کے منافی نہیں

ہے کیونکہ دو میں ایک بھی تو ہوتا ہے۔ (مزید تفصیل کیلئے، تحفہ سعیدیہ، شرح علم الصیغہ، ص: ۱۲) ☆..... سوال: فعل کی تعریف پر اعتراض ہوتا ہے کہ بعض اسماء ایسے ہیں کہ وہ ازمنہ ثلاثہ میں سے کسی ایک پر دلالت کرتے ہیں جیسے لفظ ”الْمَاضِي“، و ”الْحَال“ اور لفظ ”الْحَال“ و ”الْآن“ اور لفظ ”الْمُسْتَقْبَلُ“، و ”غَدًا“۔ لہذا ان پر فعل کی تعریف صادق آئی نہ کہ اسم کی؟

الجواب:- اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ کی دلالت بعض معنی پر بالارادہ ہوتی ہے اور بعض معنی پر بالہیئۃ اور معترض نے جو اسماء پیش کئے ہیں ان میں زمانہ پر دلالت بالمادہ ہے۔ بالہیئۃ نہیں، یعنی صوری، لہذا الْآن، الْمَاضِي وغیرہ فعل نہیں ہو سکتے کیونکہ فعل میں دلالت بالمادۃ والہیئۃ ضروری ہے، جو ان میں نہیں ہے۔ (علم الصیغہ مترجم، ص: ۲۳)

سوال:- آنکہ دلالت کند بر معنی مستقل با یکی از ازمنہ ثلاثہ: اس عبارت میں سوال یہ ہے کہ فعل کی یہ تعریف تو اپنے افراد کو جامع نہیں، کیونکہ نعم، بئس اور لیس بھی افعال میں سے ہیں مگر ان میں کوئی زمانہ نہیں پایا جاتا؟

جواب:- فعل کے معنی کا ”أَحْذِ الْأَرْزَمَنَةَ الثَّلَاثَةَ“ کے ساتھ اِقْتِرَانُ بِحَسَبِ الْوَضْعِ مراد ہے بحسب الاستعمال مراد نہیں۔ (تفصیل کیلئے، تحفہ سعیدیہ، ص: ۱۲)

☆..... سوال:- فعل کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں، کیونکہ اس میں وہ اسماء داخل ہو گئے ہیں جن میں زمانہ معتبر ہے جیسے اسم فاعل و مفعول وغیرہ؟

جواب:- یہ تعریف مانع ہے، کیونکہ ان اسماء میں زمانہ ازروئے استعمال پایا جاتا ہے، نہ ازروئے وضع، پس یہ تعریف فعل جامع و مانع ہے۔ (تحفہ سعیدیہ، ص: ۱۲)

☆..... فعل تین اور اس کے اعراب بھی تین ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فعل کا آخر

عامل لفظی کے بغیر یا تو مفتوح ہوگا یا مرفوع ہوگا یا موقوف۔ پس اگر مفتوح ہے تو فعل ماضی ہے، اگر مرفوع ہے تو فعل مضارع ہے اور اگر موقوف ہے تو امر حاضر معروف ہے۔ لہذا فعل میں چوتھی صورت نہیں۔ (فیوض عثمانی)

فائدہ: جب فعل ماضی دعا کے موقع پر آئے یا اس پر حرف شرط یا اسم موصول داخل ہو تو مستقبل کے معنی میں ہو جائے گی۔ (علم النحو، خلاصۃ النحو ص: ۲۴، از مولانا ولایت حسین ارکانی صاحب)

کوئی فعل چھ حروف سے تجاوز نہیں کرتا

☆..... کوئی فعل حروف اصلیہ وزوائد ملکر چھ سے تجاوز نہیں کرے گا۔ (لیکن اس میں تائے تانیث، علامت تشنیہ اور جمع وغیرہ کا اعتبار نہیں ہوگا، جیسے: اِسْتَخْرَجْتُ، يَسْتَخْرِجَانِ، يَسْتَخْرِجُونَ وغیرہ کلمات اس قاعدے میں شامل نہیں ہیں) اور اسماء میں سات حروف ہو سکتے ہیں (لیکن جاننا چاہیے کہ سات حروف سے مراد ماسوائے تائے تانیث اور یائے نسبی اور یائے تصغیر اور علامت تشنیہ و جمع ہیں)، جیسے: مُسْتَخْرِجَاتُ، مُسْتَخْرِجَتَانِ جیسے کلمات سے کہ یہ آٹھ یا نو حرف تک پہنچ گئے ہیں تو اس میں کوئی اعتراض وارد نہ ہوگا۔ (کنز النوار، ص: ۱۴)

فعل کے ۱۴ صیغے اور ان کی علامتیں

☆..... فَعَلَ کی تعریف اور چودہ صیغوں کی علامتیں: جاننا چاہئے کہ فعل بکسرفا باعتبار لغت اسم مصدر ہے بمعنی کردار۔ اور فعل بفتح ف مصدر ہے بمعنی کردن (کرنا) اور بعض صرفیوں نے بکسرفا کو بھی مصدر کہا ہے۔ اور ماضی کے چودہ صیغوں میں فَعَلَ: واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے اور یہ سب علامتوں سے خالی ہے اور تمام صیغوں میں اصل ہے

اس کا فاعل کبھی اسم ظاہر ہوتا ہے جیسے فَعَلَ زَيْدٌ۔ اور کبھی اسم ضمیر جیسے زَيْدٌ فَعَلَ۔
فَعَلًا: اس میں ”الف تشنیہ“ علامت تشنیہ مذکر ہے، اور اس کی ضمیر فاعل ہے۔ فَعَلُوا:
اس میں واو، جمع مذکر کی علامت اور ضمیر فاعل ہے اس کے آخر میں جو الف لکھا
جاتا ہے وہ بعض صورتوں میں واو جمع اور واو عاطفہ کے درمیان فرق کرنے کی علامت
ہے (کیونکہ واو عاطفہ کے بعد الف نہیں لکھا جاتا)، جیسے: حَضَرُوا، و نَصَرُوا۔
فَعَلَتْ: اس میں ”تاء ساکن“ صرف علامت تانیث ہے نہ کہ فاعل ورنہ حَضَرَتْ
هِنْدٌ میں دو فاعلوں کا ہونا لازم آئے گا، اس کا فاعل کبھی اسم ظاہر ہوتا ہے، جیسے:
حَضَرَتْ فَاطِمَةُ۔ اور کبھی اسم ضمیر ہوتا ہے، جیسے: هِنْدٌ حَضَرَتْ۔ فَعَلْنَا: اس میں
”الف“ تشنیہ مؤنث کی علامت اور ضمیر فاعل ہے اور ”ت“ علامت تانیث ہے، اس
میں ”ث“ کی حرکت اجتماع ساکنین کو دور کرنے کیلئے ہے، اصلی نہیں ہے۔ پس پے
در پے جو چار حرکات کا یہاں شبہ پیدا ہوتا تھا وہ دور ہو گیا۔ فَعَلْنَ: اس میں نون مفتوح
علامت جمع مؤنث کی ہے اور ضمیر فاعل ہے۔ فَعَلْتُ: اس میں ”تاء“ مفتوح علامت
واحد مذکر حاضر کی ہے اور ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل ہے۔ فَعَلْتُمَا: اس میں ”تُمَا“ کبھی
علامت اور ضمیر فاعل تشنیہ مذکر مخاطب کی ہوتی ہے اور کبھی علامت اور ضمیر فاعل تشنیہ
مؤنث حاضر کی ہوتی ہے۔ فَعَلْتُمْ: اس میں ”تُم“ جمع مذکر حاضر کی علامت ہے اور ضمیر
فاعل ہے۔ فَعَلْتُ: اس میں ”ت“ (تائے مکسور) علامت واحد مؤنث حاضر کی ہے،
اور ضمیر فاعل ہے۔ فَعَلْتُمَا: اس میں فاعل ”ت“ ہے اور علامت تشنیہ ”الف“ ہے اور یہ
الف ”الف اشباع“ کے ساتھ نہ ملنے کیلئے بیچ میں ”میم“ بڑھائی گئی ہے اور تَوْفَى
كُلُّ نَفْسٍ مَّا ضَمِنَتْ کے لفظ ضَمِنَتْ، صیغہ تشنیہ مذکر حاضر ہے۔ ضَمِنْتُ صیغہ
واحد حاضر کے ساتھ مل جاتا۔ اور فَعَلْتُنَّ یہ اصل میں فَعَلْتُمُنَّ تھا قرب مخرج کی وجہ

سے میم کو نون میں ادغام کر دیا گیا ہے۔ اور اس میں ”تَنْ“ علامت جمع مؤنث حاضر کی ہے، اور ضمیر فاعل ہے۔ فَعَلْتُ: اس میں ”تْ“ (تائے مضموم) ضمیر فاعل اور علامت واحد متکلم ہے۔ فَعَلْنَا: یہ صیغہ جمع متکلم، اس میں ”نا“ ضمیر فاعل اس لئے بڑھائی گئی ہے تاکہ یہ صیغہ جمع مؤنث غائب کے صیغہ کے ساتھ نہ مل جائے اور ”نا“ یہ متکلم مع الغیر (مثنیہ اور جمع متکلم) کی علامت ہے۔ (فیوض عثمانی، ص: ۱۹، توضیحات، ص: ۱۳)

☆..... سوال:- چودہ صیغوں میں غائب کو حاضر پر، حاضر کو متکلم پر، مذکر کو مؤنث پر کیوں مقدم کیا جاتا ہے؟

الجواب:- کیونکہ غائب کی اصل معدوم ہے اور حاضر موجود ہوتا ہے اور عدم مقدم ہوتا ہے موجود پر باعتبار زمان کے، لہذا غائب کو حاضر پر مقدم کیا گیا۔ اور حاضر کو متکلم پر اسلئے مقدم کیا جاتا ہے کہ نسبت متکلم، حاضر کے صیغے زیادہ ہیں اسلئے حاضر کو متکلم پر مقدم کیا گیا اور مذکر کو مؤنث پر بسبب شرافت و بزرگی کے مقدم کیا جاتا ہے۔ (تبیان شرح میزان، ص: ۱۶)

☆..... واو جمع اور واو عطف میں فرق: جمع مذکر غائب لکھتے وقت واو جمع کے بعد الف لکھا جاتا ہے تاکہ واو جمع اور واو عطف کے درمیان فرق واضح ہو جائے، کہ واو جمع کے بعد الف لکھا جاتا ہے اور واو عطف کے بعد الف نہیں لکھا جاتا۔ کیونکہ واو واحد کے بعد الف نہیں لکھا جاتا ہے۔ لہذا يَذْعُو واحد مذکر ہے اور لَمْ يَذْعُوا صیغہ جمع مذکر ہے۔ (توضیحات شرح علم الصیغہ، ص: ۱۳)

☆..... جاننا چاہئے کہ اوزان فعل آٹھ ہیں ان میں دو تو مشترک بین الاسم والفعل ہیں وہ یہ ہیں (۱) ثلاثی مجرد جیسے: حَجَّوْا، فَرَسَ، رَجَبَ۔ (۲) رباعی مجرد جیسے: جَافَقَرَا اور بقیہ چھ مختص بالفعل ہیں اور وہ یہ ہیں (۱) ثلاثی مجرد مجہول جیسے: ضُرِبَ (۲)

رباعی مجرد مجہول دُحْرِجَ (۳) ثلاثی مزید فیہ معلوم، جیسے: اُكْرِمَ. (۴) ثلاثی مزید فیہ مجہول جیسے اُكْرِمَ (۵) رباعی مزید فیہ معلوم، جیسے: تَدْحَرَجَ. (۶) رباعی مزید فیہ مجہول جیسے: تَدْحَرَجَ۔ (توضیح المعانی، شرح مقدمۃ الجامی، ۲۸۶)

افعال اور انفعال کا فرق: افعال: وہ ہیں جن میں جسمانی تاثرات کا ذکر ہو۔ اور انفعال: وہ ہے جس میں نفسیاتی تاثرات کا ذکر ہو، جیسے: خوشی، غم، تعجب، فریاد اور دعا وغیرہ۔ چنانچہ کہا جاتا ہے: يَابِسُ شَرَى نَجَحْتُ فِي الْإِمْتِحَانِ. (الطريقة العصرية، ص: ۱۶۹ ج ۱)

☆..... فعل اور فاعل کے متعلق چند قاعدے (۱) اگر فاعل اسم ظاہر ہو، تو فعل کو ہمیشہ واحد لایا جائے گا، جیسے: قَامَ رَجُلٌ، قَامَ رَجُلَانِ، قَامَ رَجَالٌ۔ اگر کہیں اس کے خلاف نظر آئے تو اسم ظاہر فاعل نہ ہوگا بلکہ دوسرا ہوگا جیسے: وَأَسْرُوا السَّجْوَى الَّذِينَ ظَلَمُوا، الْآيَةِ۔ یہاں الَّذِينَ ظَلَمُوا، اسم ظاہر ہونے کے باوجود ”أَسْرُوا“ فعل جمع لایا گیا ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ ”الَّذِينَ ظَلَمُوا“ فاعل نہیں ہے بلکہ اس میں ضمیر فاعل ہے۔ (تخلية الاسير، شرح نحو میر: ۱۳۲)

☆..... جَعَلَ، أَخَذَ، طَفِقَ وغیرہ کو بعض حضرات نے افعال مقاربہ میں سے شمار کیا ہے اور یہ بھی فعل مضارع پر داخل ہوتے ہیں۔ (تسهيل النحوص: ۱۸۶)

اسمائے افعال ماضی اور امر میں فرق

جاننا چاہئے کہ اسم فعل ہر وہ اسم ہے جس کو واضع نے اسم کیلئے وضع کیا تھا، مگر وہ فعل کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، اب اس کی دو قسمیں ہیں (۱) امر حاضر کے معنی میں، جیسے: رُوِيَ زَيْدًا أَيَّ اْمِهْلُ زَيْدًا (ب) ماضی کے معنی میں جیسے

سرعان زید ای سرع زید اب ان دونوں میں چند اعتبار سے فرق ہے (۱) امر حاضر میں فاعل، ضمیر مستتر ہوتا ہے، ماضی کے معنی میں فاعل اسم ظاہر ہوتا ہے (۲) امر حاضر کے معنی کا جو اسم ظاہر ہوتا ہے، وہ مفعول بہ کی بناء پر منصوب ہوتا ہے اور ماضی کے معنی کا جو اسم ظاہر ہوتا ہے وہ فاعلیت کی بناء پر مرفوع ہوتا ہے (۳) امر حاضر کا جو معنی ہے، وہ معتدی ہے، ماضی کا جو معنی ہے، وہ لازمی ہے (۴) امر حاضر کے جو معنی ہے وہ حاضر کے ساتھ مخصوص ہے اور ماضی کے معنی میں جو ہے وہ غائب کے ساتھ خاص ہے۔ (آب الطلہ، ص: ۷۸)

اُترک اور ذر میں فرق: یہ دونوں صیغہ امر حاضر معروف ہیں یعنی کسی چیز کو بالقصد چھوڑنا، لیکن دونوں میں یہ فرق بیان کیا جاتا ہے کہ اُترک کا معنی ہے مطلق کسی چیز کو چھوڑ دینا، چاہے ناراضگی کی وجہ سے ہو یا نہ ہو اور ذر: کے معنی ہے کسی چیز سے ناراض ہو کر اس کو چھوڑنا۔ خلاصہ یہ ہے کہ دونوں میں عام و خاص مطلق کی نسبت ہے اُترک: اعم مطلق ہے اور ذر: خاص مطلق۔ (آب الطلہ، ص: ۱۰۰)

بحث فعل مضارع

☆..... سوال:- فعل ماضی کے ذکر کے بعد فعل مضارع کو کیوں ذکر کیا جاتا ہے؟

جواب:- چونکہ اسم فاعل، اسم مفعول، امر و نہی سب مضارع سے ماخوذ ہیں اس لئے فعل مضارع کا ذکر ان سب سے پہلے کیا جاتا ہے۔ (تبیان شرح میزان، ص: ۲۳)

☆..... فعل مضارع کو مضارع کہنے کی وجہ: مضارع کے معنی لغت میں مشابہ کے ہیں اور مضارع ”ضرع“ سے ماخوذ ہے یعنی ایک پستان سے دودھ پینا۔ چونکہ مضارع بھی عدد حرکات و سکنات اور عدد حروف اور نکرہ کی صفت واقع ہونے میں اسم فاعل

کے ساتھ مشابہ ہے۔ لہذا مذکورہ وجوہات کی بناء پر اس کو مضارع کہا گیا ہے، تو گویا کہ دونوں رضاعی بھائی ہیں جو ایک پستان سے دودھ پیتے ہیں۔ (فیوض عثمانی)

☆..... فعل مضارع کو غابر کہنے کی وجہ؟ یہ ہے کہ غَابِر، غُبُور سے مشتق ہے بمعنی باقی رہنا اور اس کا زمانہ بھی باقی ہے یعنی کلام کرتے وقت تک نہیں گزرا بلکہ آئندہ بھی باقی رہے گا۔ (تبیان شرح میزان، ص: ۱۴)

☆..... جاننا چاہئے کہ لفظ مضارع مشابہ کے معنی میں ہے اور فعل مضارع مختلف وجوہات کی بناء پر اسم کا مشابہ ہوتا ہے اس وجہ سے فعل مضارع کو مضارع کہا جاتا ہے، مثلاً: حرکات و سکنات اور تعداد حروف میں فعل مضارع اسم کا مشابہ ہے۔ چنانچہ نَاصِرُ کے مانند يَنْصُرُ میں بھی چار حروف ہیں اور نَاصِرُ میں اول حرف متحرک اور ثانی ساکن پھر دو حروف متحرک ہیں اسی طرح يَنْصُرُ میں بھی اول حرف متحرک اور ثانی حرف ساکن پھر دو حروف متحرک ہیں۔ بصریین کے نزدیک اسم کے مانند فعل مضارع پر بھی لام تاکید داخل ہوتا ہے، مثلاً: لَيَخْرُجُ کہا جاتا ہے اور یہ إِنَّ زَيْدَ الْخَارِجِ کے مانند ہے اور اسم کے مانند فعل مضارع بھی اولاً مبہم اور پھر متعین ہوتا ہے مثلاً: لَقَدْ جَلَّ مَبْہَم ہے اس پر الف لام داخل ہونے کے بعد مرد معین پر دلالت کرتا ہے اسی طرح فعل مضارع قرآن سے خالی ہونے کی صورت میں حال و استقبال کے معنی میں مبہم ہے۔ اور علامت استقبال سین وغیرہ داخل ہونے کے بعد معنی استقبال میں اور لام ابتدا داخل ہونے کے بعد معنی حال میں متعین ہو جاتا ہے۔

اور فعل مضارع اسم فاعل کے مانند صفت کے موقع میں مستعمل ہوتا ہے مثلاً: مَرَزْتُ بِرَجُلٍ ضَارِبٍ کی طرح مَرَزْتُ بِرَجُلٍ يَضْرِبُ بھی کہا جاتا ہے اور مضارع پر ”لا“ داخل ہونے کے بعد نفی عام رہتی ہے یعنی لا سے حال و استقبال

دونوں کی نفی ہو سکتی ہے اور ”ما“ سے صرف حال کی نفی ہوتی ہے (استقبال کی نہیں) اور قسم کے موقع پر لازماً مد بھی ہوتی ہے، جیسے: لَا أَقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ (توضیحات علم الصیغہ)

اعراب مضارع

☆..... (۱) اعراب مضارع کا خلاصہ یہ ہے کہ جمع مؤنث غائب و حاضر دونوں مثنی ہونے کی وجہ سے ہمیشہ ایک حالت میں رہتے ہیں (کیونکہ نون حرف ہے جو مثنی ہے لہذا یہ دونوں بھی مثنی ہیں)۔ (۲) حالت نصبی، جزمی میں ہر مضارع سے خواہ صحیح ہو خواہ معتل، نون اعرابی ساقط ہو جاتا ہے، اور حالت رفعی میں باقی رہتا ہے۔ (۳) واحد مذکر غائب، واحد مؤنث غائب، واحد مذکر حاضر، واحد متکلم اور جمع متکلم کے پانچوں صیغوں سے اگر صحیح ہوں تو رفع سے ضمہ، نصب سے فتح، جزم سے سکون لازم ہوتا ہے۔ اگر مضارع معتل ہو تو جزم سے حرف علت ساقط ہو جاتا ہے، رفع تقدیری ضمہ ہوتا ہے۔ اگر مفرد معتل واوی ہو یا یائی ہو تو رفع تقدیر ضمہ سے، نصب فتح لفظی سے، جزم حذف لام سے ہوتا ہے۔ (اسعاد النحو، ص: ۲۹)

☆..... فعل مضارع کے اعراب کی چار قسمیں ہیں: وہ مضارع صحیح جو واحد مؤنث حاضر، دونوں جمع مذکر اور چاروں تثنیوں کے ضمیر بارز مرفوع سے خالی ہو تو اس کا رفع ضمہ سے ہوتا ہے نصب فتح سے، جزم سکون سے، مثال: هُوَ يَضْرِبُ، هُوَلْنِ يَضْرِبُ، هُوَ لَمْ يَضْرِبْ۔ (اسعاد النحو، ص: ۲۷)

فعل مضارع کے ۱۴ صیغے اور ان کی علامات

☆..... فعل مضارع کے چودہ صیغے اور ان کی علامات: يَفْعَلُ: اس کا فاعل کبھی اسم

ظاہر ہوتا ہے جیسے **يَفْعَلُ زَيْدٌ** کبھی اسم ضمیر جیسے **زَيْدٌ يَفْعَلُ**۔ **يَفْعَلَانِ**: اس میں ”الف“ علامت تشنیہ مذکر ہے اور ضمیر فاعل ہے۔ اور **نُونِ** اعرابی ہے یعنی صیغہ واحد کے عوض ہیں۔ **يَفْعَلُونِ**: اس میں واو علامت جمع اور ضمیر فاعل اور **نُونِ** اعرابی ہے۔ اور یہاں لام کا ضمہ واو کی مناسبت کی وجہ سے ہے نہ کہ ضمہ اعراب ہے۔ **تَفَعَّلَ**: یہ واحد مذکر حاضر مؤنث غائب میں مشترک ہے غائب کی صورت میں اس کا فاعل کبھی اسم ظاہر ہوتا ہے جیسے: **تَفَعَّلَ هِنْدٌ** کبھی اسم ضمیر، جیسے **هِنْدٌ تَفَعَّلَ**۔ لیکن حاضر ہونے کی صورت میں اس کا فاعل ہمیشہ ضمیر **أَنْتَ** ہوتی ہے۔ **تَفَعَّلَانِ**: یہ تشنیہ مؤنث غائب و حاضر و مذکر میں مشترک ہے۔ اس میں علامت تشنیہ اور ضمیر فاعل ”الف“ ہے اور **نُونِ** اعرابی ہے۔ **يَفْعَلَيْنِ**: اس میں **نُونِ** اعرابی نہیں ہے بلکہ جمع مؤنث کی ضمیر ہے۔ **تَفَعَّلُونِ**: اس میں واو علامت جمع مذکر ہے اور ضمیر فاعل اور **نُونِ** اعرابی ہے اور لام کا ضمہ واو کی مناسبت سے ہے۔ **تَفَعَّلَيْنِ**: اس میں یاء علامت واحد مؤنث حاضر کی ہے، ضمیر فاعل اور **نُونِ** اعرابی ہے۔ **تَفَعَّلَيْنِ**: اس میں **نُونِ** اعرابی نہیں ہے بلکہ یہاں جمع مؤنث کی ضمیر ہے اور فاعل فعل ہے۔ **أَفْعَلُ**: یہ واحد متکلم کا صیغہ ہے، اس کا فاعل ہمیشہ ”أَنَا“ ضمیر مستتر ہوتی ہے۔ **نَفَعَلُ**: یہ صیغہ جمع متکلم ہے، اس کا فاعل ہمیشہ ”نَحْنُ“ ضمیر مستتر ہوتی ہے۔ (فیوض عثمانی، ص: ۲۰، ۲۱)

علامات مضارع کو شروع میں لانے کی وجہ؟

☆..... علامت مضارع چار حروف ہیں۔ اس کا مجموعہ ”اَتَيْنَ“ ہے، علامت مضارع شروع میں لانے کی وجہ یہ ہے کہ آخر مضارع محل تغیر ہے۔ اور علامت کیلئے ضروری ہے کہ وہ تمام حالتوں میں باقی رہے۔ نیز اگر ان حروف کو آخر میں لاتے تو ”ی“ کی

صورت میں مصدر مضاف بیائے متکلم سے التباس ہوتا۔ اور تا، ہمزہ، نون کی صورت میں ماضی سے اور پھر اول کو اسلئے اختیار کیا (نہ کہ اوسط کو) تاکہ اول امر سے اس کا مضارع ہونا معلوم ہو جائے۔ اور یہاں مصنفؒ نے علامت مضارع بتلاتے وقت نہ ترتیب صرفی کا لحاظ کیا اور نہ ترتیب نحوی کا۔ اور یہ اسلئے کیا تاکہ اعداد صیغہ کے اعتبار سے ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی حاصل ہو یعنی ہمزہ و نون ایک ایک صیغہ پر داخل ہوتے ہیں۔ اور یاء چار صیغوں پر اور تاء پانچ پر لہذا ہمزہ نون کو یاء پر اور یاء کو تاء پر مقدم کیا ہے۔ لیکن ہمزہ کو نون پر اس لئے مقدم کیا ہے کہ ہمزہ واحد متکلم کیلئے اور نون جمع متکلم کیلئے ہے اس لئے ہمزہ کو نون پر مقدم کیا۔ (فیوض عثمانی، ص: ۲۰)

☆..... الف اور ہمزہ میں فرق: الف ہمیشہ ساکن ہوتا ہے اور بغیر جھٹکے کے ادا ہوتا ہے جیسے ضارب۔ اور ہمزہ تینوں حرکتوں کو قبول کرتا ہے اور ساکن بمع جھٹکے کے ادا ہوتا ہے جیسے امر، امر، سئل، سأل وغیرہ۔ (کنز النواذری القوانین والمصادر، ص: ۱۷)

☆..... فعل مضارع مفرد معتل واوی، یائی ہو تو اس کا رفع تقدیری ضمہ سے ہوتا ہے نصب فتح لفظی اور جزم حذف لام کلمہ سے ہوتا ہے، جیسے: هُوَ يَغْزُو. هُوَ يَرْمِي، لَنْ يَغْزُو، لَنْ يَرْمِي، لَمْ يَغْزُو، لَمْ يَرْمِ. (اسعاد النحو، ص: ۲۷)

☆..... معتل واوی یا یائی سے مراد نحو یوں کے نزدیک وہ کلمہ ہے جس کے اخیر میں حرف علت واوی یا یاء ہو، جیسے: يَغْزُو، يَرْمِي. (اسعاد النحو، ص: ۲۷)

☆..... یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ کلام عرب میں معرب صرف دو ہیں (۱) اسم متمکن (۲) فعل مضارع۔ اور اعراب صرف ان دونوں قسموں میں جاری ہوتے ہیں اور اعراب مضارع کی تین قسمیں ہیں: (الف) رفع، جیسے: يَدْخُلُ (ب) نصب، جیسے: لَنْ يَدْخُلَ (ج) جزم جیسے: لَمْ يَدْخُلْ۔ اور اسم متمکن کے اعراب کی بھی تین قسمیں

ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ فعل مضارع کبھی مجرور نہیں ہوتا ہے بلکہ مجزوم ہوتا ہے، اسی طرح اسم متمکن کبھی مجزوم نہیں ہوتا ہے۔ (اسعاد النحو، ص: ۲۷)

☆..... اگر حال مضارع مثبت ہو تو ربط کیلئے صرف ضمیر کافی ہے، جیسے: جَاءَ نَبِيٌّ زَيْدٌ يَضْرِبُ. (تسهيل النحو، ص: ۷۹)

☆..... اگر حال جملہ اسمیہ خبریہ ہو تو ربط کیلئے واؤ اور ضمیر دونوں لائینگے۔ جیسے: جَاءَ زَيْدٌ وَهُوَ رَاكِبٌ، جِئْتُ وَأَنَا رَاكِبٌ وَغَيْرُهُ. (تسهيل النحو، ص: ۷۸)

☆..... لام تاکید اور نون تاکید کے درمیان جب کسی لفظ سے فصل نہ ہو اور وہ فعل قسم کے جواب میں ہو تو تاکید لانا ضروری ہوتا ہے جیسے: وَاللّٰهِ لَا قُوْمَنَّ بِوَاٰجِبِيْ (۲) وَاللّٰهِ لَا سَاعِدَنَكَ (۳) تَاللّٰهِ لَا اَخْدِمَنَّ الْاِسْلَامَ. (معلم الانشاء اول، ص: ۱۰۰)

☆..... فعل مضارع جو حال کے معنی میں ہو یا منفی کے معنی میں، تو نون تاکید کے ساتھ اس کی تاکید لانا صحیح نہیں ہے۔ ایسا ہی جب کہ لام تاکید اور نون تاکید والے فعل کے درمیان فصل ہو جائے، (الف) جیسے: وَاللّٰهِ لَا قُوْمَنَّ بِوَاٰجِبِيْ الْاَنَ (ب) وَاللّٰهِ لَا سَاعِدَنَكَ (ج) تَاللّٰهِ لَسَوْفَ اَخْدِمُ الْاِسْلَامَ. (معلم الانشاء جلد اول)

☆..... سوال: لام تاکید جب فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے تو مضارع کو حال کے معنی میں کر دیتا ہے اور نون ثقیلہ زمانہ مستقبل کے ساتھ خاص ہے۔ پس اس وقت لام تاکید اور نون ثقیلہ کے درمیان تعارض لازم آتا ہے، بایں معنی کہ لام حال کو چاہتا ہے اور نون ثقیلہ استقبال کو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ لام دو معنی کیلئے آتا ہے اول تاکید کیلئے۔ دوم حال کیلئے اور اس جگہ وہ محض تاکید کیلئے ہے، جیسے قول باری تعالیٰ ہے: وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی۔ (فیوض عثمانی، ص: ۲۳)

سوال :- فعل میں اصل تو بناء ہے اور مبنی ہمیشہ اپنی اصلی حالت میں برقرار رہتا ہے جبکہ مضارع کی حالت حرکات تبدیل ہوتی رہتی ہے؟

الجواب :- اس کا جواب مصنف نحو میر نے یہ دیا ہے۔ چونکہ فعل مضارع اسم کے مشابہ ہے اس لئے مشابہت کی بناء پر فعل مضارع کو بھی مختلف اعراب دیئے گئے ہیں جیسے مبتدا وغیرہ میں عامل محذوف ہے اسی طرح فعل مضارع وغیرہ میں بھی عامل محذوف ہوتا ہے۔ (تیسیر النحو، ص: ۱۴۳)

☆..... اگر کوئی اعتراض کرے کہ جیسے نون فاعل اور نون تاکید کے لاحق ہونے سے آخر مضارع وسط کلمہ کے حکم میں ہو جاتا ہے اسی طرح وہ الف ضمیر اور واو ویاء کے لاحق ہونے سے وسط کلمہ کے حکم میں ہو جاتا ہے پس اس کی کیا وجہ ہے؟ کہ لِيَفْعَلَنَّ اور يَفْعَلُونَ اور تَفْعَلِينَ معرب ہیں اور يَفْعَلَنَّ اور لِيَفْعَلَنَّ وغیرہ مبنی ہیں؟

جواب: یہ ہے کہ ان مثالوں میں حروف مذکورہ اگرچہ ضمائر ہیں لیکن چونکہ یہ حروف اعراب کے ساتھ مشابہ ہیں لہذا ان کے لاحق ہونے کی وجہ سے مضارع کے آخر کا وسط میں ہونا محلاً ضعیف ہے۔ (فیوض عثمانی، ص: ۲۹)

☆..... فعل مضارع میں نون زائدہ کی تین قسمیں ہیں: (۱) نون اعرابی، جو صرف سات صیغوں میں ہوتا ہے (۲) نون ضمیری، جو صرف دو صیغوں میں ہوتا ہے (یعنی جمع مؤنث غائبات و جمع مؤنث مخاطبات میں)۔ (۳) نون تاکید جو تمام صیغوں کے آخر میں لاحق ہوتا ہے۔ (کنز اللوار، ص: ۳۲)

سوال :-..... مضارع کے صیغوں کا ترجمہ کب حال یا استقبال سے کیا جاتا ہے؟

جواب :-..... مضارع کے صیغوں میں کبھی حال کا ترجمہ ہوتا ہے کبھی مستقبل کا، چنانچہ کہا جاتا ہے يَفْعَلُ الآن۔ اب کرتا ہے وہ۔ يَفْعَلُ غَدًا۔ آئندہ کرے گا وہ۔ پھر اس

میں اختلاف ہے کہ فعل مضارع، حال و استقبال دونوں کے معنوں میں مشترک ہے یا ایک میں حقیقت اور دوسرے میں مجاز ہے۔ تو جمہور علماء مشترک مانتے ہیں۔ اور بعض علماء معنیٰ حال میں حقیقت اور معنیٰ استقبال میں مجاز کہتے ہیں۔ کیونکہ قرآن سے خالی ہونے کی صورت میں مضارع کا صیغہ معنیٰ حال میں مستعمل ہوتا ہے۔ اور یہی حقیقت ہونے کی علامت ہے، اور یہی مذہب شیخ رضی کے نزدیک رائج ہے۔ اور بعض علماء مضارع کو استقبال میں حقیقت کہتے ہیں۔ کیونکہ حال کے وجود کے بارے میں اختلاف ہے چنانچہ حکماء زمانہ حال موجود نہ ہونے کے قائل ہیں۔ لہذا اسی حال کے معنیٰ میں فعل مضارع حقیقت نہیں ہو سکتا۔ (توضیحات، ص: ۱۳)

☆..... اجتماع ساکنین علی حدہ: کی تعریف یہ ہے کہ اول ساکن ہو اور دوم حرف مشدّد ہو، اگر ایک کلمہ میں ہو تو یہ جائز ہے کہ مدّہ کو حذف نہ کریں، جیسے: ضَالِّین، اگر یہ دونوں ساکن دو کلموں میں ہو تو مدّہ کو حذف کرتے ہیں، جیسے: یَخْشَى اللّٰہَ. میں الف حذف ہے۔ (شرح علم الصیغہ، ص: ۱۲۵)

اجتماع ساکنین علی حدّہ اور اجتماع ساکنین علی غیر حدّہ میں فرق

ان کے درمیان دو فرق ہیں (۱) اجتماع ساکنین علی حدّہ یہ ہے کہ دو ساکن اس طرح جمع ہو جائیں کہ ان میں سے اول ساکن مادّہ ہو یا یائے تفسیر ہو اور دوسرا ساکن حرف مشدّد ہو، جیسے: خاصّۃً، خوُیصّۃً اور اس قسم کا اجتماع ساکنین بالاتفاق جائز ہے۔ (۲) اور اجتماع ساکنین علی غیر حدّہ کے معنیٰ یہ ہیں کہ دو ساکن جمع ہو جائیں اور دونوں میں سے اول مدّہ نہ ہو اور یائے تفسیر بھی نہ ہو اور دوسرا ساکن حرف مشدّد نہ ہو اور یہ اجتماع ساکنین حالت وقف میں جائز ہے اور حالت وصل میں جائز نہیں۔

(توضیحات شرح علم الصیغہ ص: ۱۹)

بحث اسم فاعل

(۲)..... اگر فاعل کا فعل اسم ظاہر ہو تو دو حال سے خالی نہیں ہے یا تو مفرد ہوگا یا جمع۔ اگر مفرد ہے تو اس کی چھ قسمیں ہیں۔ (الف) فاعل اسم ظاہر ہو کر واحد مذکر ہو جیسے: جَاءَ نِسِي رَجُلٌ، اس میں ہمیشہ فعل واحد مذکر ہوتا ہے (ب) فاعل مؤنث حقیقی ہو کر فعل و فاعل کے درمیان فاصلہ ہو تو اس میں فعل کو مذکر و مؤنث دونوں طرح لانا جائز ہے، جیسے: حَضَرَ الْقَاضِي الْمَرْأَةُ وَحَضَرَتِ الْقَاضِي الْمَرْأَةُ۔ (ج) فاعل مؤنث سماعی ہو تو اس میں فعل مذکر و مؤنث دونوں طرح صحیح ہے، جیسے: طَلَعَ الشَّمْسُ وَطَلَعَتِ الشَّمْسُ (د) فاعل اگر مؤنث حقیقی بدون فصل ہو تو اس میں فعل کو ہمیشہ مؤنث لانا واجب ہے، جیسے: قَامَتِ الْمَرْأَةُ۔ (ه) فاعل ایسا مؤنث حقیقی ہو جس میں ظاہر مذکر سے التباس ہو تو اس صورت میں مذکر کے التباس سے بچنے کیلئے فعل کو ہمیشہ مؤنث لانا ضروری ہے خواہ فصل ہو یا نہ ہو، جیسے: حَضَرَتِ الْقَاضِي هُنْدٌ (و) فاعل مؤنث حقیقی غیر ذوی العقول ہو تو اس میں فعل کو مذکر و مؤنث دونوں طرح لانا صحیح ہے جیسے: نَامَ النَّعْجَةُ وَنَامَتِ النَّعْجَةُ۔ (تخلیۃ الاسیر، ص: ۱۳۲، ۱۳۳)

☆..... اگر فاعل اسم ظاہر ہو کر جمع ہو تو اس کی بھی چھ صورتیں ہیں: (الف) فاعل جمع مذکر سالم ہو تو اس کے فعل کو واحد مذکر لایا جائے گا، جیسے: جَاءَ الْمُسْلِمُونَ، (ب) فاعل جمع مذکر مکسر ہو خواہ ذوی العقول ہو یا غیر ذوی العقول ہو تو اس صورت میں فعل کو واحد مذکر و مؤنث دونوں طرح لانا جائز ہے جیسے: قَامَ الرِّجَالُ وَقَامَتِ الرِّجَالُ (ج) اگر فاعل جمع مذکر غیر ذوی العقول ہو جیسے: الْإِيَّامُ (مَضَى الْإِيَّامُ وَمَضَتْ

الْأَيَّامُ). (د) اگر فاعل جمع مکسر من غیر لفظ ہو جیسے: نِسْوَةٌ (قَالَ نِسْوَةٌ وَقَالَتْ نِسْوَةٌ)۔ (ه) فاعل اسم جمع ہو جیسے: الْقَوْمُ، (جَاءَ الْقَوْمُ وَجَاءَتْ الْقَوْمُ) تو ان مذکورہ تینوں صورتوں میں فعل کو واحد مذکر و مؤنث دونوں طرح لانا صحیح ہے، جیسے: مَضَى الْآيَّامُ وَمَضَتْ الْآيَّامُ، قَالَ نِسْوَةٌ، وَقَالَتْ نِسْوَةٌ، جَاءَ الْقَوْمُ وَجَاءَتْ الْقَوْمُ۔ (تخلیۃ الاسیر، ص: ۱۳۲، ۱۳۳)

☆..... اگر فاعل اسم ضمیر ہو تو بھی دو حال سے خالی نہیں، یا تو واحد ہو گا یا جمع، اگر واحد ہو تو اس کی تین صورتیں ہیں: (۱) فاعل مذکر کی ضمیر ہوگی، تو اس صورت میں فعل کو ہمیشہ واحد مذکر لایا جاتا ہے، جیسے: زَيْدٌ قَائِمٌ (۲) فاعل اگر مؤنث سماعی کی ضمیر ہو تو فعل کو ہمیشہ واحد مؤنث لایا جائے گا، جیسے: الشَّمْسُ طَلَعَتْ (۳) فاعل اگر مؤنث حقیقی کی ضمیر ہوگی تو بھی ہمیشہ فعل واحد مؤنث لایا جائے گا جیسے: هِنْدٌ قَامَتْ۔

☆..... اگر فاعل اسم ضمیر جمع ہو تو اس کی چھ صورتیں ہیں (الف) جمع مذکر سالم کی ضمیر ہو تو اس میں فعل کو ہمیشہ جمع مذکر لایا جائے گا، جیسے: الْمُجَاهِدُونَ صَلُّوا عَلَى الْكُفَّارِ۔ (ب) فاعل اسم جمع کی ضمیر ہو تو اس میں تین صورتیں ہیں: اول، فعل کو واحد مذکر لانا جیسے: الْقَوْمُ جَاءَ، دوم: فعل کو واحد مؤنث لانا جیسے: الْقَوْمُ جَاءَتْ، سوم: جمع مذکر لانا جیسے: الْقَوْمُ جَاءُوا، کقولہ تعالیٰ: إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا۔ (الآیۃ)۔ (ج) جمع مکسر مذکر غیر ذوی العقول کی ضمیر ہو جیسے: الْآيَّامُ (د) جمع مکسر مؤنث کی ضمیر ہو تو ان دونوں صورتوں میں فعل کو واحد مؤنث و جمع مؤنث دونوں طرح لاسکتے ہیں، جیسے: الْآيَّامُ مَضَتْ، يَا أَيَّامُ مَضَيْنَ، وَالنِّسْوَةُ قَالَتْ، وَالنِّسْوَةُ قُلْنَ۔ (ه) جمع مکسر مذکر ذوی العقول کی ضمیر ہو تو اس میں فعل کو واحد مؤنث و جمع مذکر دونوں طرح لاسکتے ہیں، جیسے: الرِّجَالُ قَامَتْ، وَالرِّجَالُ قَامُوا، وَقَالَ تَعَالَى: وَأَمْنٌ

بِهِ بُنُوا السَّرَّائِيلَ. الآية (مائدہ) پس فاعل ضمیر ہونے کا مجموعہ کل نوصورتیں نکلتی ہیں۔
(تخلیۃ الاسیر، ص: ۱۳۳)

☆..... نکتہ: اسم فاعل کے صیغے کم کیوں؟ یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اسم فاعل کے صرف چھ صیغے آتے ہیں، کیونکہ یہ فعل کی فرع ہے اور فرع کا مرتبہ اصل سے کم ہوتا ہے لہذا اسم فاعل میں صرف صفات لازمہ یعنی واحد،ثنیۃ،جمع اور مذکر و مؤنث کا اعتبار کرتے ہوئے اس کے چھ صیغے لائے ہیں، تاکہ اصل و فرع میں برابری نہ ہو اور فعل میں صفات غیر لازم یعنی غیبت و خطاب اور متکلم کا بھی اعتبار کیا گیا، تاکہ اس کو فرع پر فوقیت حاصل ہو۔ (تحفہ سعیدیہ شرح علم الصیغہ، ص: ۳۷)

کتنی جگہوں پر فاعل کو حذف کر دیا جاتا ہے؟

☆..... چند جگہوں پر فاعل کو حذف کر دیا جاتا ہے جو حسب ذیل ہیں (۱) جب مفعول حقیر ہو تو فاعل کی تعظیم کے پیش نظر اس کو حذف کیا جاتا ہے جیسے: ضَرَبَ اللَّصُّ.
(۲) حذف فاعل بوجہ تحقیر فاعل ہوتا ہے، جب مفعول عظیم المرتبت ہو جیسے: طُعِنَ الْأَمِيرُ (۳) جب فاعل مخاطب کو معلوم ہو، تاکہ اس کا ذکر عبث نہ ہو جیسے: خُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا (۴) متکلم مفعول ہی کو جانتا ہو جیسے: سُرِقَ الْبَيْتُ. (۵) فاعل پر خوف کرتے ہوئے مبہم رکھنا ہو جیسے قُتِلَ زَيْدٌ. (۶) جب فاعل کو ذکر کرنے سے اپنے نقصان کا خطرہ ہو، کیونکہ فاعل شریعہ آدی ہے، جیسے: قُتِلَ زَيْدٌ. اَوْ سُرِقَ الْحِصَانُ (۷) جب فاعل مجہول ہو اور تعین ممکن نہ ہو، جیسے: سُرِقَ الْبَيْتُ. (تحفہ سعیدیہ، ص: ۱۵، جامع الدروس العربیہ، ۲/ ۱۷۵، ناشر: قدیمی کتب خانہ کراچی)

☆..... جب الف لام اسم فاعل یا اسم مفعول میں بمعنی الَّذِي کے استعمال ہو تو اس کا

صلہ کوئی جملہ نہیں ہوتا بلکہ اسم فاعل یا اسم مفعول ہی ہوتا ہے جیسے: السَّارِقُ بِمَعْنَى الَّذِي سَرَقَ.

☆..... قاعدہ اعداد میں لفظ ”فاعل“ کا وزن مرتبہ کے واسطے آتا ہے، جیسے: خامس بمعنی پانچواں اور عاشر بمعنی دسواں مگر مرکبات میں جز اول کو بروزن فاعل بناتے ہیں اور جز ثانی کو اپنے حال پر چھوڑ دیتے ہیں جیسے حَادِي عَشَرَ، ثَانِي عَشَرَ، حَادِي وَعِشْرُونَ، رَابِعٌ وَثَلَاثُونَ، اور عشرة کے بعد عقود میں اسم برائے مرتبہ بھی عدد ہی کے وزن پر آتا ہے، جیسے: عشرون کا معنی بیس بھی ہے اور بیسواں بھی۔ (علم الصیغہ، مترجم مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہ، ص: ۳۷)

فعل واحد لانے کی کتنی صورتیں ہیں؟

☆..... فعل کا فاعل جب اسم ظاہر ہو خواہ واحد ہو خواہ ثنئیہ، خواہ جمع، فعل ہر صورت میں واحد ہی کا صیغہ آئے گا ثنئیہ یا جمع کا صیغہ لانا درست نہیں ہوگا، جیسے: قَامَ الرَّجُلُ وَقَامَ الرَّجُلَانِ وَقَامَ الرَّجُلَانِ وَ قَامُوا الرَّجُلَانِ اور ثنئیہ جمع کیلئے قَامَا الرَّجُلَانِ وَقَامُوا الرَّجُلَانِ کہنا درست نہیں ہے کیونکہ اگر ”قَامَا“ اور ”قَامُوا“ پڑھتے ہیں تو اس میں الف ثنئیہ اور واؤ جمع فاعل اور ضمیر بارز ہوگی اور آگے اسم ظاہر بھی فاعل ہوگا تو تکرار فاعل لازم آئے گا اور یہ ناجائز ہے۔ (النحو الیسیر، ص: ۸۲)

وہ صورتیں جہاں فعل کو مذکر مؤنث دونوں طرح لا سکتے ہیں

☆..... جب فعل کا فاعل اسم ظاہر جمع مؤنث سالم ہو تو بھی فعل میں دونوں صورتیں جائز ہیں یعنی فعل کو مذکر مؤنث دونوں طرح لا سکتے ہیں جیسے: فَازَ الْهِنْدَاثُ وَفَازَتْ

الْهِنْدَاثُ. (النحو اليسير، ص: ۸۲)

☆..... جب فعل کا فاعل اسم ظاہر مؤنث حقیقی ہو اور فعل و فاعل کے درمیان فاصلہ بھی ہو تو جیسے: حَضَرَ الْقَاضِيَ امْرَأَةً۔ اور حَضَرَتِ الْقَاضِيَةَ امْرَأَةً تو اس میں دونوں صورتیں جائز ہیں۔

☆..... جب فعل کا فاعل اسم ظاہر جمع مکسر ہو خواہ مذکر کی جمع ہو، جیسے: رَجَالٌ خَواہِ مُؤنث کی جیسے: نِسْوَةٌ تو اس میں بھی فعل کو مذکر و مؤنث دونوں طرح لاسکتے ہیں، جیسے قَامَ الرَّجَالُ وَقَامَتِ الرِّجَالُ. (النحو اليسير ۸۲)

وہ صورتیں جہاں فعل مذکر و مؤنث دونوں طرح نہیں لاسکتے

☆..... فعل کا فاعل جب اسم ظاہر مؤنث حقیقی ہو۔ اور فعل و فاعل کے درمیان کسی لفظ کا فاصلہ نہ ہو جیسے قَامَتْ هِنْدٌ تو اس میں قَامَ هِنْدٌ پڑھنا صحیح نہ ہوگا۔

☆..... جب فعل کا فاعل ضمیر ہو اور یہ ضمیر مؤنث حقیقی یا غیر حقیقی کی طرف لوٹی ہو تو اس وقت بھی فعل میں علامتِ تانیث لازم ہوگی جیسے: هِنْدٌ قَامَتْ، الشَّمْسُ طَلَعَتْ۔ تو اس میں هِنْدٌ قَامَ وَالشَّمْسُ طَلَعَ کہنا صحیح نہ ہوگا۔

☆..... جب فعل کا فاعل مذکر ہو اور جمع نہ ہو جیسے قَامَ زَيْدٌ۔ یا فعل کا فاعل جمع مذکر سالم ہو تو فعل مذکر لانا واجب ہے، جیسے: قَامَ الْمُسْلِمُونَ۔ اور ان مثالوں میں فعل کے اندر علامتِ تانیث لانا جائز نہیں، واحد مذکر کا صیغہ لانا ضروری ہے (النحو اليسير، ص: ۸۲)

☆..... وہ مقام جہاں فعل عام مقدر کرنا واجب ہے وہ یہ ہیں: (۱) جب ظرفِ خبر واقع ہو جیسے: فِي الدَّارِ رَجُلٌ، (۲) جب ظرفِ صفت واقع ہو جیسے: أَوْ كَصَيْبٍ مِّنَ السَّمَاءِ۔ (۳) جب ظرفِ حال واقع ہو جیسے: فَخَرَجَتْ عَلَى قَوْمِهِ فِي

زَيْنَةُ الْقَوْمِ. (۴) جب ظرف صلہ واقع ہو جیسے: وَلَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ،
(۵) جب ظرف اسم ظاہر کو رفع دے، جیسے: أَفِي اللَّهِ شَكٌّ. (ماخوذ از مسودہ مولانا
عبدالرشید صاحب شیخ الحدیث اشرف المدارس)

افعال عامہ جار ہیں جو اس شعر میں مذکور ہیں:

افعال عامہ چہارست نزدار باب عقول

کون ست ثبوت ست وجود ست وحصول

(حوالہ بالا)

فاعل بمعنی مفعول کے، صرف پانچ کلمات ہیں

☆..... کلام عرب میں فاعل بمعنی مفعول کے صرف پانچ کلمات آئے ہیں (۱) کَتَبْتُ
بمعنی مَكْتُومٌ (۲) سَافٍ: کہا جاتا ہے تُرَابٌ سَافٌ۔ یعنی ہوا کی اڑائی ہوئی مٹی
(۳) دَافِقٌ: کہا جاتا ہے مَاءٌ دَافِقٌ۔ بکھرا ہوا پانی۔ (۴) رَاضِيَةٌ: کہا جاتا ہے
عَيْشِيَّةٌ رَاضِيَةٌ۔ پسندیدہ عیش۔ (۵) نَائِمٌ: کہا جاتا ہے لَيْلٌ نَائِمٌ۔ یعنی وہ رات کہ
جس میں سوتے ہیں۔ (فیوض عثمانی، ص: ۳۹، بحوالہ علامہ سیوطی)

بحث صفت مشبہ

☆..... صفت مشبہ وہ اسم ہے جو کسی فعل لازم سے مشتق ہو اور ایسی ذات کیلئے اس کو
وضع کیا گیا ہو جس کے ساتھ یہ فعل قائم ہے یعنی اس کیلئے ثابت ہے صفت مشبہ کے
اوزان قیاسی نہیں ہیں، یہ صرف سماع پر موقوف ہیں، البتہ جب صفت مشبہ کا صیغہ،
لون اور عیب کے معنی میں ہو تو اس کا وزن قیاس کے مطابق یعنی افعَل کے وزن پر
آتا ہے جیسے: أَبْيَضُ، أَسْوَدُ، أَعْوَرُ وغیرہ۔ (تخلیۃ الاسیر شرح نحو میر ص: ۱۵۶، معارف

الصرف شرح ارشاد الصرف، ص: ۴۵)

صفت مشبہ کو ”مشبہ“ کہنے کی وجہ

☆..... صفت مشبہ کو مشبہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ صفت مشابہ ہوتی ہے اسم فاعل کے واحد، تشبیہ، جمع، مذکر اور مؤنث ہونے میں، جیسے: حَسَنٌ، حَسَنَانِ، حَسَنُونَ، حَسَنَةٌ، حَسَنَتَانِ، حَسَنَاتٌ، جیسے: فَاعِلٌ، فَاعِلَانِ، فَاعِلُونَ، الخ۔ صفت مشبہ چونکہ صرف فعل لازم سے بنتی ہے اس وجہ سے اپنے فاعل کو رفع دیتی ہے اور یہ عمل اس وقت کرتی ہے جب کہ اپنے ماقبل پر اسم فاعل اور اسم مفعول کی طرح یہ بھی اعتماد کرے، جیسے: زَيْدٌ حَسَنٌ غُلَامُهُ، ترکیب: ”زَيْدٌ“ مبتدا۔ ”حَسَنٌ“ صفت مشبہ، اور غلامہ اس کا فاعل ہے حسن صفت مشبہ اپنے فاعل سے ملکر خبر۔ مبتدا اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ ہوا۔ (ہدیہ صغیر، ص: ۱۱۴)

☆..... صفت مشبہ کو صفت مشبہ اسلئے کہا جاتا ہے کہ وہ تذکیر و تانیث، واحد، جمع ہونے میں اسم فاعل کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے۔ اور صفت مشبہ و اسم فاعل میں لفظی و معنوی فرق بھی ہے۔ (تخلیہ، مفتاح الصرف، ص: ۹۰/۹۱، المصباح المنیر، ص: ۴۶)

☆..... جب فعل متعدی سے صفت مشبہ بناتے ہیں تو اس وقت اس کو باب لازم میں لے جاتے ہیں کیونکہ صفت مشبہ سے متعدی نہیں آتا۔ (توضیحات)

صفت مشبہ کے اوزان کی تعداد

☆..... اوزان صفت مشبہ بہت زیادہ ہیں جن کا احاطہ کرنا بہت مشکل ہے، صاحب فصول اکبری نے دو سو تینتالیس وزن بیان کئے ہیں۔ مگر صاحب علم الصیغہ نے صرف

۲۳ (تینیس) مشہور اوزان پر اکتفاء کیا ہے۔ (فیوض عثمانی، ص: ۴۳، علم الصیغہ)

اسم فاعل اور صفت مشبہ میں فرق: اسم فاعل اور صفت مشبہ میں کئی طرح کا فرق بیان کیا جاتا ہے (الف) صفت مشبہ صرف فعل لازم سے بنتی ہے، بخلاف اسم فاعل کے کہ وہ فعل لازم و متعدی دونوں سے بنتا ہے (ب) اسم فاعل کے عمل کرنے کیلئے اس کا حال یا استقبال کے معنی میں ہونا ضروری ہے اور صفت مشبہ کیلئے حال یا استقبال کے معنی میں ہونا ضروری نہیں ہے (ج) اسم فاعل حدوث پر دلالت کرتا ہے اور صفت مشبہ دوام پر دلالت کرتی ہے۔ (تخلیۃ الاسیر شرح نحو میر ص: ۱۵۶، معارف الصرف شرح ارشاد الصرف، ص: ۴۵)

بحث اوزانِ مبالغہ

☆..... اوزانِ مبالغہ سماعی ہیں، اور صرف ثلاثی مجرد سے آتے ہیں، مگر (۱) بعض الفاظ مبالغہ میں تاء تانیث کیلئے نہیں بلکہ تاکید کیلئے ہے جیسے عَلَامَةٌ وَ فَهَامَةٌ۔ (ب) اگر فاعل بمعنی مفعول ہو تو موصوف کے ساتھ مذکر مؤنث میں ایک ہی حالت ہوگی، جیسے: زَيْدٌ قَتِيلٌ وَ اَنْتَ اِمْرَاةٌ، اور بغیر موصوف کے فرق کیا جائے گا جیسے: جَاءَ حَبِيبٌ وَ حَبِيبَةٌ (ج) اگر فاعل کے معنی میں ہو تو موصوف کے ساتھ مذکر مؤنث دونوں میں ایک ہی جیسے ہوتے ہیں مثال: يَحْيَى الْبَتُولُ، مَرْيَمُ الْبَتُولُ۔ اور موصوف نہ ہو تو فرق کیا جائے گا جیسے: جَاءَ بَتُولٌ وَ بَتُولَةٌ۔ اور اگر مفعول کے معنی میں ہو تو مذکر مؤنث میں فرق کیا جائے گا خواہ موصوف ہو یا نہ ہو جیسے هَذَا رَسُوْلٌ وَ تِلْكَ رَسُوْلَةٌ وَ جَاءَ رَسُوْلٌ وَ رَسُوْلَةٌ۔ (مصباح اللغات، ص: ۹)

اوزانِ مبالغہ کتنے ہیں؟

مبالغہ کے اوزان بہت زیادہ ہیں، اور صاحب اصول اکبری نے تریپن (۵۳) بیان کئے مگر یہاں ہم اسم فاعل کے وہ اوزان، جو ثلاثی مجرد سے مبالغہ کیلئے مستعمل ہیں، بیان کر رہے ہیں:

موزون	موزون بہ	معانی	موزون	موزون بہ	معانی
فَعِلٌ	حَدِرٌ	بہت ڈرنے والا	فَعِيلٌ	عَلِيمٌ	بہت جاننے والا
فَعُولٌ	غَفُورٌ	بہت بخشش کرنیوالا	فَعَّالٌ	عَلَّامٌ	بہت جاننے والا
فُعَّالٌ	قُطَّاعٌ	بہت کاٹنے والا	مُفَعِّلٌ	مُفَضِّلٌ	بہت فضیلت والا
مِفْعِيلٌ	مِنْطِيقٌ	بہت بولنے والا	فِعِيلٌ	بِشْرِيْرٌ	بہت شرارت کرنیوالا
فُعْلَةٌ	ضُحْكَةٌ	بہت ہنسنے والا	فَعْلٌ	قَلْبٌ	تغلیب امور کا جاننے والا
فَاعُولٌ	فَارُوقٌ	بہت فرق کرنیوالا	(فیوض عثمانی، ص: ۳۹)		

☆..... مبالغہ کے مشہور اوزان یہ ہیں: (۱) فَعَّالٌ جیسے عَلَّامٌ وَنَصَّارٌ (۲) فَعَّالَةٌ، جیسے: عَلَّامَةٌ وَفَهَّامَةٌ (۳) فِعِيلٌ جیسے صِدِّيقٌ وغیرہ۔

اسم فاعل اور مبالغہ میں فرق: مبالغہ اسم فاعل کے حکم میں داخل ہے، لیکن دونوں میں لفظی و معنوی فرق موجود ہے معنوی فرق یہ ہے کہ اسم فاعل کے اندر معنی فاعلیت میں کوئی زیادتی مقصود نہیں ہوتی مگر مبالغہ کے اندر معنی فاعلیت کی زیادتی مقصود ہوتی ہے مثلاً عالم جاننے والا اور عَلَّامٌ زیادہ جاننے والا۔ (تخلیۃ الاسیر شرح نحو میر اردو، ص: ۱۵۴، از

مولانا حسین احمد ارکانی صاحب مدظلہ العالی، معارف الصرف، شرح ارشاد الصرف، ص: ۳۶)

☆..... مبالغہ، اسم فاعل کے حکم میں داخل ہے، دونوں میں لفظی فرق تو ہوگا یہی معنی

میں بھی فرق ہے کہ اسم فاعل میں معنی فاعلیت میں کوئی زیادتی مقصود نہیں ہوتی، اور مبالغہ میں معنی فاعلیت کی زیادتی مقصود ہوتی ہے، مثلاً عَالِمٌ - (جاننے والا) عَلَّامٌ - (زیادہ جاننے والا) اور اوزانِ مبالغہ کو بعض شعراء نے اپنے شعر میں جمع کر دیا ہے۔

اوزانِ مبالغہ اشعار میں

مبالغ كالحنر رحمن بالمفضل منطق رحيم مجزم ضحكة صبور ثم صليق
عجاب والكبار وايضا كبار وعلام وقدوس وقيوم وكافة وفاروق
وتساء زيد فيه ليس للتانيث خذ هذا ولم يفرق بتاء فيه تذكير وتانيثا
صاحب توضيحات فرماتے ہیں، اسم مبالغہ کے کل گیارہ صیغے ہیں: اور
صيغۂ مبالغہ کے آخر میں کبھی تاء مبالغہ بھی بڑھائی جاتی ہے، جیسے: رَجُلٌ عَلَّامَةٌ،
إِمْرَأَةٌ عَلَّامَةٌ۔ (توضیحات، ص: ۲۹، تخلیۃ الاسیر، ص: ۱۵۴)

بحث اسم ظرف

☆..... اسم ظرف کا صیغہ مفتوح العین و مضموم العین اور ناقص سے مطلقاً (وہ کلمہ جس میں حرف علت اور حرکت چاہے ضمہ یا فتح یا کسرہ ہو) مَفْعَلٌ کے وزن پر آئے گا جیسے يَفْتَحُ سے مَفْتَحٌ اور يَنْصُرُ سے مَنْصَرٌ اور يَرْمِي سے مَرْمِيٌّ ہے۔ اور مکسور العین و مثال سے مطلقاً مَفْعِلٌ کے وزن پر آئے گا جیسے يَضْرِبُ سے مَضْرِبٌ اور يَوْقِعُ سے مَوْقِعٌ آتا ہے۔ اور جس مضارع کا لام کلمہ مشدد ہو اس کا عین کلمہ مکسور ہونے کی صورت میں اسم ظرف مفعول کے وزن پر آئے گا جیسے حَلٌّ يَحِلُّ سے اسم ظرف مَحِلٌّ آتا ہے جیسے قرآن میں ہے حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ۔ اور دفع رنج، شرح پنج گنج میں اسم ظرف کی تعریف یوں لکھی ہے کہ اسم ظرف جو صدور فعل کی جگہ یا صدور

فعل کے وقت پر دلالت کرے، مفتوح العین، مضموم العین اور ناقص سے مطلقاً مَفْعَلٌ اور مکسور العین و مثال سے مَفْعِلٌ کے وزن پر آتا ہے۔ (علم الصیغہ مترجم ص: ۲۴)

☆..... اوزان اسم ظرف پر ایک شعر

ظرف يَفْعِلُ مَفْعِلٌ است إلا زناقص اے کمال

غير يَفْعِلُ مَفْعِلٌ آید دائما لامثال

بحث اسم تفضیل

☆..... اسم تفضیل کا استعمال برسہ وجہ مع مثال: (۱) باضافت جیسے: أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ. (۲) من کے ساتھ جیسے: وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ (۳) الف اور لام کے ساتھ، جیسے: زَيْدٌ هُوَ الْأَفْضَلُ۔ البتہ اگر مفضل علیہ قرینہ سے معلوم ہو تو مفضل علیہ کو حذف کرنا جائز ہے، جیسے: اللَّهُ أَكْبَرُ۔ میں مفضل علیہ کو حذف کر دیا گیا ہے۔

اسم تفضیل اور مبالغہ میں فرق: ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ صیغہ مبالغہ میں معنی فاعلیت کی زیادتی فی حد ذاتہ مقصود ہوتی ہے کسی دوسرے کی طرف اس میں نظر نہیں ہوتی جیسے: ضَرَابٌ (زیادہ مارنے والا) طَوَّالٌ (زیادہ لمبا) وغیرہ اور اسم تفضیل: وہ اسم ہے جو بہ نسبت دوسرے کے زیادتی معنی فاعلیت پر دلالت کرے، جیسے: اضْرَبْ مِنْ زَيْدٍ (زید سے زیادہ مارنے والا)۔ (علم الصیغہ مترجم ص: ۳۷/ و مآرب اطلبہ ۸۹)

بحث افعال تعجب

☆..... افعال تعجب۔ ثلاثی مجرد کے آٹھ بابوں کے ہر مصدر سے افعال تعجب کے دو صیغے نکلتے ہیں اور تعجب یہ ہے کہ یہ نکلتے تو ہیں ثلاثی مجرد سے مگر وزن ان کا باب

افعال سے ہے جیسے: أَحْسَنَ وَأَحْسِنُ (۱) جس میں پہلا ماضی ہے دوسرا امر کا صیغہ ہے (۲) اور یہ بھی تعجب ہے کہ ایک خبر ہے دوسرا اس میں انشاء ہے، مگر معنی میں دونوں خبر ہیں (۳) اور آپ کیلئے یہ بھی باعث تعجب ہوگا کہ نحو میر میں دو فعل تعجب کی مثال: مَا أَفْعَلَهُ وَأَفْعِلْ بِهِ سے دی گئی ہیں مگر یہاں ہم نے أَفْعَلَ وَأَفْعِلْ سے دی گئی ہیں لیکن یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے اور دراصل فعل تعجب کے صیغے یہی ہیں۔ (أَفْعَلَ وَأَفْعِلْ) ہے، اور باقی رہے، مَا أَفْعَلَهُ وَأَفْعِلْ بِهِ۔ یہ اور وجہ سے یعنی ضمیر کی وجہ سے بڑھائے گئے ہیں۔ (مخلص از ہدیہ صغیر شرح نحو میر، ص: ۷، ۱۰۶)

☆..... اَكْرِمْ بِهِ: یہ صیغہ تعجب ہے، تعجب کیلئے دو صیغے استعمال ہوتے ہیں (۱) مَا أَفْعَلَ (۲) أَفْعِلْ بِهِ جیسے: مَا أَحْسَنَ الْعِلْمَ، اَكْرِمْ بِدِينَارٍ۔ ان دونوں صیغوں کے وزن پر فعل تعجب بنانے کیلئے چند شرطیں ہیں (۱) وہ فعل ثلاثی مجرد ہو، مزید سے نہیں آئے گا، (۲) مثبت ہو، منفی سے فعل تعجب نہیں بنتا (۳) معلوم ہو، مجہول سے نہیں آتا (۴) تام ہو، ناقص سے نہیں آتا، (۵) اس فعل سے صفت مشبہ کا صیغہ "أَفْعَلَ" کے وزن پر نہ آتا ہو جیسے أَحْمَرُ، اَكْحَلُ۔ یہ شرطیں پائی جائیں گی تو مذکورہ دو وزنوں پر صیغہ تعجب بنایا جاسکتا ہے، بصورت دیگر معنی تعجب کی تعبیر کا طریقہ یہ ہے کہ "أَشَدُّ" یا "أَكْثَرُ" کے بعد اس فعل کا مصدر منصوب لایا جائے جیسے: مَا أَشَدَّ إِيْمَانَهُ، مَا أَكْثَرَ إِبْتِهَاجَهُ، یا "أَفْعَلَ" کے بعد اس مصدر کو بازائدہ کے ساتھ مجرور لایا جائے، جیسے: أَبْلَغَ بَعُورَهُ، أَشَدَّ دَبْكُحْلِهِ۔

مَا أَحْسَنَ زَيْدٌ مَا بِمَعْنَى أَيْ شَيْءٍ مُبْتَدَأٍ، أَحْسَنَ زَيْدٌ خبر ہے لفظی ترجمہ ہے کس چیز نے زید کو حسین بنایا۔ یہ ترکیب لغت کی بناء پر کی جاتی ہے، انشاء تعجب میں یہ اعراب مقصود نہیں ہوتا، چنانچہ ترجمہ اس ترکیب کے مطابق نہ ہوگا بلکہ

ہر زبان میں تعجب کیلئے جو صیغہ استعمال ہوگا اسی سے اس کا ترجمہ کیا جائے گا چنانچہ
مَا أَحْسَنَ الْعِلْمُ کا ترجمہ ہوگا، کیا ہی اچھا ہے علم۔ سوال بظاہر سبب حسن سے ہے
لیکن مقصود نہ سوال ہے اور نہ ہی جواب کی طلب ہے۔ (درس مقامات، ص: ۴۶، ۱۴۷)

فعل کے متعدی بنانے کا طریقہ

☆..... جو افعال بلا واسطہ متعدی ہوتے ہیں ان کو کبھی کبھی ”ب“ کے واسطہ سے بھی
متعدی کر دیا جاتا ہے، لیکن معنی میں فرق ہوگا چنانچہ جب ”ب“ کا واسطہ نہ ہو تو
”کل“ مراد ہوگا اور جب ”ب“ حرف کے ساتھ متعدی ہو تو مفعول میں ”بعض“
مراد ہوگا اور اس کی مفعولیت میں کوئی اور بھی شریک ہوگا جیسے احادیث میں ہے۔
كَانَ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ بَقِ O وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ يَا وَيَقْرَأُ بِالطُّورِ. وغیرہ
(درس ترمذی، ص: ۵۰۹ ج ۱)

متفرق افعال کی بحث

☆..... جملہ افعال متصرفہ سے مراد وہ افعال ہیں جن سے تمام صیغے: ماضی، مضارع،
امر اور نہی کے نکلتے ہیں۔ (فیوض عثمانی، ص: ۹۳)

☆..... افعال غیر متصرفہ چار ہیں: نِعَمَ، بَشَسَ، كَادَ، عَسَى۔ (فیوض عثمانی، ص: ۹۳)

☆..... مہموز اسم مفعول کا صیغہ ہے، جس کے معنی ہیں۔ ہمزہ دیا ہوا۔ (فیوض عثمانی، ص: ۹۳)

☆..... معتل اسم فاعل کا صیغہ ہے اس کا معنی لغت میں بیمار ہے۔ (فیوض عثمانی)

☆..... جَيِّدٌ: یہ جَوَادٌ سے ہے، جو جَيَّادٌ ہوا، اس کی اصل جَوَادٌ ہے بمعنی نیکو، یا جَيِّدٌ
اصل میں جَيُّوْدٌ تھا، سَيِّدٌ کے قاعدہ سے تعلیل ہوئی ہے۔ (فیوض عثمانی، ص: ۱۳۵)

☆..... تَارَةً: یہ اصل میں تَوْرَةً تھا اس کے معنی ہیں ایک بار۔ (فیوض عثمانی، ص: ۲۱۳)
 ☆..... اسمائے افعال کل نو ہیں ان میں چھ امر حاضر کے معنی میں ہیں اور تین بمعنی ماضی ہیں۔ ان میں ”ہا“ جو بمعنی خذ ہے یہ تین طرح استعمال ہوتا ہے لیکن زیادہ صحیح ”ہاء“ ہے جیسے: هَاوُ مَ اَقْرَأُوا كِتَابِيَهٗ۔ (کتاب النحو، ص: ۴۷)

قاعدہ:..... مذکورہ نو اسمائے افعال کے علاوہ چند اور اسم بھی اسمائے افعال کے معنی دیتے ہیں جیسے: آمین، بمعنی استجب، مه بمعنی اكفف، صه بمعنی اُسْكُتْ، فَقَطْ۔ بمعنی اكفف، اليك، اُبْعُدْ عَنِّي، عَلَيَّ بِهِ، جِيْ بِهِ، هَاتِ، اَعْطِ، وغیرہ۔

☆..... ایک نحوی کا قول ہے کہ ”ہات“ یہ اصل میں ”آت“ ہے جو آتی یوٹی سے ہے اور واحد، تشنیہ، جمع کے صیغے استعمال ہوتے ہیں: جیسے: هَاتِ، هَاتِيَا، هَاتُوا جیسے: قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔ (کتاب النحو، ص: ۴۷)
 ☆..... جمہور نحوی ”مذو منذ“ کو ترکیب میں مبتدا اور اس کے مابعد کو خبر کہتے ہیں۔ (کتاب النحو، ص: ۵۱)

☆..... لَيْسَ اصل میں لَيْسَ تھا، کثرت استعمال سے لَيْسَ ہو گیا ہے۔ ماضی کے علاوہ اس سے کوئی فعل استعمال نہیں ہوتا۔ (کتاب النحو، ص: ۲۲)

بحث افعال مقاربہ

قاعدہ:۔ طَفِقَ، جَعَلَ، أَخَذَ بھی افعال مقاربہ ہیں اور یہ مضارع پڑتے ہیں جیسے: وَطَفِقَايَ خِفَصَانٍ عَلَيْهِمَا مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ۔ (کتاب النحو، ص: ۲۳)
 ☆..... امام ابن مالک نحوی نے تسہیل میں لکھا ہے کہ بعض افعال مقاربہ شروع کے معنی دینے کیلئے آتے ہیں جیسے: جَعَلَ طَفِقَ، أَخَذَ، عَلَقَ، أَنْشَأَ، هَبَّ، قَامَ وغیرہ۔

(تیسرا نحو، ص: ۱۶۵)

☆..... افعال مقاربہ مشہور چار ہیں: کاد، کرب، اوشک، عسی اور یہ حقیقت میں سات ہیں باقی تین یہ ہیں: (۱) جعل (۲) أخذ (۳) طفق اور یہ تینوں شروع کے معنی میں مستعمل ہوتے ہیں۔ (تخلیۃ الاسیر، ص: ۱۴۰، بدر منیر، ۹۸)

بحث افعال قلوب

☆..... افعال قلوب کی چار قسمیں ہیں: (۱) وہ ہیں جو صرف یقین کیلئے آتے ہیں، جیسے: وَجَدَ، تَعَلَّمَ۔

(۲) وہ ہیں جو صرف ظن و رجحان کیلئے آتے ہیں، اس کے پانچ فعل ہیں جیسے جَعَلَ، حَجَا، عَدَ، زَعَمَ، هَبَّ۔ (النحو الیسر شرح نحو میر)

صلات افعال کا بیان

☆..... جب استوی فعل کا صلہ ”إِلَى“ آتا ہے تو اس وقت ”استوی“ کا معنی ہوتا ہے متوجہ ہونا، جیسے: قَوْلُهُ تَعَالَى: ثُمَّ اسْتَوَى إِلَى السَّمَاءِ۔ لیکن جب استوی فعل کا صلہ ”عَلَى“ آتا ہے تو استوی کا معنی قائم ہونا یا نظام سنبھالنا، یا نگرانی کرنا ہوتا ہے جیسے: قَوْلُهُ تَعَالَى: ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ۔ یعنی پھر عرش پر قائم ہوا یا نظام سنبھالا۔ (القرآن)

☆..... عربی میں دو کتب فعل کا صلہ ”عَلَى“ بھی آتا ہے اور ”مِنْ“ بھی آتا ہے جیسے: لَتَرْكَبُوا عَلَيْهَا أَوْ مِنْهَا۔ (معلم الانشاء اول)

☆..... قال کا صلہ لام آتا ہے اور سَمِعَ، سَالَ، دَخَلَ، سَكَنَ اور ظَلَمَ بغیر صلہ کے

استعمال ہوتے ہیں جیسے: قَوْلُهُ تَعَالَى: وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ قُلْتُ لِيَزِدْهُ، وَقَوْلُهُ تَعَالَى: قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِي، سَمِعْتُ زَيْدًا، اِنْ يَسْأَلُكُمْوهَا، رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا، اَدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُخْبِرُونَ، اُسْكُنْ اَنْتَ وَرَوْجُكَ الْجَنَّةَ. فَلَانَ ظَلَمَ. (القرآن، معلم الانشاء اول)

☆..... علم کے بعد جو اُن ہے وہ درحقیقت اُن ناصبہ نہیں، بلکہ وہ دراصل اُن تھا۔ جس کو ساکن کر کے مخفف بنا دیا گیا، جیسے: عَلِمْتُ اَنْ سَيَقُومُ میں اُن دراصل اُن ہی ہے جس طرح علم کے بعد اُن اُن مخفف ہوتا ہے ایسا ہی دیگر صیغوں میں جو علم یقین پر دلالت کرنے والے ہیں ان کا بھی یہی حکم ہے۔ مثلاً: رُوِيَ۔ وجدان، یقین، تبیین، تحقیق، انکشاف، ظہور اور شہادت کے بعد جو اُن واقع ہوگا وہ بھی مخففہ من المثقلہ ہے۔ (تیسیر النحو، ص: ۱۴۸)

اقسام فعل

فعل کی دو قسمیں ہیں متعدی ہوگا یا لازم:

(۱) اگر فعل ماضی ثلاثی مجرد متعدی ہو صنعت پر دال نہ ہو تو اس کا مصدر فَعْل کے وزن پر ہوگا جیسے: أَخَذَ أَخَذًا، حَمَدَ حَمْدًا، فَتَحَ فَتْحًا چاہے مفتوح العین ہو یا مکسور العین ہو (۲) اگر فعل ماضی ثلاثی مجرد متعدی ہو اور اس میں صنعت کے معنی پائے جاتے ہوں تو اس کا مصدر فِعَالَةٌ کے وزن پر ہوگا جیسے: صَاغَ صِيَاغَةً خَاطَ خِيَاطَةً خَاكَ خِيَاكَةً۔

فعل ثلاثی مجرد متعدی ہمیشہ مفتوح العین یا مکسور العین ہوگا، مضموم العین کبھی متعدی نہیں ہوتا بلکہ لازم ہوتا ہے جیسے: حَسَنَ، ظَرَفَ۔

(۲)..... (الف) اگر فعل ماضی ثلاثی مجرد لازم ہو، مکتور العین ہو، لون اور رنگ پر دال نہ ہو اس میں حسی کوشش اور جہد کا دخل بھی نہ ہو۔ دوام اور ثبات پر بھی دلالت نہ کرتا ہو تو اس کا مصدر فَعَّلَ کے وزن پر ہوگا تَعَبَ تَعْبًا. جَزَعَ جَزَعًا. وَجَعَ وَجَعًا (ب) اگر لون و رنگ پر دلالت کر رہا ہو تو اس کا مصدر فُعِّلَ کے وزن پر ہوگا جیسے: سَمَرَ سُمْرَةً، خَضِرَ خَضْرَةً. (ج) اگر حسی کوشش اور جہد پر دلالت کرتا ہے تو اس کا مصدر فُعُولَ کے وزن پر ہوگا، جیسے: قَدِمَ قَدُومًا. صَعِدَ صُعُودًا لَصِقَ لَصُوقًا۔ (د) اگر دوام اور ثبات پر دال ہو تو اس کا مصدر فُعُولَةٌ کے وزن پر ہوگا جیسے: يَسَّ يُسُوسَةً.

(۳)..... (الف) اگر فعل ماضی ثلاثی مجرد لازم ہو مفتوح العین اجوف نہ ہو انکار اور امتناع پر دال نہ ہو اور اس میں حرکت و تنقل کے معنی بھی نہ پائے جاتے ہوں۔ اسی طرح مرض، سیر، صوت اور حرفت و ولایت پر دال نہ ہو تو اس کا مصدر فُعُولَ کے وزن پر ہوگا جیسے: فَعَدَ فَعُودًا، رَكَعَ رُكُوعًا (ب) اگر اجوف ہو تو اس کا مصدر فَعْلَ کے وزن پر ہوگا جیسے: نَامَ نَوْمًا، صَامَ صَوْمًا یا فَعَالَ کے وزن پر ہوگا جیسے: صَامَ صِيَامًا. قَامَ قِيَامًا (ج) اگر انکار و امتناع پر دال ہو تو اس کا مصدر فَعَالَ کے وزن پر ہوگا جیسے: نَفَرَفَرًا، شَرَدَ شَرَادًا، جَمَعَ جَمَاعًا. (د) اگر حرکت و تنقل پر دال ہو تو اس کا مصدر فَعَلَانَ کے وزن پر ہوگا جیسے: طَافَ طَوْفَانًا، جَالَ جَوْلَانًا غَلِيَانًا (ه) اگر مرض پر دال ہو تو اس کا مصدر فُعَالَ کے وزن پر ہوگا جیسے: سَعَلَ سُعَالًا. رَغَفَ رُغَافًا (و) اگر سیر پر دال ہو تو اس کا مصدر فَعِيلَ کے وزن پر ہوگا، جیسے: رَحَلَ رَحِيلًا۔ (ز) اگر آواز کی کسی قسم پر دال ہو تو فَعِيلَ اور فَعَالَ کے وزن پر ہوگا جیسے: صَرَخَ صَرِيخًا صَرَاخًا. نَعَبَ نَعِيْبًا وَنَعَابًا (ح) اگر حرفت و ولایت پر دال ہو تو مصدر فِعَالَةً کے وزن پر ہوگا جیسے: تَجَرَّ تَجَارَةً.

(۴)..... (الف) اگر فعل ماضی ثلاثی مجرد لازم ہو، مضموم العین ہو تو اگر صفت مشبہ

فَعِيلٌ کے وزن پر ہو تو مصدر فَعَالَةٌ کے وزن پر ہوگا، جیسے: مَلَحَ فهو مَلِيحٌ مصدر مَلَا حَةً، ظَرُفٌ فهو ظَرِيفٌ مصدر ظَرَّافَةٌ۔ (ب) اگر صفت مشبہ فَعْلٌ کے وزن پر ہو تو مصدر فُعُولَةٌ کے وزن پر ہوگا جیسے: سَهَّلَ فهو سَهْلٌ مصدر سَهَّوْلَةٌ۔ عَذَّبَ فهو عَذْبٌ مصدر عَذُّوْبَةٌ۔ (مقدمہ درس مقامات بتغیر)

کوئی فعل غیر عامل نہیں

☆..... جتنے بھی حروف ہیں وہ ان کی قسمیں ہیں: (۱) عاملہ (۲) غیر عاملہ۔ اسی طرح اسم کی بھی دو قسمیں ہیں (۱) اسماء عاملہ (۲) اسماء غیر عاملہ، لیکن فعل میں کوئی فعل ایسا نہیں ہے جو غیر عامل ہو، افعال سب کے سب عاملہ ہیں۔ چاہے معروف ہوں یا مجہول، چاہے تام ہوں یا ناقص یا مدح ہوں یا ذم۔ یا فعل تعجب ہو یا فعل غیر تعجب چاہے فعل مقاربہ ہو یا فعل غیر مقاربہ چاہے وہ فعل لازم ہو یا متعدی۔ یہ تمام افعال ضرور عمل کریں گے اور اسی طرف مصنفِ نحو میر نے ”بدانکہ هیچ فعل غیر عامل نیست“ کہہ کر اشارہ کیا ہے۔ (بدیہ صغیر، شرح نحو میر، ص: ۸۵)

☆..... فعل تصییر: وہ فعل ہے جو ایک چیز کو اس کے اصلی حال سے پھیر دے، اور افعال تصییر یہ ہیں: صَيَّرَ، جَعَلَ، اتَّخَذَ، خَلَقَ، تَرَكَ۔ اور یہ دو اسموں پر داخل ہوتے ہیں، اور دونوں کو نصب دیتے ہیں۔ (تسہیل قواعد النحو، ص: ۷۱)

☆..... تصییر اور صیرورت میں فرق: خاصیات ابواب میں یہ دونوں لفظ استعمال ہوتے ہیں، لیکن عام طور پر دونوں کے معنی میں اشتباہ پیدا ہو جاتا ہے۔ صاحب تذکرۃ العزیز لکھتے ہیں کہ صیرورتہ کے معنی ہیں: كَوْنُ الشَّيْءِ صَاحِبُ الْمَاخِذِ۔ اور تصییر کے معنی ہیں: جَعَلَ الشَّيْءَ صَاحِبُ الْمَاخِذِ۔ (تذکرۃ العزیز، ص: ۶۲)

☆..... معتل کی تین قسمیں ہیں: واوی، یائی، الفی۔ (اسعاد النحو، ۲۸)

☆..... معتل الفی کی مثال جیسے: یَرْضٰی، وَیَخْشٰی ہے اس کا رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ، اور نصب فتح تقدیری کے ساتھ، جزم بحذف حرف علت ہوتا ہے، جیسے: زَیْدٌ یَرْضٰی، زَیْدٌ یَخْشٰی۔ وَزَیْدٌ لَنْ یَرْضٰی وَلَنْ یَخْشٰی، زَیْدٌ لَمْ یَرْضَ۔ (باقی تفصیل کیلئے، اسعاد النحو، ص: ۲۸، ۲۹)

بحث ”شبہ فعل“

☆..... تعریف شبہ فعل: شبہ فعل وہ اسم ہے جو فعل کے ساتھ مادہ اور معنی مصدری میں شریک ہو اور شبہ فعل کل سات ہیں: (۱) اسم فاعل (۲) اسم مفعول (۳) اسم ظرف (۴) اسم آلہ (۵) اسم تفصیل (۶) صفت مشبہ (۷) مصدر۔ اور اس میں پہلی چھ اقسام کو اسم مشتق بھی کہتے ہیں۔ (ہدیہ شبیر، شرح نحو میر، ص: ۱۱۷)

اقسام ”شبہ فعل“

☆..... کل اقسام شبہ فعل یہ ہیں اسم فاعل، صفت مشبہ، مصدر، اسم فعل، اسم تفصیل اور اسم ظرف۔ (ہدیہ صغیر، شرح نحو میر، ص: ۸۹)

☆..... جملہ فعلیہ کا آخری جز ہمیشہ اسم ہوا کرتا ہے نہ فعل ہو سکتا ہے اور نہ حرف۔ (مصباح المنیر، ص: ۱۴)

بحث ثلاثیات

اوزان اسم جامد ثلاثی مجرد کتنے ہیں؟

☆..... اوزان اسم جامد ثلاثی مجرد: اسم جامد ثلاثی مجرد کے اوزان میں عقلی احتمالات

بارہ تھے۔ یعنی حرکتیں: فاکلمہ میں ضمہ، فتحہ اور کسرہ۔ باقی سکون بوجہ ابتدا محال ہے اور عین کلمہ میں چار احتمالات: ضمہ، فتحہ، کسرہ اور سکون۔ لام کلمہ چونکہ کل اعراب ہے، لہذا اس کی حرکت کا اعتبار نہیں۔ تو فاکلمہ کے تین احتمالات کو عین کلمہ کے چار احتمالات سے ضرب دینے سے بارہ احتمالات بنتے ہیں، مگر استعمال میں دس ہیں اور وہ یہ ہیں (۱) فَعَلَّ جیسے فَلَسَ (۲) فَعَلَّ جیسے فَرَسَ (۳) فَعَلَّ جیسے كَيْفَ (۴) فَعَلَّ جیسے عَضَدَ (۵) فَعَلَّ جیسے حَبَرَّ (۶) فَعَلَّ جیسے عَنَبَ (۷) فَعَلَّ جیسے اِبَلَّ (۸) فَعَلَّ جیسے قُقُلَّ (۹) فَعَلَّ جیسے صُرَدَ (کنجشک)۔ (۱۰) فَعَلَّ جیسے عُنُقَ اور دو احتمال بوجہ ثقل استعمال نہیں ہوتے۔ (الف) فَعَلَّ (ب) فَعَلَّ ہیں۔ (مزید تفصیل کیلئے، کنز النوار، وارثاد الصرف دیکھئے)

☆..... اسم ثلاثی مجرد کے اوزان:..... اگر ایک حرف زائد ہو تو اس کی مثال: حِمَارٌ بروزن فِعَالٌ۔ اگر دو حرف زائد ہوں، جیسے: سُلْطَانٌ بروزن فُعْلَانٌ۔ اگر تین حرف زائد ہوں اس کی مثال جیسے فَلَنْسُوَةٌ بروزن فَعْنُلُوَةٌ ہے۔ اور اسم ثلاثی مجرد میں تین حرف اصلی اور چار حرف زائد کی اسماء جامدہ میں مثال اب تک نظر سے نہیں گزری، البتہ اسم مصدر تین حرف اصلی اور چار زائد کی مثال جیسے اسْتَحْزَاجٌ بروزن اسْتِفْعَالٌ ہے۔ (کنز النوار، ص: ۱۳)

☆..... اوزان اسم ثلاثی مجرد دس ہیں: اسم ثلاثی مجرد کے دس اوزان ہیں: (۱) فَعَلَّ جیسے: فَلَسَ (پیہ)۔ (۲) فَعَلَّ مثال: قُقُلَّ (تالہ)۔ (۳) فَعَلَّ مثال: حَبَرَّ (سیاہی)۔ (۴) فَعَلَّ جیسے: فَرَسَ (گھوڑا)۔ (۵) فَعَلَّ جیسے: عَضَدَ (بازو)۔ (۶) فَعَلَّ جیسے: كَيْفَ (کندھا)۔ (۷) فَعَلَّ مثال: عَنَبَ (انگور)۔ (۸) فَعَلَّ جیسے: اِبَلَّ (اونٹ)۔ (۹) فَعَلَّ جیسے: جُرَدَ (چڑیا لٹوپرندہ)۔ (۱۰) فَعَلَّ جیسے: عُنُقَ (گردن)۔ (اظہار الصدف، ص: ۲۹)

اوزان اسم جامد ثلاثی مزید فیہ کتنے ہیں؟

اوزان اسم جامد ثلاثی مزید فیہ:..... ثلاثی مزید فیہ اسم جامد محققین کے نزدیک غیر محدود ہیں، صرف امام سیبویہؒ نے اس کے تین سو آٹھ وزن بتلائے ہیں۔ (کنز النواذر، ص: ۱۵)

☆..... اسم رباعی مجرد کے پانچ وزن ہیں: (۱) فَعْلَلْتُ چوں جَعْفَرُ (چھوٹی نہر، ندی، دودھ والی اونٹنی)۔ (۲) فَعْلِلْتُ چوں زُبْرُج (زینت، سونا، سرخ بادل)۔ (۳) فَعْلَلْتُ چوں بُرُنُّن (شکاری جانوروں کا بچہ)۔ (۴) فَعْلَلْتُ چوں دِرْهَم (ایک سکہ)۔ (۵) فَعْلَلْتُ چوں قِمَطَر (کتاب رکھنے کا طاق، چھوٹے قد کا موٹا آدمی)۔ (اظہار الصدف، کنز النواذر، ص: ۱۴)۔

اسم رباعی مجرد کی مثالیں:..... اگر ایک حرف زائد ہو اس کی مثال: ضُنْدُوْقُ بروزن فَعْلُوْلُ۔ اگر دو حرف زائد ہوں تو اس کی مثال عُنْجُبُوْتُ بروزن فَعْلُلُوْتُ۔ اگر تین حروف زائد ہوں تو اس کی مثال: عُبُوْثَرَانِ بروزن فَعُوْلَانِ ہے۔ (کنز النواذر، ص: ۱۴)

☆..... اسم خماسی مجرد کے چار اوزان ہیں: (۱) فَعْلَلْتُ چوں سَفْرُجُل (بہی دانہ، ایک قسم کا میوہ)۔ (۲) فَعْلَلْتُ چوں قَدْغَمِل (موٹا اونٹ)۔ (۳) فَعْلَلْتُ چوں جَحْمَرِش (بوڑھی عورت)۔ (۴) فَعْلَلْتُ چوں قِرْطَعْب (تھوڑی سی چیز)۔ (اظہار الصدف ص: ۲۹، ۳۰، و شرح علم الصیغہ)

☆..... اور اسم خماسی مزید فیہ کے پانچ وزن ہیں: (۱) فَعْلُلُوْلُ چوں غَضْرَفُوْط۔ (چلیا سہ، ایک چھوٹی قسم کا جانور)۔ (۲) فَعْلَلِيْلُ چوں خُزْغَبِيْلُ بمعنی باطل چیز یا ہنسائے والی باتیں۔ (۳) فَعْلَلُوْلُ چوں قِرْطَبُوْس بمعنی موٹی اونٹنی/ تیز روانٹنی۔ (۴) فَعْلَلِيْلُ چوں قَبْعَثَرِی (موٹا یا بڑا اونٹ)۔ (۵) فَعْلَلِيْلُ جیسے: خَنْدَرِيْس۔

(پرانی شراب)۔ (إظهار الصدف، ص: ۳۰، تسہیل وتوضیحات، شرح علم الصیغہ)

ثلاثی، رباعی اور خماسی میں اول ضمہ کیوں؟

☆.....ثَلَاثِيّ یہ ثلاثۃ کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے ثلاثی ہے ایسا ہی رباعی کا حال ہے یہ اربعۃ کی طرف منسوب ہے۔ اور خَمَاسِيّ یہ خَمْسۃ کی طرف منسوب ہے۔ (کنز النوار، ص: ۸)

☆.....ثَلَاثِيّ: (بضم الثاء) یہ ثلاثۃ (بفتح ثاء) کی طرف منسوب ہے یعنی ثلاثۃ کی نسبت کی وجہ سے ثلاثی ہو گیا۔

☆.....رُبَاعِيّ: (بضم الراء) یہ اربعۃ کی طرف منسوب ہے یعنی نسبت کی وجہ سے یہ رباعی ہو گیا۔

☆.....خَمَاسِيّ: (بضم الخاء) یہ خمسۃ کی طرف منسوب ہے اور نسبت کی وجہ سے یہ خماسی ہو گیا۔ (مزید تفصیل کیلئے دیکھئے، کنز النوار فی القوامین والمصادر، ص: ۴)

☆.....سوال: ثلاثی، رباعی اور خماسی کی طرح سُداسی کیوں نہیں کہا؟

الجواب:- (۱) ثَقُلَ سے بچنے کیلئے (۲) التباس سے بچنے کیلئے، کیونکہ کلمہ صَاح کی بناء میں کم سے کم تین حروف ہوتے ہیں، تو سُداسی کی صورت میں یا تو دو چھوٹے کلمے یا ایک بڑا کلمہ معلوم ہوگا، اسلئے سُداسی وغیرہ وضع نہیں کیا گیا۔ (کنز النوار، ص: ۴)

سوال:.....فعل متصرف تو دو ہیں، یعنی ثلاثی اور رباعی۔ تو سوال یہ ہوتا ہے پھر واضح فعل نے خماسی کیوں وضع نہیں کیا؟

جواب:..... اگر فعل خماسی وضع کیا جاتا تو جب ضمیر مرفوع متصل لاحق ہوتی تو وہی دو خرابیاں لازم آتیں، جو کہ اسم سُداسی کو وضع کرنے میں لازم آتی تھیں۔ (کنز النوار، ص: ۴)

فعل رباعی..... جیسے بُعْثِرَ۔ اگر ایک حرف زائد ہو تو جیسے تَدَخَّرَجَ بروزن تَفَعَّلَ۔
اگر دو حرف زائد ہوں، جیسے: اَحْرَنْجَمَ بروزن اِفْعَنْلَ۔ (کنز اللواد، ص: ۱۴)

افعال واسماء میں کتنے حروف کی گنجائش ہے؟

قاعدہ:..... فعلوں میں حروف اصلی وزوائد ملکر کل چھ تک ہو سکتے ہیں اور اسموں میں سات تک کی گنجائش ہیں۔ (لیکن سات سے مراد ماسوائے تانیث و یائے نسبت اور یائے تغیر کے ہیں اور علامت تشنیہ و جمع وغیرہ بھی ہیں، یعنی ان کے علاوہ سات حروف مراد ہیں۔) (کنز اللواد، ص: ۷)

☆..... سوال: باب افعال میں تاء کے ساتھ ہمزہ بھی زائد ہے پھر اس کو علامت باب میں کیوں ذکر نہیں کیا؟

☆..... الجواب: (۱) یہاں مصنف علم الصیغہ کا مقصود ابواب کی ایسی علامات بیان کرنا ہے کہ ان کے ذریعہ ہر باب باقی تمام ابواب سے ممتاز ہو جائے۔ (۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ مصنف کے بیان سابق سے یہ پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے کہ ان ابواب کے شروع میں ہمزہ وصل زائدہ ہوتا ہے لہذا دوبارہ تصریح کی حاجت نہیں رہی۔ (حاشیہ ترجمہ علم الصیغہ، ص: ۴۰)

ہر مصدر سے کتنی چیزیں مشتق ہوتی ہیں؟

☆..... ہر مصدر سے بارہ چیزوں کے اشتقاق کی بات صرف مبتدیوں کی سہولت کیلئے ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ثلاثی مجرد سے آٹھ چیزیں مشتق ہیں، تین فعل، پانچ اسماء۔ یعنی فعل ماضی، مضارع اور امر اور پانچ اسماء: اسم فاعل، اسم مفعول، اسم ظرف، اسم آلہ اور اسم تفضیل۔ اور غیر ثلاثی مجرد سے چھ چیزیں مشتق ہیں، تین فعل یعنی ماضی، مضارع

☆..... اور امر اور تین اسماء یعنی اسم فاعل، اسم مفعول اور اسم ظرف۔ (کنز النوار، ص: ۲۲)

☆..... جو مصدر فَعَّلَ کے وزن پر ہو اس کے فاء کلمہ کا واؤ حذف ہو جاتا ہے اور عین کلمہ کو کسرہ دیکر آخر میں تاء بڑھا دیتے ہیں۔ مگر مضارع مفتوح العین کے مصدر میں کبھی فتح بھی دیتے ہیں جیسے: عَدَّةٌ، زِنَةٌ، سَعَةٌ یہ اصل میں وَعْدٌ وَزْنٌ اور وَسْعٌ ہے۔ (ترجمہ علم الصیغہ، ص: ۵۸)

☆..... تفعیل فَعَّلَ کا مصدر ہے جیسے قَبَلَ تَقْبِيلًا۔ اور مصدر تفعیل، تفعلة کے وزن پر بھی آتا ہے مگر کم جیسے: وَسَّعَ تَوْسِيعَةً، قَدَّمَ تَقْدِيمَةً۔ اگر مہموز اللام ہو تو تفعلة کے وزن پر زیادہ آتا ہے اور تفعیل کے وزن پر کم آتا ہے، جیسے: نَبَّأَ تَنْبِئَةً وَطَّأَ تَوَطُّئَةً، هَنَأَتْهُنَّ تَهْنِئَةً۔ اور اگر ناقص ہو تو صرف تفعلة کے وزن پر آئے گا جیسے: حَلَّى تَحْلِيَةً، زَكَّى تَزْكِيَةً۔ اور اگر اجوف ہو تو صرف تفعیل کے وزن پر آئے گا جیسے قَوَّمَ تَقْوِيْمًا، سَوَّدَ تَسْوِيْدًا۔ (مصباح اللغات، ص: ۷)

☆..... باب مفاعلة کا مصدر فَعَّلَ وَمُفَاعَلَةٌ کے وزن پر بھی آتا ہے لیکن جن مادوں (مواد) میں فاء کلمہ یاء ہو وہاں مفاعلة کا وزن متعین ہے جیسے: يَاسَرَ مُيَاسَرَةً، يَأْمَنَ سَ مَيَآمَنَةً، اور يَأْوِمَ سَ مَيَاوَمَةً اور يَوَآمًا شاذ ہے۔ (مصباح اللغات، ص: ۷)

☆..... باب افعال کا مصدر افعال کے وزن پر آتا ہے جیسے اَكْرَمَ سَ اِكْرَامًا لیکن اگر عین کلمہ میں حرف علت ہو تو اس کی حرکت ماقبل کو نقل کر کے الف سے بدل دیتے ہیں۔ دو الف کے جمع ہونے کی وجہ سے ایک کو حذف کر دیتے ہیں اور اس کے عوض میں آخر میں تاء بڑھا دیتے ہیں جیسے: اَمَاتَ سَ اِمَاتَةً، اَغَاثَ سَ اِغَاثَةً اور اَشَارَ سَ اِشَارَةً وغیرہ۔ (مصباح اللغات، ص: ۷)

☆..... باب تفعّل کا مصدر تفعّل ہے اور تفاعل کا مصدر بھی تفاعل کے وزن پر آتا ہے

لیکن ان دونوں میں جب لام کلمہ حرف علت ہو تو یاء سے بدل کر ماقبل کو کسرہ دیتے ہیں جیسے تائی سے تائیا، تقاضی سے تقاضیاً (مصباح، ص: ۷)۔

☆..... باب استفعال کا مصدر استفعال کے وزن پر آتا ہے لیکن اگر عین کلمہ حرف علت ہو تو الف سے بدل کر حذف کر دیتے ہیں اور آخر میں تاء بڑھا دیتے ہیں جیسے اِسْتَقَامَ سے اِسْتِقَامَةٌ ہے۔ (مصباح اللغات، ص: ۷)

واحد کی تین قسمیں

☆..... جاننا چاہئے کہ واحد کی تین قسمیں ہیں: (۱) حقیقی: جو لفظاً و معنی دونوں اعتبار سے واحد ہو، جیسے: زجل اس کی جمع رجال آتی ہے۔ (۲) واحد صوری: جو صرف لفظاً واحد ہو نہ کہ معنی، جیسے: قَوْمٌ (۳) واحد معنوی، جو صرف معنی واحد ہو نہ کہ لفظاً، جیسے: عَشْرُونَ۔

تثنیہ اور جمع کی بھی اسی طرح تین تین قسمیں ہیں۔ (دیکھئے سارب الطلبہ، ص: ۱۰۴، ۵)

☆..... باب فعلل کا مصدر فَعْلَلَةٌ اور فَعْلَلٌ ہے جیسے دَخَرَجَ سے دَخَرَجَةٌ و دِخْرَاجَا ہے۔ دوسرا وزن صرف مضاعف ہونے کی صورت میں قیاسی ہے ورنہ سماعی ہے جیسے: وَسُوسٌ سے وَسُوسَةٌ و وَسُوسَاہے۔ (مقدمہ مصباح، ص: ۷)

☆..... اگر عدد معدود میں سے عدد مقدم ہو تو وہاں ترکیب اضافی ہوگی، جیسے: ثَلَاثَةُ اَقْسَامٍ۔ اور اگر عدد مؤخر ہو تو مرکب توصیفی ہوگا، جیسے: فُصُولٌ ثَلَاثَةٌ۔ (مولانا سلطان احمد مفتی اعظم ارکان۔ ناقل مفتی علی احمد قاسمی صاحب)

لامشبه بلیس تین جگہ عمل نہیں کرتا

☆..... یاد رہے کہ تین جگہ میں لامشبه بلیس عمل نہیں کرتا، بلکہ عمل باطل ہو جاتا

ہے: (۱) اگر لا کی خبر، لا کے اسم پر مقدم ہو جبکہ ظرف نہ ہو، جیسے: لَا قَائِمٌ زَيْدٌ۔ (۲) اگر لا کے بعد إِلَّا استثنائیہ ہو، جیسے: لَا زَيْدٌ إِلَّا قَائِمٌ۔ (۳) اگر لا کے اسم و خبر دونوں معرفہ ہو، جیسے: لَا زَيْدٌ أَفْضَلُ مِنْكَ۔

چھ جگہ ما بمعنی لیس کا عمل باطل ہو جاتا ہے

☆..... اسی طرح چھ جگہ میں ما بمعنی لیس کا عمل باطل ہو جاتا ہے: (الف) اگر شروع میں اِنْ نافیہ داخل ہو، جیسے: اِنْ مَا زَيْدٌ قَائِمٌ (ب) اگر ما کا تکرار ہو، جیسے: مَا مَا زَيْدٌ قَائِمٌ (ج) اگر ما کی خبر سے مثبت بدل واقع ہو، جیسے: مَا زَيْدٌ بِشَيْءٍ إِلَّا قَائِمٌ (د) اگر ما کے بعد إِلَّا استثنائیہ ہو، جیسے: مَا زَيْدٌ إِلَّا قَائِمٌ (ه) اگر ما کی خبر، ما کے اسم پر مقدم ہو، جیسے: مَا قَائِمٌ زَيْدٌ (و) اگر ما کا معمول خبر ما کے اسم پر مقدم ہو، جیسے: مَا طَعَامُكَ زَيْدٌ اِكْلَ اَي اِكْلَ طَعَامُكَ۔ (مارب الطلحہ، ص: ۵۶)

☆..... جو اسم مؤنث کا علم ہو اس کی جمع بھی الف تاء کے ساتھ آئے گی جیسے: زَيْنَبُ کی جمع زَيْنَبَات اور مریم کی جمع مَرِيَمَات ہے۔

☆..... اسی طرح ہر وہ مصدر جو تین سے زائد حرف رکھتا ہو، اس کی جمع بھی الف تاء کے ساتھ آئے گی، جیسے: تعریف کی جمع تعریفات امتیاز کی جمع امتیازات، اور اختیار کی جمع اختیارات۔ (یہ جمع سالم کی قسمیں ہیں)

☆..... ہر وہ اسم جس کے آخر میں الف تانیث (مقصودہ یا ممدودہ) ہو اس کی جمع بھی الف تاء کے ساتھ آئے گی، جیسے: صحراء کی جمع صحراوات، حمی کی جمع حمیات۔

☆..... یاد رہے کہ اسم جمع اور شبہ جمع کی جمع بھی آ سکتی ہے، جیسے: قَوْمٌ کی جمع اقْوَام،

جَيْشٌ کی جمع جُيُوشٌ، ثوب کی جمع اثواب، وغیرہ۔ (مقدمات علوم درسیہ)
 ☆.....لَزَيْدًا:۔ یہاں لام حرف جار نہیں بلکہ وہ صیغہ امر ہے بروزن "ق" ولایۃ
 (مصدر) سے ہے، اور لفظ زید اس کا مفعول بہ ہے، تو معنی ہوا کہ اے مخاطب! تو زید کا
 متولی بن جا۔ (فرائد منشورہ بر تحقیقات کلمات مستورہ: ۴۶)

☆.....واضح ہو کہ مشہور قاعدہ ہے: کُلُّ جَمْعٍ فِي حُكْمِ التَّائِيثِ (ہر جمع مؤنث
 کے حکم میں ہوتی ہے) مگر یہ مخفی نہ رہے کہ ہر وہ جمع جس کے حرف اس کے واحد سے کم
 ہوں، جیسے: نَفْعٌ نَفْعَةٌ سے، کُتُبٌ کِتَابٌ سے، هَكَذَا حِكْمٌ، عِلَلٌ، مِلَلٌ، اُمَمٌ،
 سُنَنٌ، رُسُلٌ وغیرہا۔ تو اس قسم کی جمع میں تذکیر لانا بھی جائز ہے، مثال، قَالَ
 تَعَالَى: ﴿يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ﴾۔ (مآرب الطلبة، ص: ۹۲)

عربی کلام میں "ن" کی آٹھ قسمیں ہیں

عربی کلام میں نون کی آٹھ قسمیں ہیں (۱) نون اعرابی (۲) نون جمع
 (۳) نون وقایہ جیسے: جَاءَ نِسْءُ زَيْدٍ (۴) نون تنوین، جیسے: أَصَابَنُ (۵) نون
 اصلی جیسے: نَصَرَ میں (۶) نون علامت مضارع جیسے نَفَعَلٌ میں (۷) نون ثقیلہ
 جیسے: لِيَفْعَلَنَّ (۸) نون خفیفہ جیسے لِيَفْعَلَنَّ۔ (مآرب الطلبة، ص: ۸۸/۸۷)

نون اعرابی اور نون جمع کا فرق

خوب یاد رکھیں کہ فعل مضارع میں دو قسم کا نون داخل ہوتا ہے (۱) نون جمع
 (۲) نون اعرابی۔ اب نون جمع اور نون اعرابی کے اندر پانچ اعتبار سے فرق بیان کیا
 جاتا ہے (۱) نون جمع ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے اور نون اعرابی مفتوح و مکسور دونوں ہوگا

(ب) نون جمع مبنی ہے اور نون اعرابی معرب ہے (ج) نون اعرابی محذوف ہو سکتا ہے بخلاف نون جمع کے (د) نون اعرابی سے پہلے حرف علت کا ہونا ضروری ہے بخلاف نون جمع کے (ه) نون جمع ضمیر اور علامت ہو سکتا ہے بخلاف نون اعرابی کے۔
(الفاظ مترادفہ کے درمیان فرق)

علاماتِ تانیث صرفیوں کے نزدیک آٹھ ہیں

☆..... علاماتِ تانیث صرفیوں کے نزدیک آٹھ ہیں: چار فعل میں: (۱) تاء ساکنہ جیسے: ضَرَبْتُ (۲) نون مفتوحہ جیسے ضَرَبْنَ (۳) تاء متحرکہ مکسورہ جیسے: ضَرَبْتَ (۴) یاء ساکنہ جیسے: تَضَرَّبْتُ۔ اور اسم میں چار علامات یہ ہیں: (۱) الف مقصورہ زائدہ جیسے: حُبْلَى (۲) الف ممدودہ جیسے حَمْرَاءُ (۳) تاء متحرکہ جیسے ضَارِبَةٌ (۴) تاء مقدرہ جیسے اَرْضُ کہ اصل میں اَرْضَةٌ تھا۔ (کنز النوار: ۳۲، وشافیہ)

☆..... امالہ کہتے ہیں الف کو یاء کی بودے کر پڑھنا، نہ مکمل یاء ادا ہو بلکہ درمیان میں ہی رہے اور فتح، ماقبل کو کسرہ کی طرح پڑھنا۔ نہ مکمل فتح پڑھا جائے نہ مکمل کسرہ، اس طرح کی ادائیگی کیلئے قراء حضرات کی جو تیاں سیدھی کرنی ہوں گی۔ اور مبنیات کے ان چھ کلموں میں امالہ ہو سکتا ہے جبکہ یہ کسی کے نام ہوں: مَتْسَى، اُنْسَى، ذَا۔ یہ تین اسم ہیں۔ اور بَلَى، یَا اور لَا یہ تین حرف ہیں۔ (کنز النوار: ۳۲)

☆..... وزن تین قسم کے ہوتے ہیں (۱) صرفی (۲) صوری (۳) عروضی۔ اور صرفی وہ ہے جس میں تعداد حروف، سکنات، اصل اور زائد کا اعتبار ہو یعنی حروفِ اصلیہ کا مقابلہ اصلیہ سے ہو۔ زائدہ کا مقابلہ زائدہ سے۔ اور حرکت کا مقابلہ حرکت سے ہو، اور ساکن کا مقابلہ ساکن سے ہو، جیسے: شَرَأْنُفُ بَرُوْزْنُ فَعَائِلُ۔ اور وزن صوری وہ

ہے جس میں تعداد حروف، حرکات اور سکونات کا اعتبار ہو، اصل وزائد کا اعتبار نہ ہو، جیسے: شَرَّ أَفْ بَرُوزَنْ مَفَاعِلُ۔ اور وزن عروضی وہ ہے جس میں تعداد حروف کا اعتبار ہو، ساکن مقابل ساکن ہو، متحرک مقابل متحرک ہو، لیکن بعینہ وہی حرکت نہ ہو جو موزون میں ہے، جیسے: شَرِيفُ بَرُوزَنْ فَعُولُ۔ (کنز اللوادع، ص: ۴۲)

☆..... اَيْضًا: شرح تہذیب میں ہے "وَ اَيْضًا اِنْ اِتَّحَدَمَعْنَاهُ" لفظ "اَيْضًا" یہ مختار قول کے مطابق باب ضرب سے ہے بمعنی رَجَعَ رَجْعًا ہے۔ اور "اَيْضًا" یہ آض فعل مقدر سے مفعول مطلق ہونے کی بناء پر منصوب ہے یعنی آض اَيْضًا۔ یا اس فعل مقدر کی ضمیر مستتر سے حال ہے یعنی آض اَيْضًا بمعنی رَجَعَ حَالٌ كَوْنُهُ رَاجِعًا۔ (علمی جواہر پارے، ص: ۱۰)

خاصیات ابواب

خاصیات، خاصیت کی جمع ہے۔ بمعنی خاص ہونا۔ جو مصدر مبنی للفاعل ہے، جیسے: ضاربیت و فاعلیت۔ اور خاصہ و خاصیت کے معنی، اصطلاح اہل صرف میں معانی ابواب ہیں۔ اور معانی ابواب سے مراد صرف نفس ابواب نہیں ہے بلکہ وہ معانی ہیں جو معانی ابواب کو لازم ہیں۔ اور شروع کے تین باب اکثر خصائص میں برابر ہیں یعنی تینوں بابوں میں ہر ایک زیادتی معنی میں برابر ہے، جس طرح باب نصر کے معنی کثیر آتے ہیں اسی طرح باب ضرب و سمع کے معنی بھی کثیر آتے ہیں، یا یہ تینوں باب اکثر معانی میں برابر ہیں یعنی جو معنی باب نصر میں آتا ہے وہ باب ضرب و سمع میں بھی آتا ہے۔ (فیوض عثمانی، ص: ۶۷)

خاصیت باب نصر

باب نصر کے مصادر کے اوزان بہت زیادہ ہیں مگر جس مصدر کے عین کلمہ میں

واو ہوگا وہ اکثر باب نصر سے آئے گا، جیسے: الْقَوْلُ، الدُّخُولُ وغیرہ، لیکن مغالبہ صرف باب نصر کا خاصہ ہے۔ اور مغالبہ کہتے ہیں دو شخصوں میں سے ایک کا غلبہ ظاہر کرنے کیلئے اس باب کو باب مفاعلت کے بعد لائیں، جیسے خَاصِمْنِي زَيْدٌ فَخَصِمْتُهُ (زید نے مجھ سے جھگڑا کیا، میں جھگڑے میں اس پر غالب آیا) دوسری مثال فعل مضارع کی يُخَاصِمُنِي زَيْدٌ فَخَصِمْتُهُ ہے۔ (زید اور میں باہم جھگڑتے ہیں، میں جھگڑے میں اس پر غالب آتا ہوں) اور ناقص واوی اور اجوف واوی بھی صحیح کی مانند باب نصر سے لائیں گے اگرچہ وہ دوسرے باب سے ہوں، جیسے: يُضَارِبُنِي زَيْدٌ فَاضْرَبْتُهُ (مجھ میں اور زید میں مار پٹائی ہوتی ہے مگر میں پٹائی میں غالب آتا ہوں)۔ اس باب کے دیگر چند مصادر جو مستعمل ہیں الْعِبَادَةُ: عبادت کرنا، پوجنا۔ التَّرْكُ: چھوڑنا۔ الذَّبُّ: دور کرنا۔ الصَّبُّ: ڈالنا۔ الْمُدُّ: کھینچنا۔ الدُّعَاءُ وَالدَّعْوَةُ: بلانا۔ (فیوض عثمانی، علم الصیغہ مترجم، علم الصرف آخرین اور مصباح اللغات)

خاصیت باب ضرب

جو مصادر رنگ و عیب اور زیور کے معنی میں ہوں وہ اکثر باب ضرب سے مستعمل ہوتے وقت فُعْلَةٌ بضم الفاء اور سکون عین کے ساتھ مستعمل ہوتے ہیں، جیسے اُذْمَمَ سُمْرَةٌ۔ دونوں کے معنی گئیہوں کے رنگ کا ہونا۔ یہ دونوں باب ضرب سے مستعمل ہیں۔ اور اس باب کا خاصہ بھی مغالبہ ہے مگر جبکہ اجوف یائی ہو اور ناقص یائی ہو اور مغالبے کے بعد ذکر کریں جیسے بَايَعَنِي زَيْدٌ فَبَيْعْتُهُ۔ (زید نے مجھ سے خرید و فروخت کی، میں اس سے خرید و فروخت میں بڑھ گیا)۔ اور بعض معتلات میں صیغہ مغالبہ کی بناء باب ضرب سے آتا ہے مگر مثال واجوف یائی یعنی جبکہ فعل مذکور مثال واجوف ہو

یایائی یا اجوف یائی ہو یا ناقص یائی ہو تو صرف ان چار صورتوں میں اظہار مغالہ کیلئے فعل کو باب ضرب سے لایا جائے گا۔ اس کے علاوہ مزید چند مصادر یہ ہیں: **الظُّلْمُ**: ظلم کرنا۔ **الْفَضْلُ**: جدا کرنا۔ **الْوَقَايَةُ**: حفاظت کرنا۔ **الْمَجِيءُ**: آنا۔ **الْإِتْيَانُ**: آنا۔ **الْغُفْرَانُ**: مغفرت کرنا۔ **الْأَيْدُ**: قوی ہونا۔ **الْأَيْ**: جائے پناہ گرفتن۔ **الْوَأْدُ**: زندہ درگور کرنا۔ **الْفِرَارُ**: بھاگنا۔ (توضیحات، ص: ۳۱، المصباح، علم الصرف آخرین، فیوض عثمانی)

خاصیتِ بابِ سمع

اسکے اکثر مصادر بیماری، رنج، خوشی، رنگ، عیب اور درد اور صورت جسمانی پر دلالت کرتے ہیں اور ان صفات کے الفاظ زیادہ تر اسی باب سے آتے ہیں، جیسے: **سَقَمٌ**، **مَرَضٌ**، **حَزَنٌ**، **فَزَعٌ**، **كُدِرَ**، **عَوِرَ**، **بَلَغَ** اور لون و عیب کے معنی میں ہونے والے الفاظ بھی اس باب سے زیادہ آتے ہیں اور یہ باب زیادہ تر لازم استعمال ہوتا ہے، متعدی کم، چند مزید مصادر یہ ہیں۔ **الرَّضْوَانُ** وَالرَّضَىٰ: خوش ہونا۔ **الشُّرْبُ**: پینا۔ **الطُّيْ**: لپٹنا۔ **الْمَسُّ**: چھونا۔ **الْحَشِيَّةُ**: ڈرنا۔ **الْوَسْعُ** وَالسَّعَةُ: گنجائش رکھنا۔ اور ان تینوں ابواب یعنی نصر، ضرب اور سمع کو اصول ابواب کہتے ہیں۔ کیونکہ ان تینوں ابواب میں ماضی اور مضارع دونوں کا عین کلمہ مختلف ہوتا ہے اور بقیہ ثلاثی مجرد کے تین بابوں میں ماضی، مضارع کا عین کلمہ متفق ہوتا ہے لہذا ان تینوں کو فروع ابواب کہتے ہیں۔

یا دوسری وجہ یہ ہے کہ اختلافِ معنی کے وقت اختلافِ حرکات کا ہونا ہی اصل ہے اور یہ ان تینوں بابوں میں پایا جاتا ہے، اس واسطے ان تینوں بابوں کے ماضی اور مضارع کے معنوں میں اختلاف ہے۔ اسی طرح ان میں عین ماضی کی حرکت، عین مضارع کے خلاف ہے۔ بخلاف باقی تین بابوں کے، کہ ان میں یہ بات پائی نہیں

جاتی۔ اسلئے پہلے تین باب اصل الابواب ٹھہرے، باقی فرع۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ باب فتح کے ماضی نصر یا ضرب سے متولد ہے اور اس کا مضارع سمع سے ہے۔ اور باب حسب کا ماضی سمع کا ماضی سے متولد ہے، اس کا مضارع باب ضرب کے مضارع سے ہے۔ اور کرم کا مضارع نصر کے مضارع سے متولد ہے، مگر اس کا ماضی کسی سے متولد نہیں، مگر اکثریت کے تابع کر کے اس کو ”للاكثر حکم الكل“ کر دیا گیا ہے۔ (توضیحات، ص: ۳۱، فیوض عثمانی، ص: ۶۷)

خواص باب فتح

اس باب سے جو مصادر آتے ہیں ان کے عین و لام کلمہ میں حروف حلق میں سے کوئی حرف ہوتا ہے بشرطیکہ وہ کلمات صحیح ہوں، جیسے: مَنَعَ، سَلَخَ، جَحَدَ، نَهَضَ وغیرہ ورنہ ابی یا بی بھی تو باب فتح سے ہے، مگر صحیح کلمات سے نہیں ہے اور یہ مہوز کے قبیل سے بھی نہیں ہے، کیونکہ جو کلمہ مہوز ہوتا ہے اس کے باب فتح سے مستعمل ہوتے وقت عین کلمہ یا لام کلمہ میں حرف حلقی ہونا ضروری ہے اور جتنے بھی صحیح کلمات کہ اُن کے عین یا لام کلمہ میں حرف حلقی ہو، وہ سب باب فتح سے مستعمل ہوتے ہیں ورنہ نہیں۔ اور مزید یہ مصادر بھی ہیں۔ اَلرَّهْنُ: گروی رکھنا۔ اَلرُّؤْيَةُ: دیکھنا۔ اَلرَّغَايَةُ: حفاظت کرنا اور بعض مصنفین نے باب فتح کی شرط میں یہ لکھ کر کہ کلمات صحیحہ کی قید بڑھا کر شذوذ کا قائل ہونے سے بچنے کی کوشش کی ہے، پس ان کے یہاں ”ابی یا بی“ جو باب فتح سے مستعمل ہے اعتراض وارد نہیں ہوگا، کیونکہ ابی یا بی مہوز کے قبیل سے نہیں ہے۔ اور جو کلمات مہوز ہوں ان کے باب فتح سے مستعمل ہوتے وقت عین یا لام کلمہ میں حرف حلقی کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ اور جتنے کلمات صحیحہ کے عین کلمہ یا

لام کلمہ میں حرف حلقی ہوتا ہے اس کا باب فتح سے ہونا ضروری اور ان کے عین یا لام کلمہ میں کوئی نہ کوئی حرف حلقی ضروری ہے۔

مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دام ظلہم لکھتے ہیں کہ وہ الفاظ جو معتل یا مضاعف ہوں تو وہ بھی باب فتح سے آتے ہیں، جیسے: اَبَسَى يَأْ بَنِى، عَصَصُ يَعَصُ وغیرہ اور جو کلمہ صرف صحیح ہو تو وہ صرف باب فتح سے آتا ہے، یہ بھی قاعدہ اکثری ہے ورنہ بعض الفاظ صحیح بھی ہیں اور عین کلمہ یا لام کلمہ میں حرف حلقی بھی ہے مگر وہ پھر بھی باب فتح سے مستعمل نہیں ہے جیسے: سَمِعَ يَسْمَعُ اور بَخِلَ يَبْخُلُ۔ (توضیحات، ص: ۳۰، ۳۱، حاشیہ ترجمہ علم المصیغہ: ۳۸، فیوض عثمانی)

باب کرم کے خواص

یہ باب اکثر لازم آتا ہے۔ اول: اس کا خاصہ ہے کہ اس کے مادہ کا مدلول یا تو اس صفت سے ہوگا کہ جس میں موصوف کی پیدائش و خلقت حقیقہ ہوئی ہو اور کسی کسب سے نہ حاصل ہوئی ہو یعنی حسن ذاتی ہو یا فتح ذاتی ہو۔ دوم: یا حکماً ہو یعنی اس کے مادہ کا مدلول اس صفت سے ہوگا جس پر موصوف کی خلقت تو نہ ہوئی ہو لیکن وہ خلقی کے حکم میں ہو، کیونکہ بار بار تجربہ اور مشق سے وہ موصوف کی ذات میں امر خلقی کی طرح متمکن اور لازم ہو گئی ہو، جیسے: فَقَّهٌ فَقَاهَةٌ۔ پس فقاہت اگرچہ صفت خلقیہ سے نہیں ہے لیکن وہ تمدن و تمکن کے بعد بمنزلہ امر ذاتی کے لازم اور غیر منفک ہو جاتی ہے۔ سوم: اس کے مادہ کا مدلول اس صفت سے ہوگا جو صفت خلقیہ کے ساتھ کسی امر میں مشابہ ہے یعنی وہ صفت ایسی ہو کہ نہ تو موصوف کی خلقت اس پر ہوئی ہو اور نہ وہ کسی شخص میں لازمی اور دائمی رہنے والی ہو بلکہ وہ صفت خلقیہ کے ساتھ کئی امر میں مشابہ ہو جیسے حسن عارضی اور فتح عارضی جیسے تزئین و تغیر صورت۔ اگرچہ یہ عارضی ہے لیکن وہ

حسن ذاتی وفتح کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں، مثلاً: جنابت اگرچہ عارضی ہے لیکن وہ نجاست ذاتی کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے۔ پس یہ تین اقسام ہوں گی، اول کی مثال: حَسَنٌ، صَغُورٌ، كَبِيرٌ۔ دوم کی مثال: فَقْهٌ اور سوم کی مثال: جَنْبٌ وَ طَهْرٌ ہے۔ چونکہ اس باب سے اکثر وہ الفاظ استعمال ہوتے ہیں جو فطری اور لازمی صفات پر مستعمل ہوں لہذا اس باب سے مجہول و مفعول نہیں آتے، مگر جس وقت فعل لازم کو حرف جر کے ذریعہ سے متعدی بناتے ہیں اس وقت اس سے مجہول و مفعول دونوں آتے ہیں جیسے: تُكْرِمُ بِهِ، مَكْرُومٌ بِهِ وغیرہ۔ اور باب کرم کے چند مصادر یہ ہیں۔ اللَّطْفُ وَاللِّطَافَةُ: پاکیزہ ہونا۔ اَلْوَسْمُ: خوبصورت ہونا۔ اَلرِّخْوَةُ: نرم ہونا۔ اَلْيَمْنُ: بابرکت ہونا۔ (توضیحات ص: ۳۲، علم الصرف آخرین، فیوض عثمانی، المصباح)

خاصیت حسب تکسب

اس باب سے یَحْسَبُ (بفتح عین) پڑھنا قرآنہ متواترہ ہے اور بکسر عین یَحْسِبُ پڑھنا یہ قرآنہ غیر متواترہ ہے۔ اور وہ کلمات جن کے حروف اصلیہ میں حرف ہمزہ اور ایک جنس کے دو حرف نہیں، ویسے کلمات صرف حَسِبَ یَحْسِبُ سے ہی مستعمل ہیں۔ اور جن کلمات کے صرف فاکلمہ یا فا اور لام کلمہ دونوں میں حرف علت ہے ویسے کلمات سے مندرجہ ذیل کلمات باب حسب سے مستعمل ہیں۔

وَبَقَ	وَمَقَ	وَفَقَ	وَوَقَ	وَرِثَ	وَرِعَ
ہلاک ہوا	دوستی رکھی	سزاوار ہوا	مضبوط ہوا	ترکہ پایا	پرہیزگار ہوا
وَرِمَ	وَرِيَ	وَلِيَ	وَعَرَ	وَجَرَ	وَلَهَ
پھولا	آگ نکلا	نزدیک ہوا	کینہ رکھا	کینہ رکھا	حیران ہوا

وَهْلَ	وَعِمَ	وَطَى	وَجَدَ	بَيْسَ	وَبِطَ
کمزور ہوا	کسی کیلئے ہٹا کی	روندا	پایا	حاجتمند ہوا	ضعیف ہوا
وَجَعَ	وَعَقَ	وَلِمَ	وَهُمَ	وَهِنَ	وَرَهَ
درد مند ہوا	بد خصلت ہوا	غمگین ہوا	غلطی کی	ست ہوا	کم عقل ہوا
وَهَى	وَلَغَ	وَقِهَ	عِنْدَ بَعْضِ نَعِمَ	یہ کل ۳۱/۳۰ الفاظ ہیں۔	
دریدہ ہوا	کتے نے پانی پیا	فرمانبردار ہوا	نعمت والا ہوا	(توضیحات: ص: ۳۳)	

چند مشکل صیغہ

☆.....رَسَائِلُ: یہ جمع ہے رِسَالَةٍ کی۔ جب اس کی جمع مَفَاعِلُ کے وزن پر بنائی تو پہلے دونوں کو فتح دیکر تیسری جگہ جمع کا الف بڑھایا، پس رسالہ کا الف، مدہ زائدہ مفاعل کے الف جمع کے بعد پڑا۔ اور وہ بقاعدہ (جو واؤ زائدہ اور یا زائدہ اور الف زائدہ، مفاعل کے وزن میں بعد الف واقع ہو وہ تینوں الف مفاعل کے بعد ہمزہ ہو جاتے ہیں، علم الصیغہ مترجم: ۶۴، توضیحات: ۶۷ کی بناء پر ہمزہ ہو گیا۔ اور آخر میں ”تاء“، جو علامت مفرد تھی محذوف ہو گئی۔ اور الف کی مثال تھی۔ (فیوض عثمانی، ص: ۱۳۶)

☆.....لَاتِكُ: یہ صیغہ نبی حاضر مغروف واحد مذکر ہے، اصل میں ”لَاتَكُونُ“ تھا آخر سے واؤ ونون حذف ہو گئے یعنی نون لائے نبی کی وجہ سے ساکن ہو کہ اجتماع ساکنین سے اؤلا واؤ حذف ہو گئی پھر نون بوجہ مشابہت حرف علت حذف ہو گیا تو ”لَاتِكُ“ ہوا۔ (دفع رنج شرح شیخ گنج، ص: ۱۳۲)

☆.....اَرِنَا: یہ باب افعال سے صیغہ واحد مذکر حاضر ہے، اصل میں ”اَرْنِينَا“ تھا

حرکت ہمزہ ماقبل میں نقل ہو کے ہمزہ حذف ہو گیا ہے پھر وقف کی وجہ سے یا حذف ہوئی تو ”اَرِنَا“ ہوا اور آخر میں مفعول کی ضمیر ”نا“ لاحق ہوئی ہے۔ (زبدۃ تشہید، ص: ۱۳۹)

☆..... یُوسُفُ: یہ امر کے صیغہ واحد مذکر حاضر کے ساتھ مناد کی مرخم ہے اصل میں یا یُوسُفُ اَوْفَى تھا۔ صیغہ امر کے آخر سے حرف علت ”یا“ حذف ہو گئی اور مضارع کی موافقت کیلئے واؤ حذف ہو گئی اور ہمزہ وصل بھی ساقط ہو گیا پھر یا یوسف کے شروع سے حرف نداء اور ترخیم کیلئے آخر سے ”فاء“ حذف ہو گئی تو ”یوسف“ ہو گیا۔ (دفع رنج)

☆..... یَتَّقِ: یہ مضارع واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے از باب افتعال مصدر اتَّقَاءَ ہے۔ بمعنی پرہیز کرنا۔ یہ اصل میں یُوْتَقِیُّ تھا بروزن یَجْتَنِبُ۔ فا افتعال واؤ ہے لہذا اس کو تاء سے بدل کر تاء کو تاء میں ادغام کیا گیا اور آخر میں یا حرف علت حذف ہو گئی تو یَتَّقِ ہو گیا، جیسے: مَنْ یَتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا الخ۔ اور اسی سے متقی ہے جو بعض کے نزدیک اسم مفعول کا صیغہ ہے بمعنی بچا ہوا۔ کیونکہ یہ بھی کسرہ اور تنوین سے بچا ہوا ہوتا ہے۔ ثلاثی مجرد و قَابَیۃ باب ضرب سے ہے۔ (فیوض عثمانی، ص: ۳۰)

☆..... لَنْ تَرَانِیْ: یہ باب فتح سے نفی تاکید بن مستقبل معروف ہے۔ اصل میں ”لَنْ تَرَانِیْ“ تھا یا وسط کو الف سے بدل دیا گیا پھر حرکت ہمزہ ماقبل میں نقل ہو گئی ہمزہ حذف ہو گیا، لَنْ تَرَانِیْ ہوا۔ (دفع رنج، ص: ۱۳۹)

☆..... معتل عین کے تمام بابوں میں تعلیل اور تغیر زیادہ ہوتی ہے، مگر معتل عین کے صیغے جب باب تفعیل، تفاعل، تفاعل اور مفاعلہ سے مستعمل ہوں تو تعلیل و تغیر نہیں ہوتی۔ (دفع رنج، شرح پنج معجم، ص: ۱۲)

☆..... اجوف سے باب افعال کے مصدر اَفْعَلۃ کے وزن پر (جیسے اَقَامَ اِقَامۃ) اور باب استفعال سے اِسْتَفْعَلۃ کے وزن پر (جیسے اِسْتَقَامَ اِسْتَقَامۃ) جو آتے ہیں اور

یہ وزن خاص اجوف میں آتے ہیں۔ جس طرح فعل کا مصدر ثلاثی مجرد کا وزن خاص ناقص کیلئے ہے۔ (شرح علم الصیغہ، ص: ۱۱۴)

☆..... أَنَّ مُخَفَّفَهُ مِنَ الْمُثْقَلَةِ: یعنی وہ اَنّ جو اَنّ کا مخفف ہے وہ ناصب فعل نہیں ہے اور اکثر اسم پر داخل ہوتا ہے۔ اور فعل پر داخل ہونے کی صورت میں فعل اور اسکے درمیان فاصلہ ہونا ضروری ہے، جیسے عَلِمَ اَنّ سَيَكُونُ۔ یہاں اَنّ اور يَكُونُ، فعل کے درمیان ”س“ کا فاصلہ ہے۔ (ترجمہ علم الصیغہ، ص: ۱۶)

☆..... دوسا کنوں کے درمیان واؤ متحرک ہونے کی صورت میں واؤ پر حرکت ثقیل نہیں ہوتی۔ (دفع رنج، ص: ۱۴)

☆..... معتل عین میں لام کلمہ ساکن ہونے کی صورت میں عین کلمہ اجتماع ساکنین سے گر جاتا ہے۔ جیسے لَمْ يَقُلْ۔ (دفع رنج، ص: ۲۰)

☆..... حرکت واؤ اور یاء ماقبل میں نقل کرنے کی سات شرائط ہیں۔ (۱) واؤ فاکلمہ میں نہ ہو، (۲) عین لفیف کے کلمہ میں نہ ہو، (۳) مدہ زائد سے پہلے نہ ہو، (۴) وہ کلمہ لون و عیب کے معنی میں نہ ہو، (۵) اسم تفضیل کا صیغہ فعل نہ ہو، (۶) وہ کلمہ ابواب ناصحہ سے نہ ہو، (۷) افعال تعجب سے نہ ہو۔ (دفع رنج، ص: ۲۰)

☆..... جب نون تاکید خفیفہ پر وقف کیا جائے تو اس کو الف سے بدل دیتے ہیں جیسے: لَمْ تَصْبِرَا۔ اصل میں لَمْ تَصْبِرْنَ، تھا۔ (ظفر المحصلین، ص: ۲۶۵)

☆..... فعل امر ونہی کی تاکید بھی نون تاکید سے کی جاتی ہے جیسے: اضربن، ولا تضربن۔ (معلم الانشاء اول)

☆..... اگر جز فعل ماضی، بغیر قد کے ہو تو اس میں ”ف“ کا لانا جائز نہیں ہے، جیسے: قوله تعالى: ”وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا“، ”اِنْ اَكْرَمْتَنِي اَكْرَمْتُكَ“ اگر جزاً

فعل مضارع مثبت ہو یا منفی لا کے ساتھ ہو تو اس میں دونوں صورتیں جائز ہیں جیسے:

إِنْ تَشْتَمِنِي لَا أَضْرِبُكَ۔ یہاں جزاً منفی ہے، اگر دونوں فعل مضارع ہو تو جزاً میں ”ف“ لانا جائز ہے۔ إِنْ تَشْتَمِنِي فَلَا أَضْرِبُكَ۔ شرط و جزاً فعل مضارع اور جزاً منفی بلا ہو، تو ”ف“ کا لانا جائز ہے، اسلئے یہاں مثال میں فا داخل کیا ہے۔ (تیسیر النحو، ص: ۱۵۱)

☆..... اگر جزاً مذکورہ دونوں قسموں میں سے کوئی بھی نہ ہو یعنی ماضی بغیر قد کے، اور مضارع مثبت یا منفی بلا میں سے کوئی نہ ہو، تو پھر اس صورت میں جزائی چار صورتیں ہیں: (۱) جزاً قد کے ساتھ ماضی ہو، جیسے: إِنْ يَسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ أَخٌ لَهُ مِنْ قَبْلُ اس جملہ میں فَقَدْ سَرَقَ، جزا ہے، فعل ماضی پر قد داخل ہے (۲) جزاً فعل مضارع منفی بغیر لا ہو جیسے: وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ، میں فَلَنْ يُقْبَلَ جزا ہے۔ مضارع منفی بغیر لا کے۔ اس لئے ”ف“ کو داخل کیا گیا ہے۔ (۳) جزا جملہ اسمیہ واقع ہو جیسے: قوله تعالى: مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ مَثَلٍ هَا میں جزا جملہ اسمیہ ہے اس لئے فا داخل کیا گیا ہے۔ (۴) جزا جملہ انشائیہ ہو یا امر ہو، جیسے: قوله تعالى: فَاتَّبِعُونِي۔ پھر جزا اگر نہی کا صیغہ ہو تو فا کا لانا واجب ہے جیسے: فَلَا تَرْجِعُوا هُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ۔ میں جزا نہی ہے۔ کبھی کبھی جزا میں فا کی جگہ ”إِذَا“ اور جملہ اسمیہ کا استعمال ہوتا ہے، جیسے: إِذَا هُمْ يَقْنَطُونَ میں هُمْ يَقْنَطُونَ جزا ہے۔ (تیسیر النحو شرح ہدایہ النحو، ص: ۱۵۲)

☆..... واو، یاء متحرک ماقبل مفتوح ہونے کی صورت میں واو، یاء کو الف سے بدلنے کیلئے کل چودہ شرائط ہیں (۱) واو، یاء متحرک ہونا۔ پس قَوْلٌ، بَيْعٌ میں تبدیل نہ ہوگا۔ (۲) واو یا یاء کا ماقبل مفتوح ہونا۔ پس قَهَاوٌ و بَايَعٌ میں نہیں بدلے گا۔ (۳) جس کلمہ میں واو یا یاء متحرک ہے اس کلمہ کی واو یا یاء کو الف کے ساتھ بدلنے کے وقت کلمہ

کا مفرد کے ساتھ مل جانے کا خطرہ نہ ہوتا۔ پس دَعَوَ اور مَيَّا۔ میں واؤ یاء کو الف سے بدلا نہیں جائے گا۔ (۴) جس کلمہ میں واؤ یاء متحرک ہے ماقبل مفتوح ہو اور اس کلمہ میں اس قسم کی تعلیل نہ ہوئی ہو، پس طَوَّى، رَوَّى میں واؤ کو الف سے بدلا نہیں جائے گا، کیونکہ پہلے ایک تعلیل ہو چکی ہے۔ (۵) واؤ یاء متحرک ماقبل مفتوح مصدر میں نہ ہونا، پس دَوْرَانٌ وَجَوْلَانٌ میں تبدیل نہ ہوگا۔ (۶) واؤ، یاء متحرک ماقبل مفتوح کا جمع میں نہ ہونا، پس حَوَكَّةٌ، شَوَكَّةٌ میں نہ بدلے گا۔ کیونکہ جمع ہیں (۷) جس لفظ میں یہ واؤ، یاء واقع ہوئے ہیں وہ لفظ اس لفظ کے معنی میں نہ ہوگا جس لفظ میں واؤ اور یاء کو باقی رکھنا ضروری ہے، پس عَوْرَ، صَيْدَ، عَيْنَ کے واؤ، یاء کو الف سے نہیں بدلا گیا۔ (دفع رنج، ص: ۱۸)

ابدال، تعلیل اور قلب میں فرق: یہ بات مخفی نہ رہے کہ مطلق ایک حرف کو دوسرے حرف کے ساتھ بدلنے کو صرفی اصطلاح میں تعلیل کہتے ہیں پھر اس کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) قلب (۲) ابدال۔ پھر ان دونوں میں فرق اس قدر ہے کہ قلب حرف علت کو حرف علت کے ساتھ بدلنے کو کہتے ہیں جیسے قَالَ، مِيزَان، يَوْقِن، وغیرہ، اور ابدال کہتے ہیں کہ ایک حرف صحیح کو دوسرے حرف صحیح کے ساتھ بدلنا جیسے: اَمَّا، مَهْمَا وغیرہما۔ (ما رب الطلب، ص: ۸۳)

☆..... عَلِمَ اَنْ سَيَكُونُ مِنْكُمْ مَرْضٰى: ترکیب، جب اَنْ کو مخفف کر دیا جائے گا اور اس کیلئے ضمیر شان کو محذوف قرار دیا جائے گا اور جملہ اَنْ کی خبر ہو تو ترکیب یہ ہوگی اَنْ محفہ، ضمیر شان اس کا اسم اور سَيَكُونُ جملہ ہو کر اس کی خبر ہوگی۔ (تیسیر النحو: ۱۸۳)

☆..... سوال:- اجتماع سَنَوْنِ "لَسَكُونَنَّ" میں ہے بلکہ چہار نون "يَمُنَنَّ" میں موجود ہے، مگر الف اس میں فاصل نہیں آیا، اس کی وجہ؟

جواب :- تین نون زائد کا جمع ہونا مکروہ ہے اور امثلہ مذکورہ میں ہر تینوں نون زائدہ نہیں ہیں۔ (تحفہ سعید یہ، ۳۳)

سوال :- لَنْ نُنْصِرَفَ : میں تو ہر سہ نون زائدہ ہیں الف فاصل کیوں نہ لایا گیا؟
الجواب :- اس کا تیسرا نون علامت انفعال ہونے اور تمام متصرفات میں پائے جانے کی وجہ سے گویا کہ وہ اصلی ہے (لہذا الف کی ضرورت نہیں)۔ (تحفہ سعید یہ، ۳۳)
سوال :- قرآن کریم میں تین نون یکجا آئے ہیں، جیسے لَمُتْنِنِي۔ تو اگر یہ اجتماع (سہ نون) مکروہ ہوتا تو کلام فصیح (قرآن مجید) میں نہ آتا؟

جواب :- ایسے نونات کا اجتماع مکروہ ہے، جن میں سے ہر ایک مفید ہو اور لَمُتْنِنِي میں تیسرا نون مفید للمعنی نہیں ہے بلکہ یہ نون وقایہ ہے۔ (تحفہ سعید یہ، ص: ۳۳)
☆..... لَمْ يَكُنْ اور اِنْ يَكُنْ میں کبھی نون کو حذف کر کے لَمْ يَكْ اور اِنْ يَكْ کہتے ہیں۔ (ترجمہ علم الصیغہ، ص: ۱۱۰)

☆..... اجتماع ساکنین کے وقت ساکن اول کو اس وقت حذف کیا جاتا ہے جب وہ مدہ ہو اور جب غیر مدہ ہو تو اسے حذف نہیں کرتے بلکہ حرکت دیدیتے ہیں... پھر اگر وہ غیر مدہ واو ہو تو ضمہ دیتے ہیں اور یاء ہو تو کسرہ دیتے ہیں۔ واو کی مثال، جیسے: قَوْلُهُ تَعَالَى: وَاتُوا الزَّكٰوةَ اور یاء کی مثال: لِيُذْعِنَ۔ (حاشیہ ترجمہ علم الصیغہ، ص: ۸۳)

☆..... ہمزہ منفردہ مفتوحہ ضمہ کے بعد واو سے اور کسرہ کے بعد یاء سے بدل جاتی ہے، جیسے: جُوْنٌ اصل میں جُوْنٌ تھا، مِيْرٌ اصل میں مِيْرٌ تھا۔ (ترجمہ علم الصیغہ، ص: ۵۳)
☆..... دو متحرک ہمزے ہوں اُن میں سے اگر ایک بھی مکسور ہو تو ثانی و جو بایاء بن جاتی ہے۔ جیسے: اَيْمَةٌ اور اگر دونوں میں سے کوئی بھی مکسور نہ ہو تو دوسرا ہمزہ واو سے بدل جاتا ہے جیسے: اَوْدِمٌ اصل میں اءِ دِمٌ، اَوَمَلٌ اصل میں اءِ مَلٌ تھا۔ (ترجمہ علم الصیغہ، ص: ۵۳)

☆..... جو ہمزہ متحرک حرف ساکن غیر مدّہ زائدہ وغیر یائے تصغیر کے بعد واقع ہو تو اس کی حرکت جوازاً قبل کو دیکر حذف کر دیا جاتا ہے جیسے یَسْلُ اصل میں یَسْلُ تھا قَدْ فَلَاحَ اصل میں قَدْ اَفْلَحَ تھا۔ (ترجمہ علم الصیغہ، ص: ۵۴)

☆..... واؤ ساکن غیر مدغم بعد کسرہ یاء ہو جاتا ہے جیسے مِيعَاذَ (اصل میں مِوَعَاذَ تھا) اور یائے ساکن غیر مدغم بعد ضمہ واؤ ہو جاتا ہے جیسے مُبَوِّسَرُ اصل میں مُبِیْسِرُ تھا۔ اور الف ساکن بعد ضمہ واؤ ہو جاتا ہے جیسے قُوتِلَ اصل میں قُاتِلَ تھا اور بعد کسرہ یاء ہو جاتی ہے، جیسے مَحَارِبُ اصل میں مَحَارَابُ تھا۔ (ترجمہ علم الصیغہ، ص: ۵۸)

☆..... واؤ مضموم و مکسور اول میں، اور مضموم وسط میں جوازاً ہمزہ ہو جاتا ہے، جیسے: وَجُوءٌ سے اُجُوءٌ، وِشَاحٌ سے اِشَاحٌ وغیرہ۔ (ترجمہ علم الصیغہ، ص: ۵۸)

تعلیلات افعال

☆..... واؤ طرف بعد کسرہ یاء ہو جاتا ہے جیسے دُعِیَ اصل میں دُعِوُ تھا اور یائے طرف بعد ضمہ واؤ ہو جاتا ہے جیسے نَهَوُ اصل میں نَهَیُ تھا۔ (ترجمہ علم الصیغہ، ص: ۶۲)

☆..... واؤ ویائے متحرک بعد فتح الف سے بدل جاتے ہیں بشرطیکہ (۱) فاکلمہ نہ ہو (۲) عین لفیف نہ ہوں (۳) قبل الف تثنیہ نہ ہوں (۴) قبل مدّ زائدہ نہ ہوں (۵) یائے مشدّدہ اور نون تاکید سے پہلے نہ ہوں، جیسے عَسَلُوْیُ (۶) لون و عیب کے معنی میں نہ ہوں (۷) فَعْلَانُ، فَعْلَى اور فَعْلَةٌ کے وزن پر نہ ہوں (۸) انفعال بمعنی تفاعل نہ ہو۔ (ترجمہ علم الصیغہ، ص: ۵۹)

☆..... عین مصدر کا واؤ کسرہ کے بعد یاء ہو جاتا ہے بشرطیکہ اس کے فعل میں تعلیل ہوئی ہو، جیسے: قِیَامًا. قَاوَمَ میں نہیں، کیونکہ قِوَا مَصَدْر بھی نہیں ہے۔ (ترجمہ علم الصیغہ، ص: ۶۲)

☆..... يَلِكَيْتَنِي: یہاں پر ”یا“ حرف ندا ہے اور ”لیت“ حرف مشبہ بفعل ہے، نون وقایہ ہے، نی۔ ضمیر واحد متکلم ہے اور یہ لفظ وقت ناممکن پر بولتے ہیں یعنی اے کاش!۔

(تیسیر القرآن، ص: ۱۰۱)

☆..... يَا أَبَتِ: اصل میں اَبِی تھا، یائے متکلم کو تاء سے بدل دیا جاتا ہے۔ (منیة

الادب، ص: ۴۳ ج ۱)

☆..... جو واؤ اور یاء عین فاعل ہو وہ ہمزہ سے بدل جاتی ہے بشرطیکہ فعل میں تعلیل

ہوئی ہو، جیسے: قَائِلٌ وَبَانِعٌ۔ (ترجمہ علم الصیغہ، ص: ۶۳)

☆..... واؤ اور یاء طرف میں الف زائدہ کے بعد ہوں تو ہمزہ بن جاتے ہیں جیسے

دُعَاؤٌ سے دُعَاءٌ، رُؤَاۤی سے رُؤَاءٌ، اَسْمَاؤُ سے اَسْمَاءٌ ہے۔ (ترجمہ علم الصیغہ، ص: ۶۳)

چند قواعد صرف

☆..... جس لفظ کا فاکلمہ نون ہو وہ باب انفعال سے نہیں آتا بلکہ اگر اس سے باب

انفعال کا معنی ادا کرنا مقصود ہوں تو اسے باب انفعال میں لے جاتے ہیں جیسے

اِنْتَكَسَ یہ نَكَسَ سے ہے بمعنی سرنگوں ہوا وہ ایک مرد۔ (علم الصیغہ مترجم، ص: ۴۲)

☆..... باب تفعل وتفاعل کے فاکلمہ میں اگر ان حروف میں سے کوئی ہو، جیسے: تاء،

ثاء، جیم، دال، ذال، زاء، سین، شین، صاد، ضاد، طاء، ظاء تو جائز ہے کہ ان دونوں

بابوں کی تاء کو فاء کلمہ سے بدل کر اس میں ادغام کر دیں، اس صورت میں ماضی اور امر

میں ہمزہ وصل آ جائے گا۔ (علم الصیغہ مترجم، ص: ۴۵)

بحث الحاق

☆..... ملحق کی تعریف: ملحق اسے کہتے ہیں جو ثلاثی میں حروف کی زیادتی کی وجہ سے

رباعی کے وزن پر ہو جائے اور باب ملحق بہ کے معنی کے علاوہ دوسرے معنی اس میں نہ ہوں جیسے جَلَبَبَ بمعنی جَلَبَ ہے۔ (علم الصیغہ مترجم ص: ۳۹)

☆..... ملحق یہ صیغہ اسم مفعول ہے، مصدر الحاق ہے افعال سے، بمعنی ملنا و ملانا۔ لیکن اصطلاح اہل فن میں الحاق کے معنی فعل میں یہ ہیں کہ ثلاثی مجرد میں ایک حرف یا اس سے زائد حروف اس غرض سے زیادہ کرنا کہ وہ لفظ تمام تصرفات میں رباعی مجرد یا مزید کے وزن صوری پر ہو جائے۔ اور اسم میں الحاق کے یہ معنی ہیں کہ ثلاثی یا رباعی میں کوئی حرف اس غرض سے زیادہ کرنا کہ وہ لفظ تمام تصرفات میں رباعی یا خماسی کے وزن صوری پر ہو جائے، جیسے: کَوُكِبَ۔ اور اگر فعل ملحق برباعی ہے تو تصرفات سے مراد مصدر، ماضی، مضارع، امر اور تمام مشتقات ہیں۔ اگر ملحق اسم ہے تو تصرفات سے مراد تصغیر جمع تکسیر قیاسی ہیں لیکن خماسی میں مماثلت تصرف اسکی تصغیر اور تکسیر میں لازمی نہیں ہے، اسلئے کہ خماسی کا حرف آخر تصغیر اور تکسیر میں حذف ہو جاتا ہے۔

اور الحاق کیلئے چند شرائط ہیں (۱) یہ کہ الف الحاق کیلئے نہیں ہوتا۔ (۲) یہ کہ زیادت الحاق اول کلمہ میں نہیں ہوتی۔ (۳) یہ کہ زیادت الحاق قیاسا کسی معنی کا فائدہ نہیں دیتی۔ (۴) یہ کہ حرف الحاق کا اور نام ممنوع ہے (۵) یہ کہ حرف جو ملحق بہ میں زائد ہے ضروری ہے کہ وہ حرف بعینہ ملحق میں بھی اسی جگہ زائد ہو کہ جس جگہ وہ ملحق بہ میں زائد ہے۔ (۶) ملحقات میں تعلیل ممنوع ہے کیونکہ تعلیل کے بعد ملحق و ملحق بہ کا وزن برابر نہیں رہتا، جو ضروری ہے۔ (فیوض عثمانی ص: ۶۲، ۶۱)

مدار الحاق کتنی چیز ہیں؟

☆..... مدار الحاق: الحاق کی بحث میں سات چیزوں کا جاننا ضروری ہے (۱) الحاق

کے لغوی معنی (۲) الحاق کے اصطلاحی معنی (۳) ملحق و مزید فیہ میں فرق (۴) الحاق میں تقسیم (۵) الحاق کے دو قاعدے (۶) دلیل الحاق (۷) غرض الحاق۔

الحاق کے لغوی و اصطلاحی معنی

اول: الحاق کے لغوی معنی ہیں: ایک شے کو دوسری شے سے ملانا۔ دوم:- الحاق کے اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ ثلاثی میں ایک یا زیادہ حرف بڑھا کر اس کو رباعی مجرد یا مزید کے ہم وزن کر دینا۔

سوم:- ملحق و مزید فیہ میں فرق یہ ہے کہ مزید فیہ میں حرف زائد مفید معنی ہوتا ہے جیسے ذَهَبَ میں ہمزہ بڑھا کر اَذْهَبَ بنایا گیا۔ اس میں ہمزہ مفید معنی تعدیہ ہے۔ لیکن ملحق میں جو حرف زائد ہوتا ہے وہ معنی کا افادہ نہیں کرتا بلکہ اس کے بڑھانے سے مقصود اس کلمہ مزید فیہ کو ملحق بہ کے ہم وزن کرنا ہوتا ہے، جیسے جَلَبَ اور جَلَبَبَ کہ معنی دونوں کے ایک ہیں مگر اول ثلاثی مجرد ہے اور دوم ثلاثی مزید فیہ ملحق رباعی مجرد ہے۔

چہارم: الحاق میں تقسیم: ملحق کی دو قسمیں ہیں (الف) وہ ہے کہ جس میں موزون و وزن ہر دو میں حرف کی زیادتی جنس کلمہ سے ہو جیسے شَمْلَلْ بروزن فَعْلَلْ (ب) اس کے برعکس ہو جیسے حَوْقَلْ بروزن فَوْعَلْ ہے۔

پنجم:- الحاق میں دو قاعدے ہیں، اول: یہ ہے کہ ملحقات میں قاعدہ ادغام پائے جانے کے باوجود ادغام نہیں کیا جاتا، تا کہ مقصود (رباعی کے ہم وزن بنانا) فوت نہ ہو جائے جیسے: شَمْلَلْ میں ہے لیکن ملحقات کے آخر میں حرف علت ہو تو اعلال بالابدال، جیسے: قَلْسَى، اعلال بالحدف جیسے قَلْسُوا اعلال بالاسکان، جیسے: يُقْلَسِي پر تینوں صورت جائز ہیں لیکن اگر حرف علت وسط میں ہو تو تعلیل نہیں کرتے جیسے: جَهْوَرْ میں ہے۔

دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ ہر ملحق اصل میں ثلاثی مجرد ہوتا ہے اور حروف کی زیادتی سے ملحق بر بای بن جاتا ہے، جیسے: جَلَبَبَ۔ (علم الصیغہ مترجم، توضیحات، ص: ۳۳)

ششم: مشتقات میں الحاق کی دلیل: الحاق کی دلیل اتحاد مصدر ہے جیسے ذَخَرَ ج ملحق بہ اور شَمَلَلَ (ملحق) دونوں کا مصدر بروزن فَعْلَلَّة ہے اور ”جوامد“ میں دلیل الحاق تکسیر و تصغیر کا اتحاد ہے، جیسے: قَرَدَذْ ملحق بِجَعْفَرَ ہے اس کی تکسیر جَعَا فِرُ ہے جس کی مثل قَرَادِذُ ہے اور تصغیر جُعْفِیْفُرُ کی مثل قُرَیْدُذُ ہے۔

ہفتم:۔ الحاق کی غرض: امر لفظی ہے یعنی وزن اور جمع کی رعایت ہو۔ (تحفہ سعیدیہ، شرح علم الصیغہ، ص: ۵۷)

خاصیات باب افعال

اس باب کی پندرہ خاصیتیں ہیں:

(۱) تعدیہ: یعنی فعل مجرد میں اگر لازم ہے تو باب افعال میں متعدی ہوگا اگر مجرد میں متعدی بیک مفعول ہے تو افعال میں متعدی بدو مفعول ہوگا اول کی مثال: خَرَجَ زَيْدًا. اَخْرَجْتُهُ. (زید نکلا۔ میں نے اس کو نکالا) دوم کی مثال: حَفَرْتُ نَهْرًا. (میں نے نہر کھودی) اَحْفَرْتُ زَيْدًا نَهْرًا۔ (میں نے زید سے نہر کھدوائی)۔ اگر مجرد میں فعل متعدی بدو مفعول ہو تو افعال میں یہ متعدی بہ مفعول ہوگا، جیسے: عَلِمْتُ زَيْدًا فَاضِلًا (میں نے زید کو فاضل جانا)۔ اور افعال میں اَعْلَمْتُ زَيْدًا عَمْرًا فَاضِلًا (میں نے زید کو بتلایا کہ عمرو فاضل ہے)۔

(۲) تَصْصِيْرُ: یعنی کسی چیز کو صاحب ماخذ بنادینا جیسے اَشْرَكَتُ النَّعْلَ۔ (میں نے جوتی شراک دار بنائی) یہاں ”شِرَاكُ“ (تمہ) ماخذ ہے۔ مزید مثالیں

یہ ہیں: اَلْحَمَّ زَيْدًا (زید صاحب لحم ہوا)۔ اَطْفَلْتُ هِنْدًا (ہندہ بچے والی ہوئی)۔

(۳) الزام: یعنی اگر مجرد میں متعدی ہے تو یہ باب افعال میں لازم

ہو جائے گا، جیسے: اَحْمَدُ زَيْدًا (زید قابل تعریف ہوا)۔ (۴) تعریض: یعنی فاعل کا مفعول کو ماخذ کی جگہ لے جانا جیسے اَبْعَثُ الْفَرَسَ۔ (میں گھوڑے کو بیچ کی جگہ لے گیا) یہاں ”بیع“ ماخذ ہے۔

(۵) وجدان: یعنی کسی چیز کو ماخذ کے ساتھ موصوف پانا، جیسے: اَبْخَلْتُ

زَيْدًا۔ (میں نے زید کو بخیل پایا)۔ ماخذ بخل ہے۔

قاعدہ: اگر ماخذ لازم ہے تو مدلول کو صیغۂ فاعل سے ادا کریں گے، جیسے:

اَبْخَلْتُ زَيْدًا۔ اس کا ماخذ ”بخل“ لازم ہے۔ اگر ماخذ متعدی ہے تو مدلول کو صیغۂ

مفعول سے بیان کریں گے جیسے: اَحْمَدْتُہ۔ (میں نے اس کو محمود پایا) اس میں ماخذ

حمد متعدی ہے اسلئے مدلول ”محمود پایا“ ہوا۔

(۶) سلب ماخذ: یعنی کسی چیز سے ماخذ کو دور کرنا۔ اور سلب ماخذ کی

دو قسمیں ہیں (الف) اگر فعل لازم ہے تو فاعل سے ہوگا جیسے اَقْسَطَ زَيْدًا۔ زید نے

اپنے نفس سے ظلم کو دور کیا۔ (ب) اگر فعل متعدی ہے تو سلب مفعول سے ہوگا جیسے

شَكِيْتُ وَاشْكَيْتُهُ۔ یعنی اس نے شکایت کی اور میں نے اس کی شکایت دور کی۔

(۷) إعطاء ماخذ: یعنی ماخذ کا دینا جیسے اَشْوَيْتُهُ۔ میں نے اس کو گوشت

بھوننے کیلئے دیا۔ اور یہ کہنا محض غلط ہوگا کہ میں نے اس کو بھنا ہوا گوشت دیا۔ إعطاء

ماخذ کی دوسری مثال اَقْطَعْتُهُ قُضْبَانًا۔ قُضْبَانٌ یہ جمع قضیب ہے بمعنی شاخ، یعنی میں

اس کو شاخیں تراشنے کی اجازت دی۔

(۸) بلوغ: یعنی ماخذ میں پہنچنا، یا داخل ہونا، جیسے: أَصْبَحَ زَيْدًا۔ یعنی

زید صبح کے وقت پہنچا۔ یہ بلوغ زمانی ہے۔ اَغْرَقَ عَمْرُو (عمر و ملک عراق میں داخل ہوا) یہ بلوغ مکانی ہے۔ اَعْشَرَتِ الدَّرَاهِمُ یعنی درہم دس تک پہنچے یہ بلوغ عددی ہے۔

(۹) صَيَّرُورَتْ: اس کے تین معنی آتے ہیں (الف) کسی چیز کا صاحب ماخذ ہونا جیسے اَلْبَسَتِ النَّاقَةُ۔ اونٹنی دودھ والی ہو گئی۔ یہاں لبن ماخذ اور نَاقَةُ صاحب ماخذ ہے۔ (ب) ایسی چیز کا مالک ہونا جس میں ماخذ کی صفت پائی جاتی ہو جیسے اَجْرَبَ الرَّجُلُ۔ ایک شخص خارش اور اونٹوں کا مالک ہوا۔ اس میں جرب ماخذ اور اونٹ میں جرب کی صفت پائی جاتی ہے۔ (ج) ماخذ میں کسی چیز کا مالک ہونا جیسے اَخْرَفَتِ الشَّاةُ بکری موسم خریف میں بچے والی ہوئی۔

(۱۰) لیاقت: کسی چیز کا مدلول ماخذ کے لائق ہونا جیسے اَلَامَ الْفَرْعُ۔ سردار قابل ملامت ہو گیا۔

(۱۱) حَيَّنُونَتْ: یعنی کسی چیز کا ماخذ کے وقت کو پہنچنا جیسے اَخْصَدَ الزَّرْعُ۔ کھیتی کٹنے کے وقت کو پہنچی۔ یہاں ماخذ ہصد ہے۔

(۱۲) مبالغہ: یعنی ماخذ کو کثرت مقدار میں بیان کرنا۔ جیسے اَثْمَرَ النَّخْلُ۔ درخت خرما میں بہت پھل آیا۔ دوسری مثال اَسْفَرَ الصُّبْحُ۔ صبح خوب روشن ہو گئی۔

(۱۳) اِبْتَدَاء: یعنی کسی فعل کا ابتداء باب افعال سے اس معنی میں آنا جو مجرد میں نہ پائے جاتے ہوں، جیسے: اَشْفَقَ۔ ڈر گیا، مجرد میں شفقت بمعنی مہربانی مستعمل ہے، دوسری مثال اَقْسَمَ ”قسم کھائی“ مجرد میں قَسَمَ بمعنی تقسیم، مستعمل ہے۔

(۱۴) موافقت مجرد و فَعْلَ وَتَفَعَّلَ وَاسْتَفْعَلَ یعنی باب افعال کے معنی اور مذکورہ بابوں کے معنی متحد ہوں۔ مثال اول: دَجَا اللَّيْلُ وَادَّجَى یعنی رات

تاریک ہوگئی۔ مثال دوم: اَكْفَرَهُ وَكَفَّرَ۔ یعنی اس کو کفر کی طرف منسوب کیا۔ مثال سوم: اَحْبَبْتُهُ تَحَبُّتُهُ۔ میں نے جامہ کو خیمہ بنا لیا۔ اس میں خاصیت امتحان کی ہے۔ مثال چہارم: اَعْظَمْتُهُ وَاسْتَعْظَمْتُهُ۔ میں نے اس کو بزرگ گمان کیا۔

(۱۵) مطاوعت فَعَلَ وَفَعَلَ یعنی فَعَلَ کے بعد اَفْعَلَ کا صیغہ اس غرض سے لانا کہ مفعول نے فاعل کا اثر قبول کر لیا ہے۔ اول کی مثال كَبَيْتُهُ فَاَكَبْتُ۔ یعنی میں نے اس کو اوندھا کر لیا۔ پس وہ اوندھا گر گیا۔ مثال دوم: بَشَّرْتُهُ فَاَبْشَرَ۔ میں نے اس کو خوش خبری دی پس وہ خوش ہو گیا۔

فائدہ:..... مطاوعت کے اندر باب افعال لازمی ہوگا اگرچہ فی نفسہ وہ متعدی ہی کیوں نہ ہوں۔ (علم الصرف آخرین، شرح علم الصیغہ، تحفہ سعیدیہ)

خاصیات باب تفعیل

اس باب کی خاصیات کل تیرہ ہیں:

(۱) تعدیہ: (یعنی کوئی فعل مجرد میں اگر لازم ہے تو باب تفعیل میں متعدی ہوگا اگر مجرد میں متعدی بیک مفعول ہے تو باب تفعیل میں متعدی بدو مفعول ہوگا) جیسے نَزَلَهُ نَزْلَتُهُ۔ يَا فَرِحَ رَيْدٌ فَرَحْتُهُ۔

(۲) تَضْيِیْرُ: (یعنی کسی چیز کو صاحبِ مآخذ بنا دینا) جیسے وَتَرِثُ الْقَوْمَ۔ میں نے کمان کو کوزہ دار بنایا۔

(۳) سلبِ مآخذ: یعنی کسی چیز سے مآخذ کو دور کرنا۔ جیسے قَلْبَيْتُ غَيْنُهُ۔ اس کی آنکھ میں کوڑا پڑ گیا۔ وَقَلْبَيْتُ غَيْنُهُ۔ میں نے اس کی آنکھ سے کوڑا نکال دیا۔ یہاں ”قذی“ مآخذ ہے۔ دوسری مثال قَرَدَتِ الْاِبِلُ۔ میں نے اونٹ سے چیچری

دور کیا۔ یہاں ”قراؤ“ ماخذ ہے۔

(۴) صَيَّرُورَت: (یعنی کسی چیز کا صاحب ماخذ ہونا) جیسے: نَوَّرَ الشَّجَرُ.

درخت شگوفہ دار ہو گیا۔

(۵) بلوغ: یعنی ماخذ میں پہنچنا، یا داخل ہونا۔ جیسے: خَيَّمَ زَيْدٌ. زید خیمہ

میں داخل ہوا۔ یا عَمَّقَ عَمْرُو۔ عمرو گہرائی تک پہنچا یعنی بات کی گہرائی معلوم کی۔

(۶) مبالغہ: (یعنی ماخذ کو کثرت بعد اد میں بیان کرنا) اور یہ باب تفعیل میں

زیادہ آتا ہے۔ اور مبالغہ کی کئی قسمیں ہیں (الف) مبالغہ فعل میں جیسے: صَرَخَ. یعنی

خوب ظاہر ہوا۔ جَوَلَ۔ بہت گردا گرد گھوما۔ (ب) مبالغہ فاعل میں جیسے: مَوَتْ

الْإِبِلُ۔ اونٹوں میں بہت موت پھیلی۔ (ج) مبالغہ مفعول میں جیسے: قَطَّعْتُ

الْثِيَابَ. میں نے بہت کپڑے کاٹے۔

(۷) نسبت مأخذ: جیسے فَسَّقْتُ زَيْدًا. میں نے زید کو فسق سے منسوب کیا۔

مأخذ ”فسق“ ہے۔

(۸) الإلباس مأخذ: یعنی ماخذ کا پہنانا۔ جیسے: جَلَلْتُ الْفَرَسَ۔ میں نے

گھوڑے کو جھول پہنائی۔ مأخذ ”جل“ ہے۔

(۹) تخلیط مأخذ: یعنی کسی چیز کو طمع کرنا جیسے: ذَهَبْتُ السَّيْفَ. میں نے تلوار

کو سونے کا طمع کیا۔ یہاں ”ذهب“ ماخذ ہے۔

(۱۰) تحویل: یعنی کسی چیز کو ماخذ یا مثل ماخذ بنانا۔ اول کی مثال: نَصَرَ زَيْدٌ

عَمْرُوًا. زید نے عمرو کو نصرانی پایا۔ مثال دوم: خَيَّمْتُ. میں نے اس کی چادر کو مثل

خیمہ بنادیا۔

(۱۱) قصر: یعنی اختصار کی غرض سے مرکب کا ایک کلمہ باب تفعیل کا بنالیا

جائے مثل هَلَّلَ یعنی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھا۔

(۱۲) موافقت فَعَلَ وَ أَفَعَلَ وَ تَفَعَّلَ یعنی دو ٹول کا ایک ہی معنی ہونا۔

مثال اول: تَمَرْتُهُ وَ تَمَرْتُهُ۔ یعنی میں نے اس کو کھجور دی۔ مثال دوم: تَمَرَمَ وَ أَتَمَرَمَ۔ یعنی تر کھجور خشک ہو گئی۔ مثال سوم: تَرَسَ وَ تَتَرَسَ۔ وہ ڈھال کو کام میں لایا۔

(۱۳) ابتداء: یعنی جو معنی مجرد میں ہوں یہاں اس کے علاوہ ہوں جیسے:

كَلَّمْتُهُ: میں نے اس سے کلام کیا اور مجرد میں کلم کا معنی زخمی کرنا ہے جیسے جَرَبَ امتحان کیا، مجرد میں جَرَبَ، خارش کو کہتے ہیں۔ (فیوض عثمانی، علم الصیغہ مترجم، علم الصرف آخرین)

خاصیات باب تَفَعَّلَ

خاصیت باب تَفَعَّلَ یہ کل گیارہ ہیں، جو حسب ذیل ہیں:

(۱) مطاوعتِ تفعیل: اس کی دو قسمیں ہیں (الف) فاعل کا اثر مفعول

قبول کرے گا جیسے قَطَعْتُهُ فَتَقَطَّعَ۔ میں نے اس کو پارہ پارہ کیا پس وہ پارہ پارہ ہو گیا۔

(ب) یہ کہ فاعل کا اثر قبول نہ کرنا ممکن ہو جیسے: عَلِمْتُه فَتَعَلَّمَ۔ یہاں علم کا قبول نہ کرنا بھی ممکن ہے۔

(۲) تکلف: یعنی ماخذ کے حاصل کرنے میں تکلف و بناوٹ کرنا جیسے

تَكَوَّفَ زَيْدٌ۔ زید بحکلف کوئی بنا۔ يَاتَجَوَّعَ عَمْرُو۔ (عمر و بحکلف بھوکا بنا)۔

(۳) تَجَنَّبَ: یعنی ماخذ سے پرہیز کرنا جیسے تَجَوَّبَ زَيْدٌ۔ زید گناہ سے

بچا، یہاں ”جوب“ ماخذ ہے۔

(۴) لُبَّسَ مَاخِذَ: یعنی ماخذ کا پہننا جیسے تَخَتَّمَ زَيْدٌ۔ زید نے انگوٹھی پہنی۔

یہاں ”خاتم“ ماخذ ہے۔

(۵) تعمل یعنی ماخذ کو کام میں لانا جیسے تَدَهَّنَ زَيْدٌ۔ زید نے تیل ڈالا۔
 ”دَهْنٌ“ ماخذ ہے۔ يَاتَرَسَ عَمْرُو۔ عمرو ڈھال کو کام میں لایا۔ یہاں ”ترس“ ماخذ
 ہے۔ يَاتَخِيَمَ بُكْرٌ۔ بکر نے خیمہ کھڑا کیا۔

(۶) اتخاذا: اس کی چند صورتیں ہیں (الف) ماخذ کو بنانا جیسے تَبَوَّبَ زَيْدٌ
 زید نے دروازہ بنایا۔ ماخذ ”باب“ ہے۔ (ب) ماخذ کو لینا جیسے تَجَنَّبَ زَيْدٌ۔ زید
 ایک طرف کو ہو گیا، ماخذ ”جنب“ ہے۔ (ج) کسی چیز کو بنانا جیسے تَوَسَّدَ الْحَجَرُ
 پتھر کو تکیہ بنایا (د) ماخذ میں پکڑنا جیسے تَأَبَّطَ الصَّبِيُّ۔ بچے کو بغل میں پکڑا۔

(۷) تدرج: یعنی کسی کام کو آہستہ آہستہ کرنا جیسے تَجَرَّعَ زَيْدٌ۔ زید نے
 گھونٹ گھونٹ پیا۔ يَاتَحَفَّظَ عَمْرُو۔ عمرو نے تھوڑا تھوڑا حفظ کیا۔

(۸) تحول: یعنی کسی چیز کا عین ماخذ یا مثل ماخذ کے ہو جانا، جیسے: تَنَصَّرَ
 زَيْدٌ۔ زید نصرانی ہو گیا، يَاتَنَهَّرَ زَيْدٌ۔ زید نہر جیسا ہو گیا۔ یا مثل دریا ہو گیا۔

(۹) صَيَّرُوت: یعنی صاحب ماخذ ہونا جیسے تَمَوَّلَ زَيْدٌ۔ زید صاحب
 مال ہو گیا۔

(۱۰) موافقت مجرد کا ہونا (الف) جیسے تَقَبَّلَ بمعنی قَبِلَ (ب) موافقت
 أَفْعَلَ جیسے: تَبَصَّرَ وَأَبْصَرَ۔ (ج) موافقت فَعَّلَ جیسے تَكَذَّبَهُ وَكَذَّبَهُ۔ اس کو
 کذب سے منسوب کیا۔ (د) موافقت استفعال جیسے تَخَرَّجَ وَاسْتَخْرَجَ۔

(۱۱) ابتداء: اس کی دو صورتیں ہیں (الف) اس کا استعمال مجرد سے نہ آیا ہو
 جیسے: تَشَمَّسَ دھوپ میں بیٹھا۔ (ب) مجرد میں اور معنی کیلئے مستعمل ہو جیسے تَكَلَّمَ
 زَيْدٌ یہ مجرد میں کلم سے ہے یعنی زخمی ہوا۔ (فیوض عثمانی، شرح علم الصیغہ، علم الصرف آخرین)

باب مفاعله کی کل خاصیات سات ہیں

(۱) مشارکت: یعنی دو شخصوں کا آپس میں ملکر کام کرنا کہ ایک کا فعل دوسرے پر واقع ہو، دونوں میں سے ہر ایک فاعل بھی ہو اور مفعول بھی۔ لیکن عبارت میں ایک کو فاعل دوسرے کو مفعول ظاہر کیا جائے گا جیسے قَاتَلَ زَيْدٌ عَمْرُوًا۔ زید عمرو نے باہم قتال کیا۔

(۲) موافقت مجرد: یعنی مجرد کے ہم معنی جیسے سَافَرَ زَيْدٌ اِی سَفَرًا۔

(۳) موافقت افعال: جیسے بَاعَذْتُہُ بِمَعْنٰی اَبْعَدْتُہُ۔ میں نے اس کو دور کیا۔

(۴) موافقت فاعل: جیسے ضَاعَفْتُہُ بِمَعْنٰی ضَعَّفْتُہُ۔ میں نے اس کو

دو چند کر دیا۔

(۵) موافقت تفاعل: جیسے شَاتَمَ زَيْدٌ وَعَمْرُوٌ بِمَعْنٰی تَشَاتَمَ۔ یعنی آپس

میں گالی گلوچ کی۔

(۶) تصییر: یعنی کسی چیز کو صاحب ماخذ بنانا جیسے عَافَاكَ اللّٰہُ اِی

جَعَلَكَ ذَا عَافِيَةٍ۔

(۷) ابتداء، جیسے قَاسَى زَيْدٌ هَذِهِ الشَّيْءَ۔ یعنی زید نے اس تکلیف

کا رنج اٹھایا۔ اس کا مجرد قَسْوَةٌ بمعنی سختی ہے۔

تشارک اور مشارکت میں فرق: واضح ہو کہ باب تفاعل کے تشارک اور باب

مفاعله کے مشارکت میں چار وجوہ سے فرق ہے:

(الف) باب مفاعله میں مشارکین (دونوں شریک) میں سے ایک لفظی

اعتبار سے فاعل ہوگا دوسرا لفظی اعتبار سے مفعول ہوگا، لیکن باب تفاعل میں دونوں

لفظی اعتبار سے فاعل ہو گئے جیسے: ضَارَبُ زَيْدٌ عَمْرُوًا، تَضَارَبَ زَيْدٌ وَعَمْرُوٌ
لیکن معنی کے اعتبار سے ایک فاعل اور دوسرا مفعول ہوگا۔

(ب) باب مفاعله میں دو طرفوں اور دو جانبوں سے زیادہ نہیں ہوتے، ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ ہر طرف میں تعدد ہو یا ایک طرف میں تعدد ہو دوسرے میں تعدد نہ ہو، لیکن مد مقابل دو ہی ہو گئے جیسے قَاتَلْنَا هُمْ میں ایک طرف ضمیر ”نا“ فاعل ہے دوسری طرف مد مقابل ”ہم“ ضمیر مفعول ہے، جانب دو ہیں اگرچہ ہر جانب متعدد ہیں اسی طرح قَاتَلْتُهُمْ، میں ضمیر ”ت“ واحد متکلم ایک جانب ہے جو کہ مفرد ہے دوسری جانب ضمیر ”ہم“ ہے جو کہ متعدد ہے، لیکن جانب دو ہی ہیں اسی طرح اس کا عکس بھی ہو سکتا ہے، بخلاف باب تفاعل کے اس میں اطراف اور جوانب زیادہ ہو سکتے ہیں، جیسے: عَشْرَةٌ رَجَالٌ تَقَاتَلُوا، بمعنی دس آدمیوں نے باہم قتال کیا، اس میں قتال کرنے والے دس ہیں ہر ایک ایک طرف اور ایک جانب ہے، تو گویا دس اطراف اور دس جوانب ہیں، اور باعتبار معنی ہر ایک فاعل بھی ہے اور مفعول بھی۔

(ج) باب مفاعله کا وہ مفعول جو فاعل کے مشارک ہے باب تفاعل میں فاعل ہو جاتا ہے اگر اس میں اشتراک اور فاعل ہونے کی صلاحیت ہو، جیسے: ضَارَبَ زَيْدٌ عَمْرُوًا میں عَمْرُوٌ مفعول ہے جو کہ فاعل زید کے مشارک ہے، باب تفاعل میں فاعل ہو جائے گا جیسے: تَضَارَبَ زَيْدٌ وَعَمْرُوًا، لیکن اگر اس میں اشتراک اور فاعل ہونے کی صلاحیت نہ ہو تو وہ باب تفاعل میں بھی مفعول ہی رہے گا، جیسے: جَاذَبَتِ الثُّوبُ اور جَاذَبْنَا الثُّوبَ، میں ”الثوب“ کے اندر اشتراک اور فاعل کی صلاحیت نہ ہونے کی وجہ سے باب تفاعل میں بھی مفعول ہی رہا۔

(د) کبھی ایسا ہوتا ہے کہ باب تفاعل کے ہر دو مشارک باعتبار لفظ فاعل

ہوتے ہیں اور باعتبار معنی بھی فاعل ہوتے ہیں لیکن ایسا کم ہوتا ہے: تر افعا شیناً
 بمعنی ان دونوں نے ملکر کسی چیز کو اٹھایا، اس مثال میں دونوں شے (یعنی تر افعا میں
 ضمیر ”ہما“) باعتبار لفظ فاعل ہے اور باعتبار معنی بھی فاعل، وقوع فعل میں شریک نہیں
 ہیں۔ (شرح فصول اکبری)

خاصیات باب تفاعل

باب تفاعل کی کل سات (۷) خاصیتیں ہیں:

(۱) تشارک: یہ مثل مفاعله کے ہے (یعنی دو شخصوں کا آپس میں ملکر کام کرنا
 ایک کا فعل دوسرے پر واقع ہو دونوں میں سے ہر ایک فاعل بھی ہو اور مفعول بھی)
 فرق صرف اتنا ہے کہ مفاعله میں ایک فاعل اور دوسرا مفعول لایا جاتا ہے اور تفاعل
 میں دونوں کو بصورت فاعل ذکر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ فعل کے صدور اور وقوع میں دونوں
 کا یکساں تعلق ہوتا ہے۔ یعنی دونوں میں ہر ایک فاعل بھی ہوتا ہے اور مفعول بھی۔
 جیسے: تَشَاتَمَ زَيْدٌ وَعَمْرُو۔ (زید و عمرو نے آپس میں گالی گلوچ کی)۔

(۲) شرکت: یہ صرف صدور فعل میں ہوتی ہے، نہ کے وقوع فعل میں جیسے:
 تَرَفَعَا شَيْنًا۔ دونوں نے ایک شے کو اٹھایا۔

(۳) تخیل: یعنی کسی ماخذ کا حصول اپنے اندر دکھانا۔ جو درحقیقت حاصل
 نہیں ہے۔ جیسے تَمَارَضَ زَيْدٌ۔ زید نے دکھاوے کیلئے اپنے آپ کو بیمار بنا دیا۔

(۴) مطاوعت فاعل: جو بمعنی أَفْعَلَ ہے جیسے بَاعَدْتُهُ فَتَبَاعَدَ، یہاں
 بَاعَدْتُهُ بمعنی أَبْعَدْتُهُ ہے۔ اسلئے تباعد اس کا مطاوع ہوا۔ یعنی میں نے اس کو دور کیا،
 پس وہ دور ہو گیا۔

(۵) موافقت مجرد: جیسے تَعَالٰی بمعنی عَلَا۔

(۶) موافقت افعال: جیسے تَيَآمَنَ بمعنی اَيَمَّنَ یعنی وہ یمن میں داخل ہوا۔

(۷) ابتداء: جیسے تَبَارَكَ اللّٰهُ یعنی اللہ تعالیٰ بہت بابرکت ہے۔ اس کا

مجرد بَرَكَ ہے بمعنی اونٹ بیٹھا۔

خاصیت باب مفاعله و تفاعل میں شرکت کا فرق: یہ بات یاد رہے کہ باب مفاعله و

باب تفاعل کے خاصوں میں سے ایک خاصہ مشارکت بھی ہے مگر دونوں میں چند وجوہ

سے فرق ہے (۱) مفاعله لفظ کے اعتبار سے مفعول بہ چاہتا ہے جیسے: ضاربٌ تَهْ لفظ

”ضاربٌ“ باب مفاعله کے ماضی کے واحد متکلم کا صیغہ ہے جس کا مفعول ”تَه“ ضمیر ہے

اور تفاعل باعتبار لفظ کے مفعول نہیں چاہتا لہذا ”تضاربٌ تَه“ نہیں کہا جاتا بلکہ تضاربٌنا کہا

جاتا ہے جو باب تفاعل سے صیغہ جمع متکلم ہے اور ضمیر نحن اس کا فاعل ہے اس کا

مفعول نہیں ہے۔ (ب) دوسرا فرق یہ ہے کہ باب مفاعله میں ایک اسم صریح باعتبار لفظ

فاعل، دوسرا اسم صریح باعتبار لفظ مفعول ہوتا ہے مثلاً کہا جاتا ہے ضاربٌ زیدٌ عمرواً

اور باب تفاعل میں دونوں اسم صریح باعتبار لفظ فاعل ہوتے ہیں چنانچہ کہا جاتا ہے کہ

تضاربٌ زیدٌ عمروٌ مگر دونوں باب میں باعتبار معنی فاعل بھی ہوتا ہے اور مفعول بھی

۔ (ج) تیسرا فرق یہ ہے کہ باب مفاعله میں جو مفعول مشارک ہوتا ہے وہ باب تفاعل

میں جا کر فاعل ہو جاتا ہے، جیسے: ضاربٌ زیدٌ عمروٌ میں عمرو ایسا مفعول ہے جو فعل

ضرب میں شریک ہے اور وہی عمرو۔ ”تضاربٌ زیدٌ عمرو“ میں فاعل ہو گیا ہے۔

البتہ باب مفاعله کا جو مفعول مشارکت ہو وہ باب تفاعل میں مفعول ہی ہوتا ہے، جیسے

”ضاربٌ تَهْ الثوب“ میں ثوب شریک نہیں ہے، لہذا ”تجاذبنا الثوب“ میں بھی ثوب

مفعول رہتا ہے۔ (د) چوتھا فرق یہ ہے کہ باب مفاعله میں طرف فاعل اور طرف مفعول

دونوں کی تقدیر پر ایک جانب کا مجموعہ دوسری جانب کے مجموعہ کا شریک ہونا شرط ہے مگر باب تفاعل میں شرط نہیں لہذا ”عَشْرَةُ رِجَالٍ قَاتَلُوا“ کہنا صحیح نہیں اور ”عَشْرَةٌ قَاتَلُوا“ کہنا صحیح ہے۔ (آرَب الطلحہ ص: ۱۱۰/۱۱۱)

قاعدہ: جو لفظ باب مفاعله میں دو مفعول چاہتا ہے وہ تفاعل میں ایک مفعول چاہے گا اور جو باب مفاعله میں ایک مفعول چاہے گا وہ باب تفاعل میں لازم ہوگا اس کی مثال جَاذَبْتُ زَيْدًا ثَوْبًا۔ میں نے زید کا کپڑا اکھینچا۔ اور تَجَاذَبْنَا ثَوْبًا۔ ہم نے ایک دوسرے کا کپڑا اکھینچا۔

خاصیاتِ باب افتعال

خاصیاتِ باب افتعال کل چھ ہیں:

(۱) امتحان: اس کی چار صورتیں ہیں جو باب تفاعل میں گزر چکی ہیں۔ (اس کی صورتیں یہ ہیں جیسے: اجْتَحَرَ. سوراخ بنایا۔ ماخذ ”جَحَرَ“ ہے اور اِحْتَجَرَ بمعنی حجرہ بنایا، یہ ماخذ بنائیکی مثال ہے۔ اجْتَنَبَ۔ جانب پکڑا۔ یہ ماخذ پکڑنے کی مثال ہے اِغْتَذَى الشَّاةُ۔ بکری کو غذا بنایا یہ کسی چیز کو ماخذ بنانے کی مثال ہے۔ اِغْتَصَدَهُ۔ اس کو بغل میں پکڑا۔ یہ کسی کو ماخذ میں لینے کی مثال ہے ماخذ ”عَصَد“ ہے۔

(۲) تصرف: یعنی فعل حاصل کرنے میں کوشش کرنا، جیسے: اِكْتَسَبَ بمعنی كَسَبَ اس نے کوشش کی۔

(۳) تَخْيِيرُ: یعنی فاعل کا اپنے لئے کوشش کرنا جیسے اِكْتَسَلَ الشَّعِيرُ۔ اس نے جو ناپا۔ ماخذ ”كَلَّ“ ہے۔

(۴) مطاوعت فعل: جیسے: غَمَمْتُهُ فَاغْتَمَّ۔ میں نے اس کو غمگین کیا پس

وہ غمگین ہو گیا۔

- (۵) موافقتِ مجرد: جیسے اِبْتَلَجَ بمعنی بَلَجَ یعنی کشادہ ابرو ہونا۔ مُوَاَفَقَتِ أَفْعَلَ جیسے: اِحْتَجَزَ بمعنی اَحْجَزَ یعنی ملکِ حجاز میں داخل ہوا۔ مُوَاَفَقَتِ تَفَعَّلَ جیسے اِرْتَدَى بمعنی تَرَدَّى چادر اوڑھ لی۔ موافقتِ تفاعل جیسے اِخْتَصَمَ زَيْدٌ بمعنی تَحَاصَمَ۔ موافقتِ استفعال جیسے اِيتَجَرَ بمعنی اِسْتَاَجَرَ طلبِ اجرت کرنا۔
- (۶) ابتداء جیسے اِسْتَلَمَ بمعنی پتھر کو بوسہ دیا مجرد سَلِمَ ہے بمعنی سلامت رہا۔

خاصیاتِ بابِ استفعال

خاصیاتِ بابِ استفعال یہ کل دس ہیں:

- (۱) طلبِ ماخذ: یعنی ماخذ کا طلب کرنا جیسے اِسْتَطْعَمْتُهُ۔ میں نے اس سے کھانا طلب کیا۔ یہاں طعامِ ماخذ ہے۔
- (۲) لیاقت: یعنی کسی چیز کا لائق ہونا جیسے: اِسْتَرْقَعَ الثَّوْبُ۔ کپڑا پیوند کے لائق ہو گیا۔ ماخذ ”رقع“ ہے۔
- (۳) وجدان: جیسے اِسْتَكْرَمْتُهُ۔ میں نے اس کو کریم پایا۔
- (۴) حسابان: یعنی کسی چیز کو ماخذ کے ساتھ موصوف خیال کرنا جیسے اِسْتَحْسَنْتُهُ (میں نے اس کو نیک گمان کیا) ماخذ ”حُسن“ ہے۔
- (۵) تحول: یعنی کسی چیز کا عینِ ماخذ یا مثل کے ہونا اور یہ دو قسم پر ہے اول صورتی جیسے اِسْتَحْجَرَ الطِّينُ۔ گارا پتھر ہو گیا، یا مثل پتھر کے ہو گیا۔ ماخذ ”حجر“ ہے۔ دوم معنوی جیسے اِسْتَوْنَقَ الْجَمَلُ۔ اونٹ اونٹنی ہو گیا، ماخذ ”ناقہ“ ہے۔
- (۶) اتحاذ: جیسے اِسْتَوْطَنَ الْهِنْدُ۔ ہند کو وطن بنالیا۔ ماخذ وطن ہے۔
- (۷) قصر: یعنی اختصار کے واسطہ مرکب سے ایک کلمہ کو نکالنا جیسے استرجع

یعنی ”اَنَا لِلّٰهِ وَاَنَا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ“ پڑھنا۔

(۸) مطاوعتِ فعل جیسے اَقَمْتُهُ فَاسْتَقَامَ۔ یعنی میں نے اس کو قائم کیا پس وہ قائم ہو گیا۔

(۹) موافقتِ مجرد و افعال و تفعّل و افتعال جیسے اِسْتَقَرَّ وَقَرَّ۔ ٹھہر گیا۔ اِسْتَجَابَ وَاجَابَ۔ جواب دیا یا قبول کیا۔ اِسْتَكْبَرَ وَتَكَبَّرَ۔ غرور کیا۔ اِسْتَعَصَمَ وَاعْتَصَمَ۔

(۱۰) ابتداء: جیسے اِسْتَعَانَ یعنی موئے زیناف صاف کیا، اس کا مجرد عان ہے ماخذ عانہ ہے۔ (شرح علم الصیغہ، علم الصرف آخرین، المصباح، فیوض عثمانی)

خاصیاتِ بابِ الافعال

خاصیاتِ بابِ انفعال یہ کل سات ہیں:-

(۱) لزوم: جیسے اِنْصَرَفَ۔ پھرا، یہ لازم ہے، صَرَفَ پھرایا، یہ متعدی ہے۔

(۲) علاج: یعنی حواس ظاہرہ سے ادراک کرنا۔ یہ دونوں خواص یعنی لزوم و علاج بابِ انفعال کیلئے لازمی ہیں۔ اس کے علاوہ دوسرے ابواب میں ان خواص کا استعمال مجازی ہوگا۔

(۳) مطاوعتِ فعلِ مجرد: جیسے كَسَرْتُهُ فَانْكَسَرَ۔

(۴) مطاوعتِ فعل: جیسے اَغْلَقْتُ الْبَابَ فَانْغَلَقَ۔ میں نے دروازہ بند کیا پس وہ بند ہو گیا۔

(۵) موافقتِ فعل: جیسے اِنْبَلَجَ بمعنی بَلَج۔ کشادہ ابرو ہوا۔ موافقتِ فعل جیسے اِنْحَجَزَ بمعنی اَحْجَزَ حجاز میں پہنچا۔ اور حَيْنُونَتْ میں موافقت جیسے اِنْحَصَدَ

الزَّرْعُ کھیتی حصاد (کھٹنے) کے وقت کو پہنچ گئی۔ (انفعال کا یہ خاصہ نادرا الوجود ہے)
 (۶) انفعال کے فاکلمہ میں حروف یرملون یعنی لام، میم، را، واؤ، اور نون
 وحروف لین ثقل کی وجہ سے نہیں آتے، پس اگر یہ حروف ہوں تو اس باب کو افتعال
 سے لاتے ہیں جیسے رَفَعَهُ فَأَرْتَفَعَ وَنَقَلَهُ فَانْتَقَلَ۔ لیکن اُنْحَى، اُنْمَار کا استعمال
 شاذ ہیں۔

(۷) ابتدا: جیسے اِنْطَلَقَ۔ وہ چلا گیا۔ اس کا مجرد طلاق بمعنی کشادہ روئی ہے۔
 (علم الصرف آخرین، شرح علم الصیغہ، فیوض عثمانی، المصباح)

اختلاف ابواب کی وجہ سے اختلاف معنی

ایک مادہ کا لفظ مختلف ابواب سے مختلف معانی میں مستعمل ہوتا ہے چند
 الفاظ بطور مثال پیش خدمت ہیں۔

(۱) غَرِیغُرُ غَرُورًا از نصر بمعنی دھوکہ دینا۔ غَرِیغُرُ غَرَّةً وَغَرَارَةً از ضرب
 بمعنی ناتجربہ کار اور بھولا بھالا ہونا۔ غَرِیغُرُ غَرَرًا از مع بمعنی خوب صورت ہونا۔
 (۲) غَمَرُ یَغْمُرُ غَمْرًا از نصر بمعنی ڈھانپنا۔ غَمَرُ یَغْمُرُ غَمْرًا از مع بمعنی
 کینہ والا ہونا۔ غَمَرُ یَغْمُرُ غَمَارَةً از کرم بمعنی پانی کا زیادہ ہونا۔

(۳) عَنِ یَعْنِ عِنَايَةً از ضرب قصد کرنا۔ عَنِ یَعْنِ عِنَاءً از مع بمعنی
 تھکنا، عِنَايَتُهُ عَنَّا از نصر بمعنی عاجزی کرنا۔

(۴) ذَلَّ یَذِلُّ ذَلًّا وَذَلَالًا از ضرب بمعنی ناز کرنا، ذَلَّ یَذِلُّ ذَلَالَةً از نصر
 بمعنی رہنمائی کرنا۔

(۵) قَدَّمَ یَقْدُمُ قَدْوَمًا از نصر آگے آگے جانا، قَدَّمَ یَقْدُمُ قَدَامَةً قَدَمًا از
 کرم بمعنی قدیم ہونا۔ قَدَّمَ یَقْدُمُ قَدْوَمًا وَمَقْدَمًا از مع بمعنی سفر سے واپس آنا۔

- (۶) مَرَّ يَمُرُّ مَرُورًا از نصر بمعنی گزرنا۔ مَرَّ يَمُرُّ مَرَارَةً از سمع کثروا ہونا۔
 (۷) خَطَرَ يَخْطُرُ خَطَرًا از ضرب بمعنی اکثر کر چلنا، خَطَرَ يَخْطُرُ خَطُورًا
 از نصر بمعنی نسیان کے بعد یاد آنا، خَطَرَ يَخْطُرُ خُطُورَةً از کرم بمعنی بلند مرتبہ والا ہونا۔
 (۸) بَلَغَ يَبْلُغُ بُلُوغًا از نصر بمعنی پہنچنا، بالغ ہونا۔ بَلَغَ يَبْلُغُ بَلَاغَةً از کرم
 بمعنی بلیغ ہونا۔

- (۹) خَلَقَ يَخْلُقُ خَلْقًا از نصر بمعنی پیدا کرنا، خَلَقَ يَخْلُقُ خَلْقًا از سمع
 بمعنی کہنہ و قدیم ہونا۔ خَلَقَ يَخْلُقُ خَلَاقَةً از کرم بمعنی سزاوار ہونا۔
 (۱۰) عَانَ يَعْينُ عَيْنًا از ضرب بمعنی نظر لگانا۔ عَانَ يَعْينُ عَوْنًا۔ از نصر
 مدد کرنا۔ عَيْنَ يَعْينُ عَيْنًا از سمع بمعنی آنکھ کی بڑی چوڑی پتلی والا ہونا۔ (مصباح
 اللغات، قراۓت منثورہ، ص: ۴۵)

تم بحث الفعل

والحمد لله على ذالك

البدنور حسين بن عبد الشكور القاسمي
 عفاه الله عنه ولو الدية ولمن له حق عليه
 خادم حديث الشريف جامعه عربيه الهيه

بحث حرف

بحث حرف

حرف کی لغوی تعریف:- الْحَرْفُ فِي اللُّغَةِ الطَّرْفُ يَعْنِي حَرْفُ كَيْ مَعْنَى لَفْتٍ
مِنْ طَرَفٍ أَوْ كُنَّارِهِ كَيْ هِيَ۔ دیگر تحقیق اس طرح ہے۔ الحرف: (بفتح حاء)
بمعنی کنارہ، دھار، جانب۔ اس کی جمع حُرُوفٌ آتی ہے۔ کہا جاتا ہے، ”فلان علی
حرفٍ من امرہ“۔ اور الحرف: بمعنی پانی بہنے کی جگہ حرف، السفینۃ او النہر۔ کشتی
یا دریا کا کنارہ۔ اس کی جمع حُرُوفٌ وَأَحْرُفٌ ہیں۔ اور حروف تہجی میں سے اس کا
ایک نام ”حرف المبنی“ ہے۔ الحرف: (بضم حاء) معنی رائی، اس کا مفرد
”حُرْفٌ“ ہے۔ اور الحُرْفَةُ: بکسر الحاء) معنی پیشہ، ہنر وغیرہ، حرف، (ض) حُرُوفًا
الشیء عن وجهہ بمعنی پھیرنا، جھکانا۔ عن الشیء مائل ہونا، لعیالہ: ادھر
اُدھر سے کمائی کرنا۔ حرف (س) فی مالہ حُرْفٌ، کچھ ضائع ہو جانا۔ اور لفظ ”حرف“
یہ باب افتعال، انفعال، افعال، تفعیل، تفعیل اور مفاعلہ وغیرہ سے مستعمل
ہے۔ (لفت المصباح ص: ۱۳۷)

حرف کی اصطلاحی تعریف:- حَدُّ الْحَرْفِ كَلِمَةً لَا تَدُلُّ عَلَى مَعْنَى فِي نَفْسِهَا
بَلْ تَدُلُّ عَلَى مَعْنَى فِي غَيْرِهَا نَحْوُ مِنْ، عَنْ وَغَيْرُهُمَا۔

”یعنی حرف ایسا کلمہ ہے کہ وہ ایسے معنی پر دلالت نہیں کرتا جو اسکی ذات میں

ہو بلکہ ایسے معنی پر دلالت کرتا ہے جو اس کے غیر میں ہو، جیسے: مِنْ، عَنْ وغیرہ۔

دوسری جگہ تعریف یوں کی گئی ہے کہ اصطلاح نحو میں حرف وہ کلمہ ہے جو بغیر

دوسرے سے ملے ہوئے معنی نہ دے، اور اس کا نام ”حرف المعنی“ ہے۔

حرف کی وجہ تسمیہ:- کیونکہ یہ اسم یا فعل کے اعتبار سے ایک طرف واقع ہوتا ہے۔

اسلئے اس کو حرف کہتے ہیں۔

جاننا چاہئے کہ حروف کی دو قسمیں ہیں: (۱) حروف معانی (۲) حروف مبانی، پھر حروف معانی ان حروف کو کہتے ہیں جو معانی پر دلالت کرتے ہیں، یا ان کو حروف معانی اس لئے کہتے ہیں کہ وہ افعال کے معانی کو اسماء تک پہنچاتے ہیں۔ اور حروف مبانی ان حروف کو کہتے ہیں جن سے کلمہ مرکب ہو، لیکن وہ خود کلمہ نہ ہوں، جیسے ضرب میں (ض، ر، ب) حروف مبانی ہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ حروف معانی مبنی ہوتے ہیں اور حروف مبانی نہ معرب ہوتے ہیں اور نہ مبنی، کیونکہ اعراب و بناء کلمہ کی صفت ہے اور یہ کلمہ نہیں ہوتے، بلکہ ان سے مرکب ہوتا ہے۔ (اجمل الحواشی ص: ۲۴۷)

تعریف حرف پر اشکال:- اشکال یہ ہے کہ ”جب حرف ایسے معنی پر جو اس کی ذات میں ہے، دلالت نہیں کرتا تو ایسے معنی پر کیسے دلالت کر سکتا ہے جو اس کے غیر میں ہوں کیونکہ جو شے خود اپنی حفاظت نہ کر سکے تو وہ دوسرے کیلئے کیسے محافظ ہو سکتی ہے؟ اس کا جواب:- یہ اشکال سطحی نظر سے واقع ہو سکتا ہے کیونکہ یہاں (حرف کی تعریف میں مذکور ”فی“ میں) اصل میں فی اعتبار کے معنی میں ہے، جیسے: اہل عرب کے ان دو قول (الذَّارِفِي نَفْسِهَا حُكْمُهَا كَذَا وَالذَّارِفِي غَيْرِهَا حُكْمُهَا كَذَا) میں اور جب فی اعتبار کے معنی میں ہو گیا تو اعتبار کا مطلب یہ ہو گیا کہ حرف وہ کلمہ ہے جو معنی پر اپنی ذات کے اعتبار سے دلالت نہ کرے، بلکہ حرف وہ کلمہ ہے جو معنی پر اپنے غیر کے اعتبار سے دلالت کرے۔ یعنی اس کلمہ کے معنی کا سمجھنا بلا انضمام کلمہ آخری کے نہ ہو۔ (مصباح النحو ص: ۴۲)

حروف جارہ کی بحث

حروف جارہ: یہ جر سے مشتق ہے جر کے لغوی معنی ہے، کشیدن یعنی کھینچنا۔

اصطلاح میں جر وہ حرف یا حرکت ہے جو اسم کے مضاف الیہ ہونے پر دلالت کرے۔
 حروف جارہ جو فعل یا شبہ فعل کے معنی کو اپنے مدخول تک پہنچانے کیلئے وضع کئے گئے
 ہیں۔ کل سترہ ہیں اور ان کی چھ قسمیں ہیں (۱) سات حروف ہیں جو اسم ظاہر و ضمیر
 دونوں پر بغیر شرط کے عمل کرتے ہیں وہ سات حروف یہ ہیں فِی، مِنْ، عَنْ، اِلٰی،
 عَلٰی، بَآء، لَام۔ (۲) تین حروف ہیں جو شرط کے ساتھ عمل کرتے ہیں (الف) کاف
 بشرطیکہ تشبیہ کیلئے ہو (ب) حتی بشرطیکہ ابتدائیہ نہ ہو (ج) واو بشرطیکہ قسمیہ ہو (۳) وہ
 تاء جو محض اسم ظاہر خاص پر عامل ہوتی ہے وہ دو لفظ ہیں جو یہ ہیں۔ (الف) لفظ ”اللہ“
 (ب) لفظ ”رب“ (۴) منذ و منذ: یہ اسم ظاہر غیر مبہم پر داخل ہوتے ہیں۔ (۵) رَبُّ
 یہ اسم ظاہر و ضمیر خاص پر داخل ہوتا ہے اسم ظاہر کیلئے نکرہ موصوفہ ہونا شرط ہے (یعنی
 ضروری ہے) اور جب رَبُّ ضمیر پر داخل ہوگا تو وہ ضمیر ہمیشہ مفرد مذکر و مبہم ہوگی جس
 کی تفسیر مابعد میں ہوگی مثال رَبُّہ رجلا جوادا۔ اور ”رَبُّ“ اس کی چند خصوصیات
 ہیں اور رَبُّ میں حرکت کے لحاظ سے سولہ لغات مشہور ہیں۔ (دیکھئے معراج النحو، ص: ۱۷۶)
 ☆..... رَبُّ کا طریقہ استعمال: رب کا مابعد مجرور ہوتا ہے کیونکہ یہ حرف جر ہے اور
 تقلیل کیلئے آتا ہے، لیکن کبھی تکثیر کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے، جیسے: رَبَّمَا يُوَدُّ الَّذِينَ
 كَفَرُوا الْخ۔ اور کبھی ”رَبُّ“ پر ”ما“ داخل ہوتا ہے، جیسے: مثال مذکور میں ہے، اور
 ”رَبُّ“ ہمیشہ صدر کلام میں آتا ہے اور مجرور اس کا نکرہ موصوفہ ہوتا ہے، جیسے: رَبُّ
 هَجَرَ جَمِيلٍ۔ (تسهيل قواعد النحو، ص: ۶۲)

☆..... رَبُّ: یہ حرف ہے اس کے اندر نحو یوں کے نزدیک سولہ لغات ہیں یعنی سولہ
 لغات سے پڑھا جاسکتا ہے۔ اور اس کے معنی میں آٹھ قول آئے ہیں (۱) یہ کہ وہ ہمیشہ
 تقلیل کیلئے آتا ہے اور اکثر علماء اسی بات پر زور دیتے ہیں۔ (۲) یہ ہمیشہ تکثیر کیلئے

آتا ہے جیسے: رُبَّمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا الْيَهُودَ كَمَا كَانُوا مُسْلِمِينَ۔ یہاں قول اول کے قائلین نے کہا کہ ”کفار عذاب کی سختیوں اور تکلیفوں میں ایسے مشغول رہیں گے کہ بہت کم ان کے حواس ایسی آرزو کرنے کیلئے درست ہو پائیں گے“ لہذا یہ تَقْلِيل کے معنی میں غالب ہے (۳) یہ کہ ”رُب“، تَقْلِيل و تکثیر دونوں کیلئے یکساں آتا ہے (۴) یہ کہ بیشتر تَقْلِيل کیلئے اور شاذ و نادر تکثیر کیلئے آتا ہے (۵) چہارم کے برعکس یعنی بیشتر تکثیر کیلئے و شاذ و نادر تَقْلِيل کیلئے (۶) یہ کہ ”رُب“، تَقْلِيل یا تکثیر دونوں میں سے کسی معنی کیلئے بھی وضع نہیں کیا گیا ہے بلکہ وہ تو حرف اثبات ہے جو نہ اس پر دلالت کرتا ہے اور نہ اُس پر، ہاں یہ بات خارج (یعنی ظاہر الفاظ اور سیاق و سباق عبارت) سے کچھ سمجھ میں آتی ہے (۷) یہ کہ ”رُب“ مباہات اور بڑائی ظاہر کرنے کے موقعوں پر تکثیر کے معنی میں اور دیگر مواقع پر تَقْلِيل کے معنی میں آتا ہے (۸) یہ کہ ”رُب“ عدد مہم کیلئے از روئے تَقْلِيل و تکثیر آتا ہے۔ (الاتقان ج ۱ ص: ۵۱۶، تیسیر النحو، ص: ۱۷۶)

رُب :..... اس حرف کو کئی طرح پڑھتے ہیں (۱) راء کو ضمہ اور باء کی مندرجہ ذیل تہن حالتیں (الف) باء مشد و مفتوح (رُب)۔ (ب) باء مفتوح غیر مشد (رُب)۔ (ج) باء ساکن کے ساتھ (رُب)۔ (۲) راء کو فتح اور باء کی دو صورتیں (الف) باء کو مشد اور مفتوح پڑھتے ہیں (رُب)۔ (ب) باء کو صرف فتح پڑھتے (رَب)۔ (۳) راء کو ضمہ اور باء مشد و مفتوح کے ساتھ، تاء مفتوحہ آخر میں بڑھا دیتے ہیں، جیسے: رُبَّة۔ (۴) راء کو ضمہ، باء کو مفتوحہ مخففہ، اس کے بعد باء مفتوحہ، جیسے: رُبَّة۔ (مصباح العوائل، ص: ۲۹)

رُب :- یہ اسم ظاہر و ضمیر خاص پر داخل ہوتا ہے اسم ظاہر کیلئے نکرہ موصوفہ ہونا شرط ہے (یعنی ضروری ہے) اور جب رُب ضمیر پر داخل ہوگا تو وہ ضمیر ہمیشہ مفرد مذکر و مہم ہوگی جس کی تفسیر مابعد ہوگی مثال رُبَّة رَجُلًا جَوَادًا۔ (مصباح العوائل و مسودہ فوائد ترکیبیہ از شیخ الحدیث اشرف المدارس)

(۶) حَاشَا، خَلَا، عَدَا، یہ ماقبل کے حکم کی نفی کرتے ہیں اور استثناء کا معنی دیتے ہیں۔
(مسودہ فوائد ترکیبہ، از مولانا عبدالرشید حفظہ اللہ، شیخ الحدیث اشرف المدارس)

حَتَّى:..... میں ایک لغت حاء کے بجائے عین کے ساتھ ”عَتَّى“ بھی ہے حضرت ابن مسعودؓ نے عَتَّى پڑھا ہے۔ اور حتی کے تین معنی (عطف، جر، استیناف) ہیں۔ (۱) عاطفہ جارہ ہونے کیساتھ انتہاء کے معنی بھی دیتا ہے لیکن اس کے مدخول میں بطور جزاء کے لا کا آنا ضروری ہے، جیسے: مَاتَ النَّاسُ حَتَّى الْأَنْبِيَاءُ (۲) ابتداء کیلئے آتا ہے، اس کا دوسرا نام حتی استینافیہ اور حتی ابتدائیہ بھی ہے گویا اس کے مابعد کلام متانف ہوتا ہے اور اعراب کے لحاظ سے اپنے ماقبل سے جدا ہوتا ہے، البتہ معنی ماقبل سے متعلق ہوتا ہے (۳) حتی جارہ ہے اور اکثر جارہ ہی استعمال ہوتا ہے جیسے: سَلَامٌ هِيَ حَتَّى مَطْلَعِ الْفَجْرِ۔ (الاتقان ج ۱ ص: ۵۱۱، مصباح العوالم، ص: ۲۲، معراج النحو، ۱۷۶)

حَتَّى:۔ مزید جار معنی کیلئے آتا ہے (۱) انتہائے غایت کیلئے، جیسے: نَمُتُ الْبَارِحَةَ حَتَّى الصُّبْحِ، يَابِسْتُ الْبَلَدَ حَتَّى السُّوقِ (۲) تعلیل کیلئے، جیسے: أَسَلَمْتُ حَتَّى أَدْخَلَ الْجَنَّةَ (۳) حتی بمعنی مع کیلئے آتا ہے، جیسے: قَرَأْتُ وَرَدِي حَتَّى الدُّعَاءِ أَيْ مَعَ الدُّعَاءِ (۴) استثناء کیلئے، جیسے: وَاللَّهِ لَا أَفْعَلُ حَتَّى تَفْعَلَ۔ (۵) حتی جر کیلئے۔ (۶) حتی عاطفہ بھی واقع ہوا کرتا ہے۔ اس کے بارے میں علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں۔ مگر ایسا ”حتی“ جو عاطفہ ہو مجھے نہیں معلوم کہ کہیں قرآن میں بھی استعمال ہوا ہے۔ کیونکہ حتی کے ساتھ عطف ہونا بہت کم مستعمل ہے اور اسی وجہ سے نحویان کوفہ نے اس کا انکار کیا ہے۔ اور مصنف اصول الشاشیؒ کہتے ہیں کہ اگر کلمہ حتی کو، جزا پر محمول کرنا معذور ہو یعنی اگر کلمہ حتی کا ماقبل سبب اور کلمہ حتی کا مابعد جزا بننے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو اس صورت میں کلمہ حَتَّى کو عطف محض پر محمول کیا جائے گا یعنی کلمہ

فاء کے معنی میں ہوگا یا ثم کے معنی ہوگا اس کی مثال امام محمدؒ کا یہ قول ہے مولیٰ نے کہا
 ”عَبْدِي خُرَّ اِنْ لَمْ اِتِكْ حَتَّى اَتَغْذِيَ عِنْدَكَ الْيَوْمَ“ (اگر میں آج تیرے
 پاس نہ آؤں، پھر تیرے پاس صبح کا کھانا نہ کھاؤں، تو میرا غلام آزاد ہے)۔ (۷) حتی
 ابتداء یہ بھی ہوتا ہے یعنی ایسا حرف کہ اس کے بعد سے جملوں کی ابتدا ہوتی ہے۔ اس
 حالت میں وہ جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ دونوں پر داخل ہوتا ہے اور جملہ فعلیہ کا فعل
 مضارع ہو یا ماضی دونوں کی حالت یکساں ہے اس کی مثالیں، جیسے: حَتَّى يَقُولُ
 الرَّسُولُ (رفع کیساتھ)۔ ”حَتَّى عَفَوْا وَقَالُوا“ اور ”حَتَّى اِذَا فُشِلْتُمْ وَتَنَارَ عَتَمُ
 فِي الْأَمْرِ“۔ (منیۃ الادب ج ۱ ص: ۲۰، ج ۲ ص: ۲۸، اتقان ص: ۵۱۳، ج ۱، جمل الحواشی ص:
 ۲۸۸، ۸۷)

☆..... حَتَّى کے متعلق سوال اس مثال ”حَتَّى اَدْخُلَ الْبَلَدَ“ میں، کہ حتی حرف جارہ
 ہے اور حرف جارہ ہمیشہ اسم پر داخل ہوتا ہے اور یہاں فعل (ادخل) پر داخل ہو رہا ہے؟
 الجواب :- اس وجہ سے کہ حتی وغیرہ کے بعد اُن مقدر مانا جاتا ہے تاکہ فعل اُن کے
 ساتھ ملکر مصدر کے معنی میں ہو جائے اور مصدر اسم ہے لہذا حتی فعل مضارع پر داخل
 نہیں ہوا، بلکہ اسم پر داخل ہوا ہے، لہذا اب کوئی اعتراض نہیں رہا، کیونکہ اس وقت
 اَدْخُلَ دخول کے معنی میں ہو گیا ہے۔ (ہدیہ صغیر ص: ۸۱)

إِلَى:..... جب ضمیر پر داخل ہوتا ہے تو وہ الف جو اسم غیر متمکن کے آخر میں واقع ہوا
 سے بدل جاتا ہے، جیسے: إِلَيْهِ، عَلَيْهِ وغیرہ۔ اور لَدَيْهِ، حَتَّى کے ضمیر پر داخل ہونے نہ
 ہونے میں مختلف اقوال ہیں کوئی حضرات حتی کے ضمیر پر داخل ہونے کو جائز مانتے ہیں،
 جیسے: شاعر نے حَتَّاكَ کا لفظ اپنے شعر میں استعمال کیا ہے :-

مَتَى حَتَّاكَ يَا ابْنَ أَبِي زِيَادٍ

لیکن جمہور اس استعمال کو شاذ کہتے ہیں ان کے نزدیک حتی صرف اسم ظاہر پر داخل ہوتا ہے ضمیر پر نہیں، جمہور کی دلیل یہ ہے کہ الی اصل ہے اور حتی اس کی فرع ہے اسلئے کہ مرتبہ میں کم ہے لہذا ضمیر پر داخل نہ ہوگا اگر کبھی ضمیر پر داخل ہوگا تو اس کا الف یاء سے بدل جائے گا، جیسے: حتیہ وغیرہ۔ (مصباح العوالم، ص: ۲۳)

الی اور حتی میں فرق: حتی: یہ الی کی طرح انتہائے غایت کا حرف ہے، مگر حتی اور الی کے اندر کئی باتوں میں باہم فرق ہیں (۱) حتی الی سے ان باتوں میں منفرد ہے کہ وہ محض اسم ظاہر کو جردیتا ہے اور اس آخری مسبوق کو بھی جو کئی اجزاء رکھتا ہو اور اس کا مجرور جز و اخیر کے ساتھ ملتا ہو، جیسے: ”سَلَامٌ هِيَ حَتَّى مَطْلَعِ الْفَجْرِ. الْآیۃ“ کہ اس مثال میں حتی نے مطلع کو جردیا ہے اور وہ رات کے آخری حصہ سے یعنی فجر سے ملتا ہے اور وہ اپنے ماقبل فعل کے آہستہ آہستہ شروع ہونے کا فائدہ دیتا ہے اور اسکے مقابلہ میں ابتدائے غایت کی ضرورت نہیں ہوتی اور اسکے بعد ان مقدّرہ کے باعث مضارع منصوب واقع ہوتا ہے اور اس حالت میں مضارع منصوب مع اُن مقدّرہ کے دونوں مصدر مجرور کی تاویل میں ہوتے ہیں، ایسے مواقع پر حتی کے تین معانی آتے ہیں (۱) یہ کہ وہ الی کا مترادف ہوتا ہے جیسے قَوْلُهُ تَعَالَى: "لَنْ نُبْرَحَ عَلَيْهِ عَاكِفِينَ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَيْنَا نُوسِي" (ب) دوسرے یہ کہ کی تعلیلیہ کا مترادف ہوتا ہے، جیسے قَوْلُهُ تَعَالَى: "وَلَا يَزَالُونَ يَقَاتِلُونَكُمْ حَتَّى يَرُدُّوكُمْ" (ج) تیسرے یہ کہ وہ استثناء میں الا کا مترادف ہوتا ہے، جیسے: قَوْلُهُ تَعَالَى: "وَمَا يَعْلَمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّى يَقُولَا. الْآیۃ" اور یہ بھی اہم ہے کہ حتی کے ساتھ غایہ کا دخول مغنیاً میں ہوگا اور الی کے ساتھ نہ ہوگا اور حتی ابتدا سے اور عاطفہ بھی ہوتا ہے۔ (مزید تفصیل کیلئے دیکھئے، الإبتقان فی علوم القرآن، ص: ۵۱۱/۵۱۲ ج ۱)

بالفاظ دیگر الی حرف جار ہے اور علی بھی حرف جار ہے اور لدی اسم ظاہر ہے لیکن سوال یہ ہے کہ ضمیر پر جب ان کو داخل کیا جاوے تو لَاؤْ، عَلَاؤْ۔ اور لَدِیْ نہیں ہوتے بلکہ اِلَیْہِ اور عَلِیْہِ اور لَدِیْہِ ہوتے ہیں۔

جواب :- یہ ہے کہ اسمائے متمکنہ اور حروف جارہ جب ضمائر کے ساتھ لگتے ہیں تو کچھ نہ کچھ تغیر ضرور ہوتا ہے اور ہر وہ اسم متمکن کہ جو اسم مقصور ہو اور ہر وہ حرف کہ جس کے آخر میں الف ہو اگر اس کے بعد ضمیر آئے گی تو وہ الف، ی سے بدل جائے گا رہ گیا معاملہ حتی حرف جارہ کا تو اس کے ضمیر پر داخل ہونے کے سلسلہ میں اختلاف ہے جو لوگ اس کے داخلہ کو ضمیر پر جائز قرار دیتے ہیں وہ حتیہ کہیں گے۔ اور جو لوگ اس کا ضمیر پر داخلہ جائز قرار نہیں دیتے ان کے یہاں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا حتیہ کہنے کا۔ (مصباح العوال، ص: ۲۳، ۲۵)

☆..... حروف جارہ کیلئے ہمیشہ متعلق کی ضرورت ہوتی ہے پھر اگر اس کا متعلق کلام میں مذکور ہو تو اس کو ”ظرف لغو“ کہیں گے۔ یعنی بیکار، کہ نہ مسند ہوتا ہے نہ مسند الیہ اگر حروف جارہ کا متعلق لفظوں میں مذکور نہ ہو بلکہ مقدر ہو تو اس کو ظرف مستقر کہیں گے، پھر وہ ظرف اپنے متعلق کے محل وقوع کے لحاظ سے محلاً مرفوع یا منصوب یا مجرور کہلائے گا۔ اگر اسم معرفہ کے بعد واقع ہوگا تو ہمیشہ موصوف کے تابع رہے گا۔ یا کسی موصول کا صلہ ہوگا۔ (مفتاح العوامل، ص: ۱۰)

قاعدہ :- ظرف اور جار و مجرور کیلئے متعلق کا ہونا ضروری ہے، خواہ متعلق فعل ہو یا شبہ فعل ہو مقدم ہو یا مؤخر ہو مذکور ہو یا مقدر ہو۔ (ترغیب الاخوان فی ترکیب القرآن، ص: ۱۶)

☆..... ہر جار کا مجرور ہمیشہ اسم ہوتا ہے عام ہے کہ اسم حقیقی ہو یا حکمی یا تاویلی۔ اسم حقیقی دس ہیں: اسم جامد، اسم مصدر، اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ، اسم تفضیل، اسم

ظرف، اسم آل، اسم منسوب، اسم مبالغہ۔ اسم حکمی یہ ہیں: فعل پر آن مصدریہ، کئی مصدریہ، لو مصدریہ، یا آن بمع اسم و خبر پر داخل ہو۔ اسم تاویل ی یہ ہیں۔ فعل و حرف کی ذات مراد ہو تاویل ”هَذَا اللَّفْظُ“ یا تاویل ”هَذَا الْقَوْلُ“ کیساتھ۔ (ماخوذ از مسودہ مولانا عبد الرشید صاحب شیخ الحدیث اشرف المدارس)

☆..... ہر جار و مجرور کو بوقت ترکیب ظرف سے تعبیر کرتے ہیں اور ہر ظرف کیلئے متعلق کا ہونا ضروری ہے عام ہے کہ وہ متعلق فعل ہو، جیسے: اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ یا شبہ فعل ہو، جیسے: غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ۔ یا مؤول شبہ فعل ہو، جیسے: وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَهٌ وَفِي الْأَرْضِ إِلَهٌ۔ یا متعلق معنی فعل ہو جو فحوی کلام و اشارہ کلام سے سمجھا جائے، جیسے مَا أَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ۔ عام ہے کہ وہ متعلق مقدم ہو یا مؤخر، مذکور ہو یا مقدر۔ مگر رُب، حاشا، خلا، عدا مستغنی از متعلق ہیں۔ (از مسودہ مولانا عبد الرشید صاحب)

☆..... مجرورات کے ذیل میں صرف مضاف الیہ آتا ہے۔ (الف) مضاف الیہ وہ اسم ہے جو بواسطہ حرف جر منسوب کیا جائے اور لفظاً میں مذکور ہو، جیسے: مَرَرْتُ بِزَيْدٍ، میں ”بَاء“ مذکور ہے اور اس کو اصطلاح نحو میں جار مجرور کہتے ہیں۔ (ب) حرف جر کبھی تقدیراً ہوتا ہے، جیسے: غُلَامٌ زَيْدٌ، اصل میں غُلَامٌ لَزَيْدٍ تھا۔ اور اس کو اصطلاح نحو میں مضاف اور مضاف الیہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور اضافت کی دو قسمیں ہیں (۱) لفظی (۲) معنوی، اضافت معنوی کی علامت یہ ہے کہ مضاف وہ صفت کا صیغہ نہ ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف واقع ہو اور اضافت معنوی کبھی (۱) لام کے معنی میں ہوتی ہے، جیسے: غُلَامٌ زَيْدٌ (ب) یا من کے معنی میں ہوتی ہے جیسے: خَاتَمُ فَصَّةِ اے خَاتَمُ مِنْ فَصَّةِ (ج) یانی کے معنی میں ہوتی ہے جیسے: صَلَوَةُ اللَّيْلِ اِی صَلَوَةٌ فِي

اللَّيْلِ.

☆..... جار مجرور کا متعلق جب لفظوں میں ہو تو اس کو ظرف لغوی کہتے ہیں اور جب اس کا متعلق مقدر ہوتا ہے تو اس کو ظرف مستقر کہتے ہیں۔ (روایۃ النحو، ص: ۱)

حروف غیر عاملہ

☆..... عربی زبان کیل حروف غیر عاملہ کی سترہ قسمیں ہیں جن میں سے چھ ذیل ہیں:

(۱) حروف تنبیہ، تین ہیں: آلا، أما، ها۔ یہ حروف جملہ پر آتے ہیں۔ مخاطب

سے غفلت دور کرنے کے لئے، جیسے: أَلَا زَيْدٌ قَائِمٌ، أَمَا عُمَرُو نَائِمٌ، هَآ أَنَا حَاضِرٌ

(۲) حروف ایجاب چھ ہیں: نَعَمْ، بَلَى، أَجَلٌ، إِئِ، جَبَرٌ، إِنَّ۔ نعم پہلی

بات کی تصدیق کرتا ہے۔ خواہ وہ بات نفی میں ہو یا اثبات میں جیسے: کوئی کہے مَا جَاءَ

زَيْدٌ تو اس کے جواب میں کہا جائے نَعَمْ یعنی مَا جَاءَ زَيْدٌ۔ ایسے ہی جب کہا جائے

ذَهَبَ عُمَرُو تو اس کے جواب میں کہا جائے نَعَمْ یعنی ذَهَبَ عُمَرُو۔

☆..... بَلَى، نفی کے اثبات کے لئے آتا ہے، جیسے: الَسْتُ بِرَبِّكُمْ؟ قَالُوا بَلَى۔ یعنی

بَلَى أَنْتَ رَبُّنَا۔ إِئِ: مثل نَعَمْ کے ہے، لیکن اتنا فرق ہے کہ استفہام کے بعد قسم کے

ساتھ آتا ہے جیسے کوئی کہے أَقَامَ زَيْدٌ۔ اس کے جواب میں کہا جائے۔ إِئِ وَاللَّهِ ہاں

اللہ کی قسم۔ أَجَلٌ، جَبَرٌ: بھی مثل نَعَمْ کے ہیں لیکن ان کے ساتھ قسم ضروری نہیں۔ إِنَّ

بھی ایسا ہی ہے لیکن اس کا استعمال کم ہوتا ہے۔

اجل، بلی اور نعم میں فرق: نعم، بلی، اور اجل، یہ تینوں حروف تصدیق و ایجاب

کیلئے ہیں اور تینوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ نعم اور اجل ماقبل کے کلام کو ثابت

کرتے ہیں۔ اگر منفی ہو تو نفی ثابت کرتے ہیں مثلاً کہا جاتا ہے۔ زَيْدٌ لَيْسَ بِقَائِمٍ؟

تو جواب دیا جاتا ہے ”نعم“ یا ”اجل“ بخلاف بَلٰی کے کہ یہ منفی سے مثبت بنا دیتا ہے جیسے: قَوْلُهُ تَعَالٰی: ﴿اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ؟﴾ قَالُوا بَلٰی ہاں (کیوں نہیں؟) آپ ہمارے پروردگار ہیں۔ اگر آپ بجائے بَلٰی، نَعَمْ یا اَجَل استعمال کریں تو آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ ہاں آپ ہمارے پروردگار نہیں۔ اسی سبب سے لکن دونوں کو حرف استفہام انکاری جملہ منفیہ کے بعد استعمال کرنا درست نہیں۔ کیوں کہ یہ دونوں اگر ماقبل منفی ہو تو نفی ثابت کرتے ہیں مثبت ہو تو اثبات ثابت کرتے ہیں نیز علمائے لغت نے اجل اور نعم کے درمیان یہ بھی فرق لکھا ہے کہ نعم عموماً استفہام کے جواب میں آتا ہے اور اجل عموماً خبر کے جواب میں۔ (آب الطبع ص ۱۰۷)

(۳) حروف تفسیر دو ہیں: اَی اور اَن جیسے: وَنَادٰی نَآءُ اَنْ یَّا اِبْرَہٰمِمْ، جَاءَ نِیْ زَیْدٌ اَیْ اَبُوکَ۔ (۴) حروف مصدر یہ تین ہیں، مَا، اَنْ، وَاَنْ۔ یہ فعل کو مصدر کے معنی میں کر دیتے ہیں، جیسے: ضَافْتُ عَلَیْهِمْ الْاَرْضَ بِمَا رَحَبَتْ اَیْ بِرَحْبِہَا وَاعْجَبَنِیْ اَنْ ضَرَبْتُ اَیْ ضَرْبُکَ۔ اَنْ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے۔ جیسے: بَلَّغَنِیْ اَنْ زَیْدًا نَآئِمٌ اَیْ نَوْمُهُ۔ (۵) حروف تخصیض کل چار ہیں: اَلَا، هَلَّا، لَوْ مَا، لَوْ لَا۔ یہ حروف اگر مضارع پر آئیں تو ابھارنا اور رغبت دلانا مقصود ہوگا جیسے هَلَّا تَصَلِّیْ؟ ”تو کیوں نماز نہیں پڑھتا“ اور اسی واسطے ان کو حروف تخصیض کہتے ہیں۔ کیونکہ تخصیض کے معنی ہیں ابھارنا اور رغبت دلانا خوب سمجھ لو۔ اور اگر یہ حروف ماضی پر داخل ہوں تو ان سے مخاطب کو ندامت دلانا مقصود ہوتا ہے جیسے هَلَّا صَلَّیْتَ الْعَصْرَ؟ تو نے عصر کی نماز کیوں نہیں پڑھی؟ اس لئے ان کو حروف تنذیم بھی کہتے ہیں۔ (۶) حروف توقع ایک ہے اور وہ ”قَدْ“ ہے۔ اور یہ حرف ماضی کو ماضی قریب کر دیتا ہے اور بے شک کے معنی دیتا ہے اور مضارع میں تقلیل کے معنی دیتا ہے جیسے: قَدْ جَاءَ زَیْدٌ۔ زید آیا یا بے شک زید آیا

ہے۔ اور قَدْ یَجِیْءُ زَیْدٌ۔ زید کبھی آتا ہے اور کبھی مضارع میں بھی بے شک کے معنی دیتا ہے، جیسے قَدْ یَعْلَمُ اللہ بے شک اللہ جانتا ہے (۷) حرف ردع ایک ہے اور وہ ”کَلَّا“ ہے۔ اور اکثر انکار منع کے لئے آتا ہے جیسے: کوئی کہے کَفَرَ زَیْدٌ تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کَلَّا ہرگز نہیں۔ اور کَلَّا حَقَّاعِی بے شک کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ۔ بے شک قریب ہے کہ تم جانو گے۔ (۸) حروف استفہام تین ہیں: ا، ہَل، مَا یہ تینوں شروع میں آتے ہیں جیسے: مَا السُّمُّکُ؟ اَزَیْدُ قَائِمٌ؟ ہَلْ زَیْدٌ قَائِمٌ؟ -

ہل اور ہمزہ استفہام کے درمیان فرق

ہل: خاص ہے ایجاب کے ساتھ بخلاف ہمزہ کے اور ہل اسم پر نہیں آ سکتا بخلاف ہمزہ کے اور ”ہَلْ زَیْدٌ قَائِمٌ“ کہنا غلط ہوگا اور ”اَزَیْدٌ قَائِمٌ؟“ کہنا صحیح ہے۔ (تفہیمات شرح مقامات اردواز شیخ الادب ص ۱۴۹ ج ۱)

(۹) حروف عطف دس ہیں: وَ، اَوْ، فَ، ثُمَّ، حَتَّى، اِمَّا، اَوْ، اَمْ، لَا، بَلْ، لٰكِنْ۔

(۱۰) حروف زیادت آٹھ ہیں: اِنْ، اَنْ، مَّا، لَا، مِنْ، کَاف، بَاء، لَام۔ مثالیں: مَا اِنْ زَیْدٌ قَائِمٌ فَلَمَّا اَنْ جَاءَ الْبَشِيرُ اِذَا مَا تَخْرُجُ اَخْرُجْ مَا جَاءَ نَبِیُّ زَیْدٍ وَلَا عَمْرُو۔ مَا جَاءَ نَبِیُّ مِنْ اَحَدٍ لَیْسَ کَمَثَلِهِ شَیْءٌ مَا زَیْدٌ بِقَائِمٍ رَدِفَ لَكُمْ۔

(۱۱) حروف شرط، تین ہیں: اِنْ، اَمَّا، لَوْ ہیں۔ اِنْ شرطیہ دو جملوں پر داخل ہوتا ہے جیسے: اِنْ تَضْرِبْ اَضْرِبْ۔ اَمَّا: تفسیر کے واسطے آتا ہے، اور فَا اس کے جواب میں لازماً ضروری ہے۔ کَقَوْلِهِ تَعَالٰی: فَمِنْهُمْ شَقِیٌّ وَسَعِیْدٌ فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُّوا فَفِی النَّارِ وَاَمَّا الَّذِیْنَ سَعِدُوْا فَفِی الْجَنَّةِ۔

فائدہ:- (۱) اگر شرط کی جزا جملہ اسمیہ ہو یا امر یا نہی یا دعا، تو ”ف“ جزائیں لانا ضروری ہوگا جیسے: اِنْ تَاتَيْتَنِیْ فَاَنْتَ مُکْرَمٌ۔ اِنْ رَاَيْتَ زَيْدًا فَاکْرِمْهُ۔ اِنْ اَتَاکَ عَمْرُو فَلَا تُهِنُّهُ۔ اِنْ اَکْرَمْتَنِیْ فَجَزَاکَ اللّٰهُ خَيْرًا۔ (علم النحو، خلاصۃ النحوص: ۲۴، از مولانا ولایت حسین ارکانی صاحب)

لَوْ: دوسرے جملہ کی نفی ظاہر کرتا ہے پہلے جملہ کی نفی ہونے کے سبب سے، جیسے قرآن مجید میں ہے: لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلَٰهَةٌ إِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا۔ (اگر آسمان و زمین میں کئی خدا ماسوائے اللہ کے ہوتے تو یہ دونوں تباہ ہو جاتے۔ مگر چونکہ کئی خدا نہیں اس لئے تباہ نہیں ہوئے)۔ (۱۲) نُون تاکید، وَنُون ہیں ایک نون ثقیلہ دوسرا نون خفیفہ، جیسے: اضْرِبْنِ، اضْرِبْنِ۔ (۱۳) لَوْ لَا یہ دوسری بات کی نفی کرتا ہے پہلی بات ہونے کے سبب سے، جیسے: لَوْ لَا زَيْدٌ لَهْلَكَ عَمْرُو اِگر زید نہ ہوتا تو عمرو ہلاک ہو جاتا (مگر زید تھا اس لئے عمرو ہلاک نہیں ہوا)۔ (۶۴) تَوْن یہ کل پانچ ہیں: تَمَكَّنْ، تَرَنَّمْ، تَنَكَّرْ، عَوَضْ، مُقَابَلَةٌ۔ جن میں سے دو یہ ہیں: (الف) تَمَكَّنْ جیسے: زَيْدٌ (ب) عَوَضْ جیسے یَوْمَئِذٍ۔ اور یہ یَوْمَ اِذْ كَانَ كَذَا کے عوض بولا جاتا ہے اور جِئْنِذْ کو جِئْنِ اِذْ كَانَ كَذَا کی جگہ بولتے ہیں۔ (۱۵) لام مفتوحہ جو اسم، فعل، حرف، سب پر داخل ہوتا ہے، اور یہ تاکید کے واسطے آتا ہے جیسے: لَزَيْدٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍ و اور عربی میں لام کی مشہور چار قسمیں ہیں: (لام کی، لام جحد، لام تاکید، لام زائدہ)۔ ورنہ درحقیقت لام کی بہت سی قسمیں ہیں جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں: (۱) لام تعلیلیہ، جیسے: لِغَيٍّ لَا تَأْسُوا۔ (۲) لام جحد، (وہ لام جو کان منفی پر داخل ہو) جیسے: مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ۔ (۳) لام کئی، جیسے: اَسْلَمْتُ لِادْخُلَ الْجَنَّةَ۔ (۴) لام اور لام جحد میں دو اعتبار سے فرق ہے۔ اول لام کئی کو حذف کرنے سے معنی میں

خلل پیدا ہوتا ہے بخلاف لام محمد کے، دوم لام محمد کان منفی کے بعد آتا ہے بخلاف لام کی)۔ (4) لام تاکید: جیسے: اِنَّا اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُونَ یہ مفتوح اور غیر عاملہ ہوتا ہے، خواہ اس کا مدخول اسم ہو یا فعل، ماضی ہو یا مضارع، جیسے: اِنَّكَ لَرَسُولُ اللّٰهِ میں لام تاکید مفتوح ہے۔ (5) لام قسمیہ، وَاللّٰهِ لَا فَعَلَنْ كَذَا (6) لام زائدہ، جیسے: رَدِفَ اَكْثَرُ اَي رَدِفَكُمْ۔ (7) لام امر، جیسے: فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلاً وَلْيَبْكُوا كَثِيراً (8) لام ابتدائیہ، لَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ (9) لام عاملہ جارہ، یہ اسم ظاہر اور ضمیر واحد متکلم کے ساتھ مکسور ہوتا ہے، جیسے لَزَيْدٌ وَلِی۔ (10) لام عاملہ جارمہ: یہ مکسور ہوا کرتا ہے لِيَحْكُمَ اللّٰهُ اور کبھی مفتوح ہوتا ہے۔ واؤ اور فاء کے بعد اکثر ساکن ہوتا ہے، جیسے: فَلْيَسْتَجِيبُوا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ۔ اور ثَم کے بعد بھی ساکن ہوتا ہے جیسے: ثُمَّ لْيَقْضُوا (11) لام غیر عاملہ، یہ ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے، جیسے: اِنْ زَيْدًا لَقَائِمٌ۔ (12) لام استغاثہ، یعنی وہ لام جارہ جو مستغاث پر داخل ہوتا ہے جیسے: يَا زَيْدُ۔ (اے زید! مدد کر) اس لام کی وجہ سے منادی مجرور ہوگا، البتہ لام مفتوح ہوگا، جس طرح اِنْ کی خبر پر داخل ہونے والا لام مفتوح ہوتا ہے، جیسے: اِنْ مِنْ الْبَيَانِ لَسِحْرًا وَاِنْ مِنْ الشَّعْرِ لِحِكْمَةٌ۔ (13) لام تعجب، جو منادی پر بوقت اظہار تعجب داخل ہوتا ہے جیسے: يَا لَلْمَاءِ یہ لام بھی مفتوح ہوتا ہے، اگرچہ بعض صورتوں میں مکسور بھی پڑھا جاتا ہے۔ (14) لام ملکیت، جیسے: لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (15) لام سبب، جو سبب، وجہ اور علت پر دلالت کرے، جیسے: اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ اَي مِنْ اَجَلِ ذِكْرِيْ (16) لام بمعنی عند، جیسے: اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذُلُوْكِ الشَّمْسِ اَي عِنْدَ ذُلُوْكِ الشَّمْسِ (17) لام بمعنی بعد، جیسے: صُومُوا لِرُؤْيٰتِهٖ وَافْطِرُوا لِرُؤْيٰتِهٖ اَي بَعْدَ رُؤْيٰتِهٖ (18) لام تخصیص، جیسے: اَلْجَنَّةُ لِلْمُؤْمِنِ (جنت مومن کیلئے خاص ہے)۔ (19)

لام انتفاع، جیسے حدیث رسول ﷺ میں ہے ”الْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَكَ أَوْ عَلَيْكَ“۔ (20) لام وقت، لِثَلَاثِ خَلْوَنَ مِنْ شَهْرٍ كَذَا اِی لَوْقَتِ ثَلَاثِ۔ (21) لام جزاء، جیسے: اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِینًا لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ، الْآیۃ۔ اس میں ”لِيَغْفِرَ“ کالام۔ (22) لام عاقبت، فَالْتَقَطَهُ اِلٰی فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَحَزَنًا۔ میں ”لِيَكُوْنَ“ کالام (23) لام تہدید، وہ لام ہے جو منادی پر بغرض اظہار تہدید داخل ہوتا ہے جیسے: يٰۤاَللّٰهُ وَاِهۡیۡیۡہٗ لَام بھی مفتوح ہوا ہے۔ (المصباح اللغات وغیرہ)

☆..... لام تقویت: عامل ضعیف کو قوت بخشنے کیلئے معمول پر جولام، زائد کیا جاتا ہے اس کو لام تقویت کہا جاتا ہے۔ عامل میں ضعف آنے کی دو صورتیں ہیں: (۱) عامل فعل ہو اور اس کا معمول اس پر مقدم ہو گیا ہو، پس اس مقدم معمول پر لام آئے گا جیسے هٰذِیْ وَرَحْمَۃٌ لِّلَّذِیۡنَ هُمْ لِرَبِّہِمۡ یَرْہَبُوْنَ۔ اس جگہ ”یَرْہَبُوْنَ“ فعل پر اس کا معمول ”رَبِّہِم“ مقدم ہو گیا، پس اس پر تقویت عامل کیلئے لام لایا گیا۔ (۲) عمل میں فرع ہونے کی وجہ سے یعنی عامل شبہ فعل ہونے کی وجہ سے، پس اس پر بھی لام زائد آئے گا، جیسے مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُم۔ اس میں ”مَا مَعَهُم“ مفعول ہے، ”مُصَدِّقًا“ شبہ فعل کا، اس لئے اس پر لام لایا گیا۔ (منیۃ الادب، ص: ۴۲ ج ۱)

(۱۶) ما بمعنی مادام ہے، جیسے: اَقُوْمُ مَا جَلَسَ الْاَمِیْرُ میں کھڑا رہوں گا جب تک امیر بیٹھے۔ (۱۷) تاء تانیث ساکنہ ہے جو فعل ماضی میں لاحق ہوتی ہے (کیونکہ تاء متحرکہ اسم کے ساتھ خاص ہے) تاکہ دلالت کرے تانیث پر جیسے ضَرَبْتُ هِنْدًا۔ (ہندہ نے مارا)۔ (خلاصۃ النحو از مولانا ولایت حسین ابرکانی، ص: ۲۸/۲۷، و تسہیل النحو ص: ۱۹۶، ما رب الطلبہ، ص: ۵۷، مقدمات علوم درسیہ، ص: ۵۴، ۳۴۴، مزید تفصیل کیلئے، کتب نحو، المنجد، المصباح، معراج النحو، ص: ۱۶۹، کی طرف مراجعت کیجئے)

حروف عاملہ

حروف عاملہ کی ۹ اقسام ہیں، جو حسب ذیل ہیں:

☆..... جار و مجرور:- اگر جار و مجرور کا تعلق مبتدا خبر یا جملہ فعلیہ کے ساتھ آجائے، تو اس کا تعلق صفت یا فعل سے ہوتا ہے، جیسے: خَالِدٌ تَلْمِیْذٌ فِی الْمَدْرَسَةِ. یہاں ”فی المدرسۃ“ کا تعلق تَلْمِیْذ سے ہے یا وَجَدَ شَاهِدَ قَلَمًا فِی الْمَدْرَسَةِ. اس جملہ فعلیہ میں جار مجرور کا تعلق وَجَدَ فعل سے ہے۔ (الطریقۃ العصریۃ، ص: ۲۵۳ ج ۲)

(۱)..... حروف جارہ، جو اسم کو جردیتے ہیں اور یہ سترہ ہیں، ایک شعر میں:

بَاوْتَاوْكَافٍ وَ لَامٍ وَ وَاوْمُنْذٌ مُذْ خَلَا

رُبُّ حَاشَا مِنْ عَدَا فِی عَنْ عَلٰی حَتّٰی اِلٰی

مثالیں: مَرَرْتُ بِرَيْدٍ. تَاللهِ لَا فَعَلَنْ كَذَا. زَيْدٌ كَأَلَّاسِدٍ. الْحَمْدُ لِلّٰهِ

. وَاللهِ لَا فَعَلَنْ كَذَا. مَا رَأَيْتُهُ مُنْذُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ. مَا جَاءَ نَبِيٌّ زَيْدٌ مُذْ خَمْسَةِ

أَيَّامٍ. جَاءَ نَبِيُّ الْقَوْمِ خَلَا زَيْدٍ. رُبُّ عَالِمٍ يَعْمَلُ بِعِلْمِهِ. جَاءَ نَبِيُّ الْقَوْمِ حَاشَا

زَيْدٍ. جَاءَ نَبِيُّ الْقَوْمِ عَدَا زَيْدٍ. زَيْدٌ فِي الدَّارِ. سَأَلْتُهُ عَنْ أَمْرِ. قَامَ زَيْدٌ عَلَى

السَّطْحِ. أَكَلْتُ السَّمَكَةَ حَتّٰی رَأْسَهَا. سِرْتُ مِنَ الْهِنْدِ إِلَى الْمَدِينَةِ.

(۲)..... حروف مشبہ بالفعل: اور یہ کل چھ ہیں: اِنَّ، اَنَّ، كَانْ، لَيْتْ، لَكِنْ، لَعَلَّ۔

(لیکن اِنَّ وَاَنَّ کے ساتھ جب مائے کافہ لاحق ہو تو اس وقت یہ فعل پر بھی آتے ہیں،

اور ان کا عمل باطل ہو جاتا ہے)۔ مثالیں: اِنَّ زَيْدًا اَقَاتِمُ. بَلَّغْنِيْ اَنْ زَيْدًا مُنْطَلِقٌ.

كَانَ زَيْدًا اَسَدٌ. غَابَ زَيْدٌ لَكِنْ بَكْرًا حَاضِرٌ. لَيْتَ زَيْدًا اَقَاتِمُ. لَعَلَّ السُّلْطَانَ

يُكْهَرُ مِنْهُ.

☆..... إِنَّ يَأْتِيَانِ كَ بَعْدَ اِجْرَارِ مَجْرُورٍ يَظَرُفُ آئِے گاتو اِنَّ اور کان کا اسم مؤخر ہو جا ئے گا یعنی اِنَّ کا اسم منصوب اور کان کا اسم مرفوع ہوگا، جیسے: اِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا. اِنَّ مِنَ الشَّعْرِ لِحِكْمَةٌ. اِنَّ لِلّٰهِ مَآقَرُ حُمَةٍ. فَاِنَّ لَجَسَدِكَ عَلَيكَ حَقًّا. وَاِنَّ لَزَوْجِكَ عَلَيكَ حَقًّا. اِنَّ لِكُلِّ اُمَّةٍ فِتْنَةٌ وَفِتْنَةُ اُمِّي الْمَالُ. اِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً. (مشکوٰۃ) ان تمام مثالوں میں اِنَّ کا اسم منصوب اور مؤخر ہے اور جار مجرور اپنے متعلق مجذوف سے ملکر خبر مقدم ہے۔

اور مثال ”اِنَّ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَّكَانَ عَمْرٌ“ میں ”بعدي“ یہاں ظرف ہے اس لئے کان کا اسم مؤخر مرفوع ہے۔ اور مثال مذکورہ میں اسم کے مؤخر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اِنَّ اور کان کا اسم مبتدا کے حکم میں ہوتا ہے اور مبتدا میں استقلال کی شان ہوتی ہے اور ظرف و جار و مجرور میں بوجہ ضعف مبتدا بننے کی صلاحیت نہیں ہوتی اسی وجہ سے اِنَّ کی خبر کو مقدم اور اسم کو مؤخر بنایا جاتا ہے۔ (تسهيل قواعد النحو، ص: ۳۱، ۳۲)

☆..... اِنَّ کا اسم اگر معنی متضمن بالشرط نہ ہو تو اس کی جزاء پر ”ف“ داخل نہیں ہوتا ہے۔ (تيسير القرآن، معلم الانشاء)

كَأَنَّ:۔ یہ جار معنی کیلئے آتا ہے (۱) تشبیہ کیلئے یہ اکثر استعمال ہوتا ہے (۲) ظن و شک کیلئے، جیسے: كَأَنَّ زَيْدًا قَاتِلٌ (۳) تحقیق کیلئے، جیسے: كَأَنَّ الْأَرْضَ لَيْسَ بِهَا بَهْشَامٌ۔ یاء کا مخرج، زبان اور اس کے مقابل اوپر کا تالو ہے اس سے یاء غیر مدہ یعنی یاء متحرک اور یاء لین ادا ہوتی ہے اور یاء لین یاء ساکن ماقبل مفتوح کو کہتے ہیں۔ (منیۃ الادب، ص: ۱۹۶ ج ۱، تسهيل اتجید، ص: ۹)

☆..... ما ولا مشبه بلیس: یہ دونوں جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں۔ ”ما“ معروف و

نکرہ دونوں پر داخل ہوتا ہے۔ ”لا“ ہمیشہ نکرہ پر آتا ہے، جیسے: لَا رَجُلٌ ظَرِيفٌ فِي الدَّارِ۔ اور لا، نصب بلا تنوین دیتا ہے، جیسے: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ۔ (کتاب النحو، ص: ۲۶)

☆..... مَا وَلَا الْمُشَبَّهَتَانِ بِلَيْسَ: یہ دو چیزوں میں لیس کے ساتھ مشابہ ہے، (۱) دونوں یعنی ما ولا بھی لیس کی طرح نفی کیلئے ہیں۔ (۲) یہ بھی لیس کی طرح جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں اور لیس کی ساتھ مشابہت میں، لا کے بجائے ما زیادہ قوی ہے، کیونکہ لیس نفی زمانہ حال میں کرتا ہے۔ اور ”ما“ سے بھی حال کی نفی ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ ”ما“ معرفہ اور نکرہ دونوں پر داخل ہوتا ہے، جیسا کہ لیس بھی دونوں پر داخل ہوتا ہے، بخلاف ”لا“ کے، کیونکہ ”لا“ صرف نکرہ پر ہی داخل ہوتا ہے، اسلئے ”لا“ کی مشابہت ”لیس“ کے ساتھ ضعیف ہے۔ (ہدیہ صغیر، ص: ۷۱)

(۳) حروف ما ولا بمعنی لیس، جو عمل کرنے میں لیس کے مشابہ ہیں، جیسے: مَا زَيْدٌ قَائِمًا، لَا رَجُلٌ ظَرِيفًا۔

(۴) حروف لائے نفی جنس، اس لا کا اسم اکثر مضاف منصوب ہوتا ہے اور خبر مرفوع، جیسے: لَا غُلَامٌ رَجُلٌ ظَرِيفٌ فِي الدَّارِ اور اگر اسم نکرہ مفرد ہو تو فتنہ پڑتی ہوتا ہے، جیسے: لَا رَجُلٌ فِي الدَّارِ۔ اور اگر بعد لا کے معرفہ ہو تو دوسرے معرفہ کے ساتھ ”لا“ کو دوبارہ لانا ضروری ہوگا۔ اور ”لا“ کچھ عمل نہ کرے گا اور معرفہ مبتدا کی حیثیت سے مرفوع ہوگا، جیسے:

لَا زَيْدٌ عِنْدِي وَلَا عَمْرُو لَا خَالِدٌ هَهُنَا وَلَا سَعِيدٌ

اور اس کو یوں سمجھو کہ جب دو معرفوں کا کسی جگہ نہ ہونا بتایا جائے تو اس ترکیب کے ساتھ بتائیں کہ لا کو دوبارہ ہر معرفہ کے شروع میں لائیں اور معرفوں کو رفع کے ساتھ پڑھیں۔ اور اگر دو نکروں کا نہ ہونا ظاہر کریں تو دونوں کو پانچ طرح کہہ سکتے

ہیں: (۱) لَا رَجُلَ فِي الدَّارِ وَلَا امْرَأَةً. (ب) لَا رَجُلَ فِي الدَّارِ وَلَا امْرَأَةً
(ج) لَا رَجُلَ فِي الدَّارِ وَلَا امْرَأَةً. (د) لَا رَجُلَ فِي الدَّارِ وَلَا امْرَأَةً.
(ه) لَا رَجُلَ فِي الدَّارِ وَلَا امْرَأَةً.

لائی نفی اور مائے نفی کا فرق: واضح ہو کہ عام قاعدہ تو یہ ہے کہ نفی کیلئے مضارع میں حرف لا اور ماضی میں حرف لا لائے جاتے ہیں مگر کبھی مضارع کی نفی کیلئے ما بھی لایا جاتا ہے جیسے کہ ”قوله تعالى: ﴿وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ﴾، ﴿وَمَا تَذَرِي نَفْسٌ بَأَىٰ أَرْضٍ تَمُوتُ﴾ (الآية) لیکن ماضی میں تین شرطوں کے ساتھ لائے نفی بھی داخل ہو سکتا ہے (۱) لا کے ساتھ صیغہ ماضی کا تکرار ہو جیسے: ﴿فَلَا صَدَقَ وَلَا صَلَّىٰ﴾ (۲) جواب قسم میں واقع ہو جیسے: تَاللَّهِ لَا فَعَلْتُ كَذَا (۳) محل دعاء میں واقع ہو، جیسے:

أَلَا بَارَكَ اللَّهُ فِي سُهَيْلٍ إِذَا مَا اللَّهُ بَارَكَ فِي الرِّجَالِ

(ترجمہ) آگاہ ہو کہ برکت نہ دے اللہ تعالیٰ سہیل کے حق میں جبکہ اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کے حق میں برکت فیضان عطاء کرے۔ (تأرب الطلبہ، ص: ۵۴)

(۵) حروف ندا، جو منادی مضاف کو نصب کرتے ہیں اور یہ پانچ ہیں: يَا، أَيَا، هَيَا، آئِي، أَمْفُوحہ ہیں۔ جیسے: يَا عَبْدَ اللَّهِ۔ آئِي اور ہمزہ نزدیک کے واسطے اور آیَا و ہيَا دور کے واسطے اور یا عام ہے۔

قواعد حروف ندا

حروف ندا پانچ ہیں، اور ان کے پانچ عمل ہیں (۱) یہ حروف منادی مضاف کو نصب دیتے ہیں، جیسے: يَا عَبْدَ اللَّهِ۔ (۲) مشابہ مضاف کو نصب دیتے ہیں، جیسے: يَا طَالِعًا جَبَلًا (۳) نکرہ غیر معینہ کو نصب دیتے ہیں، جیسے: يَا رَجُلًا خُذْ بِيَدِي

(۴) منادی مفرد معرفہ ہو تو علامت رفع پر مبنی ہوتا ہے، جیسے: يَازَيْدُ۔ يَازَيْدَانِ۔
يَازَيْدُونَ۔ يَامُسْلِمُونَ۔ يَاقَاضِيْ اور يَامُوسِيْ۔ یہ اسم مقصور ہے، جو حرف ندا سے
قبل بھی معرفہ ہے مگر یا قاضی جو اسم منقوص ہے وہ حرف ندا سے قبل نکرہ تھا بعد دخول
حرف ندا معرفہ بنا۔ (۵) منادی لام استغاثہ کی وجہ سے مجرور ہوتا ہے، جیسے: يَإِلَهِزَيْدِ۔
لیکن جب اس کے آخر میں الف استغاثہ کا اضافہ کر دیا جائے تو مفتوح ہوتا ہے، جیسے:
يَازَيْدَاہ۔ (بدرمیر، ص: ۷۶، وتیسیر النحو، ص: ۵۸)

قاعدہ: حروف ندا، الف لام کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے، سوائے اسم جلالہ ”اللہ“
کے، جیسے یا اللہ! یا بوجہ ضرورت شعری کے، جیسے:

فَيَا الْعُلَمَاءَ الَّذِينَ قَرَأُوا إِيَّاكُمْ أَنْ تَبْغِيَا شَرًّا

(ترغیب الاخوان، ص: ۲۲)

(۶) واؤ بمعنی مع، جیسے: اسْتَوَى الْمَاءُ وَالْخَشْبَةُ۔

(۷) الّا حرف استثناء، جیسے: جَاءَ الْقَوْمُ إِلَّا زَيْدًا۔ حروف استثناء، کل آٹھ ہیں،
جو کہ مندرجہ ذیل ہیں: الّا۔ غیر۔ سوی۔ حاشا۔ خلا۔ عدا۔ ما خلا۔ ما عدا۔ ان
حروف سے پہلے جو اسم واقع ہوتا ہے اسے مستثنیٰ منہ کہتے ہیں جیسے: جَاءَ نَبِي الْقَوْمِ إِلَّا
زَيْدًا۔ (آئی میرے پاس قوم مگر زید نہیں آیا)

اس مثال میں آنے کی نسبت قوم کی طرف ہو رہی ہے مگر الّا نے زید کو اس
نسبت سے خارج کر دیا پس قوم مستثنیٰ منہ ہوئی اور زید مستثنیٰ۔ (علم النحو، ص: ۵۶)

(۸) حروف نواصب مضارع، یعنی یہ حروف فعل مضارع کو نصب دیتے ہیں
(کل چار ہیں) أَنْ وَلَنْ پھر كَمْ اِذَنْ ہیں، مثالیں: (۱) أَنْ جیسے: أُرِيدُ أَنْ تَقُومَ۔
أَنْ کے ساتھ فعل مصدر کے معنی میں ہوتا ہے یعنی أُرِيدُ قِيَامَكَ۔ اس لئے اس کو أَنْ

مصدر یہ کہتے ہیں۔ (ب) لَنْ جیسے: لَنْ يَذْهَبَ عَمْرُو. لَنْ تَكِيدُنِي کے واسطے آتا ہے (ج) كُنْ جیسے: اَسْلَمْتُ كُنْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ. (د) اِذَنْ جیسے: اِذَنْ اَشْكُرْكَ اس شخص کے جواب میں کہا جائے جو کہے: اَنَا اُعْطِيكَ دِينَارًا.

(۹) جوازم حروف مضارع یعنی وہ حروف جو فعل مضارع کو جزم دیتے ہیں: (وہ کل پانچ ہیں) اَنْ، لَمْ، لَمَّا، لَا م امر اور لائے نہیں ہیں، مثالیں: لَمْ يَنْصُرْ. لَمَّا يَنْصُرْ. لَيَنْصُرْ. لَا يَنْصُرْ. اِنْ تَنْصُرْ اَنْصُرْ.

اِنْ شرطیہ دو جملوں پر داخل ہوتا ہے جیسے: اِنْ تَضْرِبْ اَضْرِبْ۔ جملہ اول کو شرط اور جملہ دوم کو جزا کہتے ہیں اور یہ اِنْ مستقبل کے لئے آتا ہے اگرچہ ماضی پر آئے جیسے: اِنْ ضَرَبْتَ ضَرَبْتُ.

☆..... اِنْ شرطیہ اسم پر داخل نہیں ہوتا بلکہ وہ فعل پر ہی داخل ہوتا ہے۔ ”اِنْ“ فعل ماضی کے شروع میں زائد ہوتا ہے۔ (معلم الانشاء اول واز تقریر، سر فرزا خاں صندر)

☆..... جواب تمنی پر ”اِنْ“ مقدر ہونے کی وجہ سے نصب آتا ہے۔ (معلم الانشاء اول)

جزم اور وقف میں فرق: جزم حروف عاملہ کے عمل کے اثر کی وجہ سے ہوتا ہے اور وقف میں کسی عامل کا اثر نہیں ہوتا، اور وقف کا معنی ہے کسی حرف کے آخر کو ساکن کر کے سانس توڑ دینا، تو فعل مضارع کے معرب ہونے کی وجہ سے اس کے آخری حرف کے ساکن ہونے کو جزم کہتے ہیں، کیونکہ وہاں عامل جازم کا اثر ہے اور امر حاضر مبنی ہو گئے کی وجہ سے آخری حرف کے ساکن ہونے کو وقف کہا جاتا ہے، کیونکہ یہاں کسی عامل کے ذریعہ ساکن نہیں ہے، نہ کسی عامل کا اثر ہے، یاد رہے کہ وقف و جزم میں جس طرح حرف ساکن ہونے کو کہا جاتا ہے، اسی طرح آخر سے حرف علت ساقط ہونے کو بھی کہا جاتا ہے۔ (توضیحات شرح علم الصیغہ ص: ۲۰)

فائدہ:- اُن چھ حروف کے بعد مقدر ہوتا ہے اور فعل مضارع کو نصب کرتا ہے:

(۱) حَتَّى جیسے: مَرَرْتُ حَتَّى اَدْخُلَ الْبَلَدَ (۲) لَمْ جحد جیسے: مَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ (۳) اَوْ جوالی اَنْ یا اِلَّا اَنْ کے معنی میں ہو جیسے: لَا لَزَمَنَّكَ اَوْ تُعْطِيَنِي حَقِّي اَيِّ اِلٰی اَنْ تُعْطِيَنِي حَقِّي۔

(۴) واو صرف: اور یہ اس واو کو کہتے ہیں کہ جو چیز معطوف علیہ پر داخل ہو وہ اس واو کے مدخول پر داخل نہ ہو سکے جیسا کہ اس شعر میں:.....

لَا تَنْهَ عَنْ خُلُقِي وَتَأْتِي مِثْلُهُ عَارٌ عَلَيْكَ اِذَا فَعَلْتَهُ عَظِيمُ

پس اس شعر میں واو صرف کا مدخول تَأْتِي مِثْلُهُ ہے اس پر لَا تَنْهَ کی لا داخل نہیں ہو سکتی۔ معنی شعر کے یہ ہیں ”کہ جس برے کام کو تو کہتا ہے اس سے دوسروں کو مت روک کیونکہ اگر تو ایسا کرے گا تو یہ بڑے شرم کی بات ہوگی۔“

(۵) لَمْ کئی جیسے: اَسْلَمْتُ لِاَدْخُلَ الْجَنَّةَ۔ (اسلام لایا میں تاکہ جنت میں داخل ہو جاؤں)

(۶) فاجو چھ چیزوں کے جواب میں ہوتا ہے۔ امر، نہی، نفی، استفہام، تمنی، عرض، مثالیں:

(ا) امر جیسے: زُرْنِي فَأُكْرِمَكَ۔ (ب) نہی، جیسے: لَا تَشْتِمْنِي فَأُهَيِّنَكَ۔

(ج) نفی جیسے: مَا تَأْتِيْنَا فَتُحَدِّثْنَا۔ (د) استفہام، جیسے: اَيْنَ بَيْتِكَ فَأَزُورَكَ۔

(ه) تمنی جیسے: لَيْتَ لِي مَالًا فَأُنْفِقَ مِنْهُ۔ (و) عرض جیسے: اَلَا تَنْزِلُ بِنَا فَتُصِيبَ خَيْرًا۔

نہی اور نفی کے درمیان فرق: ان دونوں کے درمیان چند فرق ہیں (۱) نہی کے معنی ہیں ایسے کام سے باز رکھنا جس کو کرنے کی قدرت حاصل ہو اور جس کام کو کرنے کی قدرت حاصل نہیں اس سے باز رکھنے کو نفی کہا جاتا ہے۔ (۲) نہی میں منہی

عنه کا وجود شرط ہے یعنی وجود نہیں کیلئے چار چیزیں ہونی ضروری ہیں۔ (۱) صیغہ نہی جس سے روکا جائے (۲) منہی عنه یعنی جس کام سے روکا جائے (۳) ناہی یعنی روکنے والا (۴) منہی یعنی جس کو منع کیا جائے۔ (تفصیل کیلئے، آرب الطلبہ ص: ۵۸)

بحث اِنْ وَاِنْ

اِنْ را درچار جا کسور خوان ابتداً وبعد وقول وبعد قسم داں
چوں درآید درخبرش لام نیز اِنْ را کسور خوانی اے عزیز
اس شعر اِنْ کی مثالیں: (۱) اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. (۲) قَالَ
اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ. (۳) وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ. (۴) اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ
عَلٰی النَّاسِ. (ترغیب الاخوان فی ترکیب القرآن ص: ۱۸)

نوٹ:- اِنْ (کسرہ کے ساتھ) شرح عبدالرسول میں دس جگہ بتایا ہے۔ (مرتب)
☆..... اِنْ چار مقامات پر آتا ہے (۱) ابتدائے کلام میں، جیسے: اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتُهٗ
يُصَلُّوْنَ عَلٰی النَّبِيِّ (الآیہ) (۲) قول کے بعد، جیسے: وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ
اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً. (الآیہ) (۳) جب ان جواب قسم میں واقع ہو،
جیسے: وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ (الآیہ) (۴) جب ان کی خبر پر لام تاکید
داخل ہو، جیسے: قَالُوْا رَبُّنَا یَعْلَمُ اِنَّا اِلَیْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ. (الآیہ). (تسهیل قواعد
النحو، ص: ۳۳)

☆ اِنْ مکسورہ کی خبر پر لام تاکید مفتوحہ آتا ہے، جیسے: اِنْ زَیْدًا لَّقٰئِمٌ۔ اور عَلِمَ
یَعْلَمُ کے بعد بھی جب اَنْ کی خبر پر لام آئے تو اس وقت بھی اَنْ مکسور ہو جاتا ہے، جیسے:
وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُهُ. (کتاب النحو، ص: ۲۵)

☆..... اَنَّ، پانچ مقامات پر آتا ہے (۱) علم کے بعد، جیسے: وَاعْلَمُوا اَنْمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ (الآیۃ)۔ (۲) ظن کے بعد، جیسے: يَظُنُّونَ اَنْهُمْ مَلَكُوْا رَبِّهٖمُ (الآیۃ) (۳) وسط کلام میں ہو، جیسے: شَهِدَ اللّٰهُ اَنْهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (الآیۃ) (۴) حرف لو کے بعد، جیسے: وَلَوْ اَنْتُمْ اِذْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ (الآیۃ) (۵) حرف لولا کے بعد، جیسے: فَلَوْلَا اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ الخ۔ (تسہیل قواعد النحو ص: ۳۳)

اَنَّ را در بیچ جا مفتوح خواں بعد علم و بعد ظن و در میاں
بعد لولا بعد لو تحقیق داں اَنَّ را مفتوح خوانی اے جواں

اس شعر کی مثالیں: (۱) وَاعْلَمُوا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (۲) وَظَنُّوْا اَنْهُمْ مَا نَعَتْهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِنَ اللّٰهِ (۳) شَهِدَ اللّٰهُ اَنْهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (۴) فَلَوْلَا اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ (۵) لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ (ترغیب الاخوان فی ترکیب القرآن)

اَنَّ اور اَنَّ میں فرق: اِنَّ صدر کلام میں آتا ہے اور اپنے اسم و خبر سے ملکر کلام تام بن جاتا ہے جیسے اِنْ زَيْدًا قَائِمٌ۔ اور اَنَّ وسط کلام میں آتا ہے، اپنے اسم و خبر سے ملکر مفرد کے حکم میں ہوتا ہے اور ایک فعل یا ایک اسم کا اس سے پہلے آنا ضروری ہے جس کا یہ اَنَّ فاعل یا مفعول یا کوئی اور جزو جملہ بن سکے، جیسے: بَلَّغْنِيْ اَنْ زَيْدًا قَائِمٌ۔ اَنَّ کی خبر پر لام تاکید مفتوحہ آتا ہے جیسے اِنْ زَيْدًا الْقَائِمُ اور علم اور اُسکے مشتقات کے بعد جب اَنَّ مفتوحہ کی خبر پر لام آئے تو اُس وقت اَنَّ مفتوحہ بھی مکسورہ ہو جاتا ہے، جیسے: وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَنَّكَ لِرَسُوْلَةٍ (کتاب النحو ص: ۲۵)

اِنَّ اور اَنَّ میں معنوی فرق

ان دونوں میں معنوی فرق یہ ہے کہ ”اَنَّ“ اپنے مدخول کو تاویل مفرد میں

کر دیتا ہے، بخلاف اِنَّ کے۔ اور یہ دونوں اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتے ہیں۔ اور کبھی اسم و خبر دونوں پر نصب یا دونوں پر رفع بھی آتا ہے۔ کَمَا فِي الْحَدِيثِ : اِنَّ قَعْرَ جَهَنَّمَ سَبْعِينَ حَرِيْفًا. وَفِي الْقُرْآنِ، اِنَّ هَذَا لَسَاحِرًا۔

(ترغیب الاخوان، ص: ۱۹)

بحث ”اِنَّمَا“

☆ اِنَّمَا۔ یہ کلمہ حصر کیلئے ہے یعنی حقیقت یہی ہے، یا اس کے سوا اور کوئی دوسری بات نہیں، یا اس کے قریب قریب مضمون ادا کرنے کیلئے یہ استعمال کیا جاتا ہے۔ (نخبۃ الاحادیث)

☆..... ”اِنَّمَا“ یہ کلمہ حصر ہے جس کے ترجمہ کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ جس جملہ پر یہ داخل ہو اس میں خبر یا مسند کا مبتدایا مسند الیہ کیلئے ثبوت و لازم ضروری ہوتا ہے جیسے: اِنَّمَا هُوَ اِلَهٌ وَّاحِدٌ۔ میں ”ہو“ کی ضمیر کا مرجع اللہ ہے اور یہ معنی ہوئے ”ضروری طور پر اللہ تنہا معبود ہے“۔ (کفایۃ المفتی ۸۹/۲)

اَمَّا:۔ تین چیز کیلئے زیادہ تر استعمال کیا جاتا ہے۔ (۱) تفصیل کیلئے، جیسے: فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ (۲) فصل الخطاب کیلئے، جیسے: فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تُفْقَهُرْ (۳) محض تاکید کیلئے، مثال: اَمَّا زَيْنَةُ فَذَاهِبٌ (الاتقان، ج ۱ ص: ۴۷۹)

اَمَّا:..... حرف شرط ہے۔ اس کے بعد فا کا آنا لازم ہے۔ کبھی اس کے بعد فا کو حذف کر دیا جاتا ہے، جیسے: فَاَمَّا الَّذِيْنَ اَسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ اَكْفَرْتُمْ۔ اصل میں ”فَيَقَالُ لَهُمْ اَكْفَرْتُمْ“ تھا اس میں یقال کو حذف کر دیا۔ مقولہ کے اس پر دال ہونے کی وجہ

سے۔ پس اس کے ساتھ فاء بھی گر گیا۔ اور وہ مضمّن معنی شرط ہے اصل میں مہما
یکن من شئ تھا۔ (منیۃ الادب، ص: ۲۳ ج ۲)

☆..... ما کافہ: حروف مشبہ بالفعل کے بعد جب ”ما کافہ“ آتا ہے تو حروف مشبہ
بالفعل کے عمل کو زائل کر دیتا ہے، جیسے: إِنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ وَاحِدٌ، اِنَّ حرف پر جب
مائے کافہ داخل ہو تو اس وقت یہ حروف افعال پر بھی داخل ہوتے ہیں، جیسے: إِنَّمَا
قَامَ زَيْنَدٌ (زید کھڑا ہوا) كَانَمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ (گویا انہیں موت کی طرف
دھکیلا جاتا ہے)۔ (کتاب النحو، ص: ۲۴)

☆..... ام: کی دو قسمیں ہیں: (۱) متصل، (۲) منقطع، متصل وہ ہے جس سے پہلے
ہمزہ تسویہ (سواء کا ہمزہ) ہو یا ایسا ہمزہ ہو جو آئی کی طرح دو چیزوں میں سے کسی
ایک کا تعین کرنے کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ ہمزہ تسویہ کی مثال: سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أ
أَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ۔ اور ام منقطع وہ ہے جس سے پہلے ہمزہ تسویہ ہونہی ہمزہ
بمعنی آئی کے ہو۔ یہ بل کی طرح ”اضراب“ (پہلی بات سے اعراض کرنا) کیلئے آتا
ہے، اور ام منقطع کی تین قسمیں ہیں: (۱) وہ ”ام“ جس کے ماقبل محض خبر وارد ہوئی ہو
مثلاً: تَنْزِيلُ الْكِتَابِ لَأَرِيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ أَمْ يَقُولُوْنَ افْتَرَاهُ۔ (۲) وہ
”ام“ جس کے ماقبل میں ہمزہ تو آئے مگر استفہام کا ہمزہ نہ آئے جیسے: أَلَهُمْ أَرْجُلٌ
يَمْشُوْنَ بِهَا أَمْ لَهُمْ أَيْدٍ يَبْطِشُوْنَ بِهَا۔ کہ اس میں ہمزہ استفہام انکاری ہے جو
بمزلہ نفی کے تصور کیا جاتا ہے (۳) وہ ”ام“ جس کے ماقبل میں ہمزہ کے سوا کوئی اور
کلمہ استفہام آتا ہے، جیسے: هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ، أَمْ هَلْ تُسَوَّى
الظُّلُمَاتُ وَالنُّوْرُ۔ (الاتقان ج ۱ ص: ۴۷۸، النحو الیسیر، ص: ۱۳۳)

☆..... کلمات ربط: کلمات ربط جن کا ترجمہ اردو میں (ہے، ہیں، ہوں، کا، کی، کے،

را، ری، رے وغیرہ) سے کیا جاتا ہے۔ (کتاب النحو، ص: ۲۰)

اقسام ”واو“

☆..... واو: یہ عربی میں بارہ (۱۲) معانی کیلئے استعمال ہوتا ہے (۱) حرف عطف، جیسے: جَاءَ زَيْدٌ وَعَمْرُو - (۲) واو حالیہ جملہ اسمیہ پر مثال جَاءَ زَيْدٌ وَالشَّمْسُ طَالِعَةٌ۔ جملہ فعلیہ پر، جیسے: وَجَاءَ زَيْدٌ وَقَدْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ (۳) واو استئناف کیلئے، جیسے: لَا تَأْكُلِ السَّمَكَ وَتَشْرَبِ اللَّيْنَ - (۴) واو معیت کیلئے، مثال سِرْتُ وَالْجَبَلَ - (۵) واو جو اس مضارع منصوب کے اوپر داخل ہو جو نہی کے جواب میں واقع ہو، جیسے: لَا تَنْتَهَ عَنْ خُلُقٍ وَتَأْتِيَ مِثْلَهُ۔ (۶) واو قسم کیلئے، جیسے: وَاللَّهِ الْعَظِيمِ (۷) واو رُب، جیسے: وَلَيْلٍ كَمَوْجِ الْبَحْرِ أَرْخَىٰ سُذُولَهُ - (۸) واو ضمیر جمع مذکر کیلئے، جیسے: قَامُوا۔ (۹) واو علامت جمع مذکر کیلئے، جیسے: يَلُومُونَنِي قَوْمِي - (۱۰) واو زائدہ بعد الا، جیسے: فَمِنْ أَحَدِ الْأَوَّلَةِ طَمَعٌ أَوْ حَسَدٌ، (۱۱) واو فصل، جیسے: عمرو، کا واو حالت رفعی و جری میں - (۱۲) واو ندبہ کیلئے مخصوص ہے جیسے: وَارْزُدَاهُ“ یا ”واظہراہ“ اور کبھی نداء حقیقی میں مستعمل ہوتا ہے۔ (مصباح اللغات، ص: ۹۲۹۵)

☆..... واو صرف اس واو کو کہتے ہیں جس کا مابعد اس کے ماقبل پر عطف نہ ہو سکے، جیسے: اس مصرع میں: لَا تَنْتَهَ عَنْ خُلُقٍ وَتَأْتِيَ مِثْلَهُ۔ (بدیہ صغیر شرح نحو میر، ص: ۸۲)

بحث اقسام ”ما“

اولاً لفظ ”ما“ کی دو قسمیں ہیں اول اسمیہ، دوم حرفیہ۔ پھر حرفیہ کی چند قسمیں ہیں، جو حسب ذیل ہیں: (۱) مانافیہ، جیسے: مَا هَذَا بَشَرًا۔ (۲) مازائدہ، جیسے: فَبِمَا

رَحْمَةً مِّنَ اللَّهِ لَنتْ لَهُمْ. (۳) مائے کافہ جیسے: کَانَمَا يَسَاقُوتُونَ إِلَى الْمَوْتِ
(۴) مامصدریہ، جیسے: وَصَافَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ (۵) مامصدریہ
ظرفیہ، جیسے: وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا.

پھر ماسمیہ کی بھی چند قسمیں ہیں: (۱) ماستفہامیہ، جیسے: مَا عِنْدَكَ؟
(۲) ماموصولہ، جیسے: مَا عِنْدَكُمْ يَنْقُذُ مَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ۔ (۳) وہ ماجوزا کیلئے ہو
جیسے: مَا يَفْعَلُ أَفْعَلُ۔ (۴) وہ ماجوتجب کیلئے ہو، جیسے: مَا أَحْسَنَ زَيْدًا مَا أَحْسَنَهُ۔
(۵) وہ ماجوفعل کے ساتھ مصدر کی تاویل میں ہو جائے، جیسے: بَلَّغْنِي مَا صَنَعْتَ۔
(۶) وہ ماجوکرہ ہو اور اس کیلئے صفت لازم ہے، جیسے: مَرَرْتُ بِمَا فَعَجِبْتُ لَكَ
(۷) وہ ما، جوابہام کیلئے ہو، جیسے: اَعْطِنِي كِتَابًا مَا (یعنی کوئی بھی کتاب مجھے دو)۔
اور امانیہ حرف تفصیل ہے، تین چیز کیلئے مستعمل ہے مع مثال گذر چکا ہے۔ (مصباح
اللغات، ص: ۸۰۱، ۸۰۲)

اقسام ”نون“

نون کی پانچ قسمیں ہیں (۱) نون تاکید کیلئے، جیسے: لَيْسَ جُنَنٌ مِّنَ الصَّاعِرِينَ
(۲) نون تنوین: یہ نون ساکنہ زائدہ، جو اسم کے آخر میں آتا ہے۔ اور صرف پڑھا
جاتا ہے لکھا نہیں جاتا، جیسے: كِتَابٌ (۳) نون تانیث: یہ یا تو خفیفہ مفتوح ہوتا ہے،
جیسے: ضَرْبٌ يَامُشْدَدہ مفتوح ہوتا ہے، جیسے: مِنْهُنَّ وَضَرْبُهُنَّ، (۴) نون وقایہ:
ضَرْبُنِي (۵) نون زائدہ: اس کی دو قسمیں ہیں (الف) وہ نون جو فعل مضارع کے ساتھ
لاحق ہوتا ہے جب کہ ضمیر تثنیہ کے ساتھ متصل ہو، جیسے: يَضْرِبَانِ تَضْرِبَانِ يَضْرِبُونَ،
تَضْرِبِينَ وغیرہ، (ب) وہ ہے جو اسم ثنی کے ساتھ لاحق ہو اور مکسور ہو، جیسے: الزَّيْدَانِ

یا مفتوح ہو، جیسے: الزَّيْدُونَ۔ (المصباح ص: ۸۳۶)

تنوین اور نون خفیفہ میں فرق: پوشیدہ نہ رہے کہ تنوین اور نون خفیفہ میں چار اعتبار سے فرق ہے (۱) نون خفیفہ حرکت کا تابع نہیں ہے مگر بعض وقت تنوین ہر حرکت کی تابع ہوتی ہے (۲) تنوین کے اکثر افراد اسم میں پائے جاتے ہیں البتہ تنوین ترنم فعل میں بھی آتی ہے مگر بہت کم اور نون خفیفہ ہمیشہ فعل ہی میں ہوتا ہے (۳) تنوین کو حالت وقف میں الف سے بدل دیا جاتا ہے جبکہ نون خفیفہ کو حالت وقف میں بدل نہیں جاتا (۴) تنوین کے بعد ایک الف لکھا جاتا ہے حالت نصب میں، لیکن پڑھنے میں نہیں آتا مگر نون خفیفہ فعل میں آنے کے بعد اس کیلئے حالت نصب ہی کہاں کہ الف لکھا جائے۔ (تارب الطلبہ ص: ۸۷)

قاعدہ نون تشنیہ و جمع

نون حرف ہے اور حرف کی اصل مبنی ہے اور مبنی کی اصل سکون ہے۔ اس لئے نون تشنیہ اصل میں ساکن تھا۔ اور قاعدہ ہے۔ ”السَّاکِنُ إِذَا حُرِّكَ حُرِّكَ بِالْكَسْرِ“۔ کے تحت نون تشنیہ کو کسرہ دیا جاتا ہے، جیسے: فَعْلَانِ۔ (تیسیر النحو ص: ۲۱)

☆..... نون جمع کو رفع اس لئے دیا جاتا ہے تاکہ نون تشنیہ و نون جمع میں فرق باقی رہے۔

☆..... نون تشنیہ و نون جمع دونوں اضافت کے وقت ساقط ہو جاتے ہیں، کیونکہ یہ نون دراصل تنوین کے عوض میں لایا جاتا ہے تو جب اصل نہیں رہتا تو فرع کی بھی ضرورت نہیں رہتی۔ (تیسیر النحو ص: ۲۱)

اقسام ”لام“

لام کی دو قسمیں ہیں (۱) لام گسی (۲) لام جمد۔ اور لام جمد وہ ہے جو فعل

مضارع پر کان منفی کے بعد آتا ہے۔ اور یہ زائدہ ہوتا ہے، اور یہ لام دراصل حرف جارہ ہے لہذا اس کے بعد بھی اُن مقدر ہوتا ہے، جیسے: مَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ۔

(المصباح المنیر، ص: ۹۳، تیسیر النحو، ۱۲۸)

اور لام کئی: جو زائد نہیں ہوتا اور اس کے بعد اُن کا اظہار جائز ہے تاکہ لام کئی اور لام محمد میں فرق واضح ہو جائے، نیز لام کئی جب لائے نافیہ کے ساتھ متصل ہو جائے تو اُن کا اظہار واجب ہے، جیسے: لَنَلَا يَعْلَمَ۔ (تیسیر النحو، ص: ۱۲۸)

لام محمد، لام کی اور لائے نفی جس کا فرق: لام کئی اور لام محمد میں لفظی اور معنوی دونوں اعتبار سے فرق ہے (۱) لفظی فرق یہ ہے کہ لام محمد ہمیشہ کان منفی کے بعد آتا ہے اور لام کئی میں یہ شرط نہیں ہے (۲) معنوی فرق یہ ہے کہ لام کئی تعلیل اور سببیت کے معنی دیتا ہے اور لام محمد صرف تاکید نفی کیلئے آتا ہے (۳) دوسرا معنوی فرق یہ ہے کہ لام کئی اگر لفظ سے گر جائے تو معنی مقصود میں خلل آجاتا ہے بخلاف لام محمد کے کہ وہ محض تاکید نفی کیلئے آتا ہے (بدر منیر) اور لائے نفی جنس جو صرف جنس کی نفی کیلئے آتا ہے اس کا اسم عموماً نکرہ ہوتا ہے اور اکثر مضاف ومنسوب ہوتا ہے اگر لائے نفی جنس کا اسم مضاف نہ ہو بلکہ غیر مضاف ہو تو نکرہ ہی ہوگا اور فتحہ پر مبنی ہوگا، جیسے: لَا رَجُلٌ فِي الدَّارِ۔ اگر لائے نفی جنس کا اسم نکرہ نہ ہو بلکہ معرفہ ہو تو ”لا“ کو مکرر مع اسم معرفہ کے لایا جائیگا اسم میں ”لا“ عمل نہ کریگا یعنی ملغی ہوگا جب کے لائے نفی جنس بطریق عطف مکرر واقع ہو تو ان کا اسم نکرہ مفرد بلا فصل واقع ہوگا جیسے: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ لَخ۔ (بدر منیر ص ۷۲، مصباح المنیر ص: ۹۵، مقدمات علوم درسیہ ص: ۳۴۳)

☆ ”اِذَا“ یہ جار معنی کیلئے مستعمل ہے۔ (۱) زمانہ ماضی کیلئے، پھر یہ کبھی مفعول فیہ ہوگا، جیسے: فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذَا خَرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا۔ اس میں ”اِذَا خَرَجَهُ“

نصر کا مفعول فیہ ہے۔ اور کبھی مفعول بہ ہوتا ہے، جیسے: وَإِذْ كُتِرُوا إِذْ كُنْتُمْ قَلِيلًا۔ کبھی بدل کیلئے آتا ہے، جیسے: وَإِذْ كُتِرَ فِي الْكِتَابِ مَرِيَمَ إِذِ انْتَبَذَتْ۔ اس جگہ ”إِذْ“ مع اپنے مضاف الیہ کے بدل ہے مریم سے۔ کبھی ”إِذْ“ مضاف الیہ ہوتا ہے، جیسے: يَوْمَئِذٍ (۲) زَمَانَةٌ مستقبل کے افادہ کیلئے، جیسے: فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ إِذِ الْأَغْلَالُ فِي آغْنَاهُمْ۔ (۳) إِذْ: تعلیل کیلئے ہے، جیسے: وَلَنْ يَنْفَعَكُمْ الْيَوْمَ إِذْ ظَلَمْتُمْ أَنْكُمُ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ۔ یعنی آج کے دن (قیامت کے دن) تم لوگوں کا عذاب میں شریک کیا جانا تمہیں اس واسطے کوئی نفع نہ دے گا کہ تم نے دنیا میں ظلم (گناہ) کئے تھے۔ (۴) مُفَاجَاةً کیلئے، جیسے: خَرَجْتُ فَإِذَا السَّبُعُ وَقِفٌ۔ (منیۃ الادب، ص: ۵۳ ج ۱)

☆..... إِذْ، اور إِذَا کے استعمال میں فرق یہ ہے کہ إِذْ۔ کسی گذشتہ واقعہ کی یاد دہانی کیلئے آتا ہے جب کہ إِذَا کسی مستقبل کے واقعہ پر دلالت کیلئے آتا ہے۔ اور ”إِذَا“ یہ بھی حرف ہے یہ ظرف کیلئے ہے اور یہ ظرف مبنی بر سکون ہوتا ہے، جب اس کے بعد (كَانَ كَذَا) محذوف ہوگا تو اس سے معرب کی طرح کبھی مکسور متون اور کبھی مفتوح متون پڑھتے ہیں، جیسے: إِذَا أَوْرِيَوْمَئِذٍ۔ (تیسیر القرآن، ص: ۱۹)

☆..... إِذْنٌ: اس کی اصل إِذْنٌ تھی تخفیف کی وجہ سے ہمزہ کو حذف کر دیا گیا، شارح رضی فرماتے ہیں کہ اس کی اصل إِذْ ظرفیہ ہے اور وہ جملہ جو اس کا مضاف الیہ تھا اس کو حذف کر کے اس کے عوض میں تین لے آئے، اسلئے یہ ”إِذْنٌ“ ہو گیا۔ (مصباح العوالم، ص: ۵۰)

~، إِذَا، إِذَا اور إِذَا میں فرق: ”إِذْ“ کسی گذشتہ واقعہ کی یاد دہانی کیلئے آتا ہے جب کہ ”إِذَا“ کسی مستقبل کے واقعہ پر دلالت کیلئے آتا ہے اور ”إِذَا“ یہ ظرف کیلئے آتا ہے اور یہ ظرف مبنی بر سکون ہوتا ہے تب اس کے بعد (كَانَ كَذَا) محذوف ہوگا، چنانچہ

اس کو معرب کی طرح کبھی مکسور منون اور کبھی مفتوح منون پڑھتے ہیں جیسے اِذَا اور يَوْمَئِذٍ (تیسیر القرآن ص: ۱۹) اور ”اِذَا“ یہ اِذَا سے بنا ہے۔ ما کے لاحق ہونیکی وجہ سے الف کو گرا دیا گیا ”اِذَا“ ہو گیا۔ چونکہ ”اِذَا“ میں خود ہی شرط کے معنی پائے جاتے ہیں اور مستقبل کیلئے وضع کیا گیا ہے، لیکن ما کے لاحق ہونیکی وجہ سے مضارع پر اگرچہ داخل ہو جاتا ہے مگر جزم نہیں دیتا۔ علامہ سیرانیؒ کا قول یہ ہے کہ سبویہ کے علاوہ کسی نحوی نے ”اِذَا“ کو ذکر نہیں کیا ہے۔ علامہ میردؒ کا قول ہے کہ ”اِذَا“ اپنی اسمیت پر باقی رہتا ہے ما سے صرف اضافت کی طلب سے رُک جاتا ہے، اس قول کی بناء پر ”اِذَا“ جزم دینے کے ساتھ مستقبل کے معنی بھی دیتا ہے۔ (مصباح العوائل ص: ۶۳، ۶۴)

☆..... ما اور اُن، یہ دو حرف ایسے ہیں جب فعل پر داخل ہوتے ہیں تو اسے مصدر کے معنی میں کر دیتے ہیں اور اس کو اُن مصدر یہ یا ما مصدر یہ کہتے ہیں۔، جیسے: (۱) ما کی مثال: وَصَافَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ۔ (۲) اُن کی مثال: عَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا، يَأْتِيهِمْ الْفَقْرُ أَنْ يَكُونُوا كُفْرًا۔ (تسهيل قواعد النحو، ص: ۳۵)

☆..... ذُو: یہ ہمیشہ مضاف بہ اسم ظاہر ہوتا ہے اور یہ واحد کیلئے ”ذُو“ اور تثنیہ کیلئے ”ذَوَا“ اور جمع کیلئے ”ذَوِي“ آتا ہے اور اس کی جمع ”اولو“ ہے جو کہ من غیر لفظ ہے۔ (تسهيل قواعد النحو، ص: ۶۲)

بحث حروف مشبہ بالفعل

☆..... حروف مشبہ بالفعل فعل کے ساتھ کوئی چیزوں میں مشابہت رکھتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں: (۱) جس طرح فعل سہ حرفی چار حرفی اور پنج حرفی ہوتا ہے اسی طرح یہ حروف بھی

سہ حرفی، چار حرفی اور پنج حرفی ہوتے ہیں (۲) فعل کی طرح یہ بھی مبنی برفتح ہوتے ہیں (۳) یہ بھی فعل کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں مثالاً اِنَّ اَنْ بِمَعْنٰی حَقَّقْتُ وَاَكْذَبْتُ۔ اور ”كَانَ“ بِمَعْنٰی شَبَّهْتُ، لَكِنْ بِمَعْنٰی اسْتَدْرَكْتُ۔ اور لَيْتَ بِمَعْنٰی تَرَجَّيْتُ۔ وغیرہ (۴) وزن کے اعتبار سے اِنْ، فِرْ کے وزن پر ہے اور اَنْ مدّ کے وزن پر ہے اور لیت، لیس کے وزن پر ہے۔ اور كَانْ (جو کہ اصل میں کائن ہے) ضربن کے وزن پر ہے لکن جو کہ اصل میں لکنن بر وزن ضاربن ہے (۵) عمل کے اعتبار سے جیسے فعل متعدی فاعل کو رفع اور مفعول کو نصب دیتا ہے۔ اسی طرح یہ حروف بھی دو اسموں یعنی مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں اور ایک کو نصب اور دوسرے کو رفع دیتے ہیں۔ (بدرنیر شرح نحو میر ص: ۷۰)

بحث حروف قسمیہ

☆..... حروف قسمیہ تین ہیں (۱) باء، (۲) تاء، (۳) واؤ۔ اور ”تاء“ اسم ضمیر پر نہیں داخل ہو سکتی، پھر واؤ اللہ تعالیٰ کے تمام اعلام پر آ سکتا ہے۔ اور ”تاء“ صرف لفظ ”اللہ“ پر آئے گی۔ نیز فعل قسم ان کے ساتھ ذکر نہیں کیا جاسکتا بخلاف ”باء“ کے کہ وہ سب سے اعم ہے اسم ضمیر اور اسم ظاہر دونوں پر داخل ہوتا ہے پھر فعل قسم بھی اس کے ساتھ ذکر کیا جاسکتا ہے۔ (مصباح العوالم ص: ۳۲)

إِلٰی آٹھ معانی کیلئے

☆..... اِلٰی کے آٹھ معانی ہیں (۱) انتهاء غایت جو زمانی ہو، جیسے: اَتِمُّو الصِّيَامَ اِلَى اللَّيْلِ۔ یا مکانی ہو، جیسے: مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَى۔

(۲) معیت کیلئے یہ ایسے موقع پر ہوتا ہے جہاں ایک شے کو محکوم یا محکوم علیہ بنا کر اسے کسی دوسری شے کے ساتھ شامل کر دیا جائے نیز تعلق ظاہر کرنے کیلئے بھی ایسا کیا جاتا ہے، جیسے: مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ. وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَهُمْ إِلَى أَمْوَالِكُمْ. (۳) تبیین کیلئے اس مالک کا بیان ہے کہ یہ فعل تعجب یا اسم تفضیل سے حُب و بغض کے افادہ کے بعد اپنے مجرور کی فاعلیت کو بیان کرتا ہے، جیسے: رَبِّ السَّجْنِ أَحَبُّ إِلَيَّ (۴) مرادف لام کیلئے، جیسے: وَالْأَمْرُ إِلَيْكَ، (۵) موافقت فی کیلئے، جیسے: لَيَجْمَعَنَّكُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ هَلْ لَكَ إِلَى أَنْ تَزُكِّي. (۶) تاکید کیلئے۔ اس کو زائدہ بھی کہتے ہیں، جیسے: أَفَبِدَّةٍ مِنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ. (بعض قرأت کی قرأت میں تَهْوَاهُمْ ہے اور الی زائدہ تاکید کیلئے آتا ہے)۔ (۷) ابتدا کیلئے، جیسے شاعر جاملی ابن الاحمر کے قول میں:

تَقُولُ وَقَدْ عَالَيْتُ بِالْكُورِ فَوْقَهَا.

أَيْسَقِي فَلَا يَرَوِي إِلَى ابْنِ أَحْمَرَ

یہاں اِلَى ”مِنَى“ کے معنی میں ہے۔ (دیکھئے، مغنی اللیب ج ۱ ص: ۱۵۷)

(۸) موافقت عند کیلئے، جیسے: آیت قرآنی: إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ۔ میں لیکن ظاہر

یہی ہے کہ کلمہ الی از قبیل رابع ہے۔ (غایۃ السعایۃ عمانی حل الہدایۃ، ص: ۱۶۵ ج ۱)

بحث حروف مبانی یا حروف تہجی

عربی میں کل حروف تہجی ۲۹ ہیں، اور اردو میں ۳۲ ہیں عربی میں تمام حروف تہجی مؤنث ہیں اور اردو میں معاملہ مختلف ہے یعنی چودہ حروف مذکر ہیں اور سترہ مؤنث ہیں اور دو حروف مشترک ہیں (یعنی واؤ، جیم) اور چودہ حروف جو مذکر ہیں وہ یہ ہیں:

الف، ذ، س، ش، ص، ض، ع، غ، ق، ک، گ، ل، م اور ن۔ یہ سب مذکر ہیں۔ اور
سترہ حروف مؤنث ہیں، جو حسب ذیل ہیں: ب، ت، ث، ج، ح، خ، د، ڈ، ر،
ز، ژ، ط، ظ، ف، ہ، ی، ے۔ (فیروز اللغات اردو)

بحث ”الف“

الف مذکر ہے، یہ عربی اردو اور فارسی کا پہلا حرف ہے اور ابجد کے حساب سے
اس کا عدد ایک مقرر ہے، الف کی دو قسمیں ہیں (۱) الف ممدودہ (۲) الف مقصورہ۔ اور
عربی میں یہ ساکنہ و متحرکہ دونوں طرح استعمال ہوتا ہے اور الف ساکنہ کو حرف لین کہتے
ہیں، جیسے: قَالَ، قَامَ، بَاعَ وغیرہ۔ اور الف متحرکہ کو حمزہ بھی کہتے ہیں اور یہ کئی معانی
میں مستعمل ہے (۱) استفہام کیلئے، جیسے: أَقْرَأْتَ؟ (۲) ندا قریب کیلئے، جیسے: اَزَيْدُ
أَقْبِلْ (ای زید!)۔ (۳) تسویہ کیلئے، جیسے: لَا أَبَا لِي أَقُمْتُ أُمَّ قَعْدَتٌ۔ یعنی مجھے
تیرے کھڑے ہونے یا بیٹھنے کی کوئی پرواہ نہیں۔ یعنی دونوں میرے نزدیک برابر ہیں۔
(۴) حرف ندا جو بعید کیلئے یا جو بعید کے مانند، جیسے: غافل اور سونے والا۔ اور الف
ساکن کا مخرج جوف دہن ہے یعنی منہ کے اندر کا خلا۔ (المصباح، ص: ۲۵، فیروز اللغات،
ص: ۷۰ تسہیل التعمید، ص: ۸)

بحث ”باء“

”ب“ مؤنث ہے یہ اردو، عربی اور فارسی کا دوسرا حرف ہے اور ہندی کا
۲۳ واں حرف ہے، حساب ابجد میں اس کا عدد ”دو“ مقرر ہے، یہ حرف فارسی ترکیب
میں مفتوح اور عربی میں مکسور ہوتا ہے، اور فارسی میں اسم کے شروع میں ہو تو با مفتوح

ہوتی ہے اور فعل کے شروع میں ہو تو مکسور ہوتی ہے، جیسے: بیس، بنشیں وغیرہ۔

یہ حروف جر میں سے ہے حسب ذیل معانی کیلئے مستعمل ہے (۱) الصاق کیلئے، جیسے: اَمْسَكْتُ بِالْعِلَامِ ”یعنی میں نے غلام پکڑ لیا“۔ (۲) استعانت کیلئے، جیسے: كَتَبْتُ بِالْقَلَمِ ”میں نے قلم سے لکھا“۔ (۳) مصاحبت کیلئے، جیسے: اِذْهَبْ بِسَلَامٍ ”یعنی سلامتی کے ساتھ جاؤ“۔ (۴) ظرفیت کیلئے، جیسے: سَارَ بِاللَّيْلِ ”وہ رات میں چلا“۔ (۵) بدل کیلئے، جیسے: بَاعَ الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ ”اس نے ایمان کے بدلے میں کفر کو لیا ہے“۔ (۶) تعدیہ کیلئے، جیسے: ذَهَبْتُ بِهِ إِلَى الْبَيْتِ ”میں اس کو گھر تک لے گیا“۔ (۷) قسم کیلئے، جیسے: بِاللَّهِ ”اللہ کی قسم“۔ (۸) سبیت کیلئے، جیسے: لَقِيتُ بِزَيْدٍ الْاَهْوَالَ ”میں زید کی وجہ سے خطرات میں پڑ گیا“۔ (۹) تاکید کیلئے ہے اور یہ زائد ہوتا ہے اور زیادتی کے مواقع حسب ذیل ہیں (الف) کان منفی کی خبر میں، جیسے: وَمَا كَانَ بِمُنْكَرٍ (یہ منکر نہیں ہے)۔ (ب) یس کی خبر میں، جیسے: لَيْسَ زَيْدٌ بِقَائِمٍ ”یعنی زید کھڑا نہیں ہے“۔ (ج) ماشہ بلیس کی خبر میں، جیسے: مَا اللَّهُ بِغَافِلٍ (یعنی اللہ غافل نہیں ہے)۔ (د) اور أَفْعَلُ صيغة تعجب کے فاعل پر، جیسے: اَكْرِمُ بِهِ، أَحْسِنُ بِهِ (ه) اور نَفْسٌ وَعَيْنٌ کے ساتھ تاکید لانے میں، جیسے: جَاءَ الْوَزِيرُ بِنَفْسِهِ (وزیر خود آیا)۔ (و) کفی فعل کے فاعل پر، جیسے: وَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا۔ (ز) اور مفعول پر جبکہ اس کا تعدیہ ایک مفعول کی طرف ہو، جیسے: كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ (ح) اور مبتدأ پر سماعی حیثیت سے، جیسے: بِحَسْبِكَ دِرْهَمٌ (بجائے ”حَسْبُكَ دِرْهَمٌ“ کے)۔ (ط) اِذَا مَنَاجَاتِیہ کے بعد قیاسی حیثیت سے، جیسے: خَرَجْتُ فَإِذَا بَزِيدٌ فِي الطَّرِيقِ۔ (ی) اس حال پر جس کا عامل منفی ہو، جیسے: فَمَارَ بَحْثُ بَخَائِثِهِ رِثَابًا۔ اور حرف باء کبھی عن، علی، إلی کے معنی میں

بھی آتا ہے۔ اور باء کو حرف ذلقیہ کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ حرف زبان اور ہونٹوں کے پھسلنے سے نکلتے ہیں۔ اور ”باء“ کا مخرج، دونوں لبوں کی تری ملکر نکلتی ہے۔ (مصباح اللغات ص: ۴۶، فیروز اللغات، ص: ۱۰۲، اوتھیل التجوید، ص: ۱۱)

بحث ”تاء“

”ت“ یہ مؤنث ہے، یہ حروف مبانی کا تیسرا حرف ہے اس کی جمع تاءات آتی ہے، نسبت کیلئے تائی و تاوی و تیوی کہا جاتا ہے، جیسے قصیدۃ تائیۃ و تاویۃ و تیویۃ۔ اردو اور فارسی کا چوتھا حرف اور عربی کا تیسرا اور ہندی کا سولہواں حرف ہے حساب الجبد میں اس کے چار ساعد و مقرر ہیں۔ اور تا کی اقسام یہ ہیں (۱) تاء مصدریہ (۲) تاء منقلبہ (۳) تاء وحدت (۴) تاء مبالغہ (۵) تاء مادہ (۶) تاء تذکیر (عددی)۔ (۷) تاء تکثیر (۸) تاء زائدہ (۹) تاء متکلم (۱۰) تاء خطاب (۱۱) تائے تانیث (۱۲) تاء مضارع۔ (مقدمات، ص: ۹۱، فیروز اللغات، ص: ۱۸۷)

اور تاء کی آٹھ قسمیں ہیں جنہیں اس شعر میں بیان کیا گیا ہے۔

تاء تانیث است تذکیر است وحدت ہم بدل

مصدریت ہم مبالغہ زائدہ شد ہم نقل

اس کا استعمال کئی طرح سے ہوتا ہے، جس کی تفصیل یہ ہے (۱) تائے تانیث کی مثال: ضَارِبَةٌ۔ (۲) تائے تذکیر کی مثال: ضَرَبْتُ۔ (۳) تائے وحدت کی مثال: تَمْرَةٌ۔ (۴) مصدریت کی مثال، جیسے: حامدیۃ، محمودیۃ۔ (۵) تائے مبالغہ کی مثال، جیسے: عَلَامَةٌ۔ (۶) زائدہ کی مثال، جیسے: رَحْمَةٌ، قُدْرَةٌ۔ (۷) تائے نقل کی مثال، جیسے: كَافِيَةٌ شَافِيَةٌ۔ اور تائے بدل، یعنی وہ تاء جو فاء کلمہ کے عوض میں

ہو جیسے: صِفَّة، اس کی اصل وَصَف ہے، دوسری وہ تاء جو آخری کلمہ کے بدل میں ہو جیسے: تَجَاه، یہ اصل میں وَجَاه تھا۔ (موسوعة النحو والصرف والاعراب)

یہ عربی حروف مبانی کا تیسرا حرف ہے اس کی جمع تاءات آتی ہے نسبت کیلئے تائی، تاوی اور تیوی کہا جاتا ہے۔ اس کا استعمال کبھی (1) فعل کے آخر میں متکلم، مخاطب کی ضمیر کیلئے، جیسے: قَمْتُ قَمْتُ وغیرہ (2) کبھی تانیث کی علامت کیلئے، جیسے: قَانِمَةٌ ذَهَبْتُ وغیرہ۔ (3) جنس میں سے واحد پر دلالت کیلئے، جیسے: شَجَرَةٌ (4) کبھی مبالغہ کیلئے، جیسے: عَلَامَةٌ وَفُھَامَةٌ وغیرہ۔ (5) کبھی حرف جر ہوتی ہے اور قسم کیلئے آتی ہے اور لفظ اللہ کو جردیتی ہے، جیسے: تَاللّٰہ (6) اور کبھی کبھی لفظ اللہ کے علاوہ دوسرے کو بھی جردیتی ہے، جیسے: تریبی (7) کبھی صیغہ منتهی الجموع کے آخر میں نسبت پر دلالت کیلئے، جیسے: مہالبة (8) کبھی حرف محذوف کے بدلے میں، جیسے: زنادقہ۔ یہ زندق کی جمع ہے (9) افعال کے اوائل اور وسط میں زیادہ کیجاتی ہے، جیسے: تَقَابَلٌ وَافْتَتَل (10) اور کبھی اسماء کے آخر میں، جیسے: ملکوت کی تاء ہے (11) کبھی اول کلمہ کے حرف محذوف کے بدلہ میں، جیسے: عِظَّة (یہ اصل میں وَعْظٌ تھا)۔ (12) کبھی آخر کلمہ سے، جیسے: ثِقَّة ہے (13) یہ واحد مؤنث اسم اشارہ کیلئے ہے، اور تاء کا مخرج زبان کی نوک اور ثنایا علیا کی جڑ ہے۔ (توضیح المعانی شرح مقدمۃ الجامی، ص:

۴۴، مصباح اللغات، ص: ۸۱، مقدمات، علوم درسیہ، ۳۳۲)

بحث ”ثاء“

”ث“ یہ مؤنث ہے یہ اردو کا چھٹا فارسی کا پانچواں اور عربی کا چوتھا حرف ہے۔ حساب ابجد میں اس کے عدد پانسو (۵۰۰) ہیں۔ اور اس کا مخرج زبان کی نوک

اور ثنایا علیا کا سرا ہے۔ (فیروز اللغات، ص: ۲۳۹، تسہیل التجوید، ص: ۱۰)

بحث ”جیم“

”ج“ یہ مذکر مؤنث دونوں طرح مستعمل ہے، فارسی کا چھٹا حرف اور عربی کا پانچواں اور ہندی کا آٹھواں حرف ہے۔ حساب ابجد میں اس کے تین عدد مقرر ہیں۔ اور مخرج وسط زبان اور اس کے مقابل اوپر کا تالو ہے۔ (فیروز اللغات، ص: ۲۳۱ و تسہیل التجوید، ص: ۹)

بحث ”حاء“

”ح“ یہ مؤنث ہے اردو کا نواں، فارسی کا آٹھواں اور عربی کا چھٹا حرف ہے اسے حائے حلی، حائے مہملہ اور حائے غیر منقوٹہ بھی کہتے ہیں۔ ابجد کے حساب سے اس کے آٹھ عدد مقرر ہیں۔ اور اس کا مخرج وسط حلق ہے۔ (فیروز اللغات، ص: ۲۹۸، تسہیل التجوید، ص: ۸)

بحث ”خاء“

”خ“ یہ عربی زبان کا لفظ ہے اور مؤنث ہے اردو کا دسواں، فارسی کا نواں اور عربی کا ساتواں حرف ہے۔ ابجد کے حساب سے اس کے چھ سو (۶۰۰) عدد مقرر ہیں۔ اور اس کا مخرج ادنیٰ حلق ہے یعنی حلق کا وہ حصہ جو منہ کی طرف ہے۔ (فیروز اللغات، ص: ۳۰۹، تسہیل التجوید، ص: ۸)

بحث ”دال“

”ذ“ یہ مونث ہے اردو کا گیارہواں، فارسی کا دسواں عربی کا آٹھواں اور ہندی کا اٹھارہواں حرف ہے اسے دال مہملہ بھی کہتے ہیں ابجد کے حساب سے اس کے عدد چار مقرر ہیں۔ اور اس کا مخرج زبان کی نوک اور ثنایا علیا کی جڑ ہے۔ (فیروز اللغات، ص: ۳۲۳ و تسہیل التجدید، ص: ۱۰)

بحث ”ذال“

”ذ“ یہ عربی مذکر ہے اردو کا تیرہواں، فارسی کا گیارہواں اور عربی کا نوواں حرف ہے اسے ذال معجمہ یا ذال منقوطہ بھی کہتے ہیں۔ ابجد کے حساب میں اس کے سات سو عدد مقرر ہیں۔ ذال: یہ اسم اشارہ ہے قریب کیلئے، ذان، ذین، ثنئیہ حالت رفعی، نصی اور جری کیلئے ہے اس کی جمع الاء ہے اس پر ہاء تنبیہ داخل کر کے ”ہذا“ بولتے ہیں۔ اور یہ ذال: پر ”من“ یا ”ما“ استفہامیہ کے بعد واقع ہو تو الذی کے معنی میں ہوتا ہے، جیسے: مَا ذَا فَعَلْتَ. وَمَنْ ذَا فِي الدَّارِ۔ اور ما کے ساتھ اسم استفہام ہوتا ہے، جیسے: لِمَا ذَا تَرَكْتَنَا (تو نے ہم کو کیوں چھوڑ دیا)۔ ذاک: اسم اشارہ متوسط کیلئے ہے اور ہاء تنبیہ کے ساتھ ہذاک اور تصغیر کی صورت میں ذیساک، ثنئیہ حالت رفعی میں ذَانِک اور حالت نصی و جری میں ذَيْنِک اور جمع اولک ہیں۔ ذالک: یہ اسم اشارہ بعید کیلئے ہے ثنئیہ ذانک جمع اولک تصغیر ذیالک ہے۔ اور ذال کا مخرج زبان کی نوک اور ثنایا علیا کا سرا ہے۔ (المصباح، ص: ۲۵۹، فیروز اللغات، ص: ۳۶۲ و تسہیل التجدید، ص: ۱۰)

بحث ”راء“

”ز“ یہ عربی حرف ہے مؤنث ہے اردو کا چودہواں، فارسی کا بارہواں اور عربی کا دسواں اور ہندی کا ستائیسواں حرف ہے اسے رائے مہملہ اور رائے غیر منقوطہ بھی کہتے ہیں، ابجد کے حساب میں اس کے دو سو عدد مقرر ہیں۔ راء کا مخرج نون کے مخرج سے ذرا اندر سے نکلتا ہے۔ (فیروز اللغات، ص: ۳۶۵ و تسہیل التجوید، ص: ۹)

بحث ”زاء“

”ز“ یہ عربی حرف ہے اور مؤنث ہے اردو کا سولہواں فارسی کا تیرہواں اور عربی کا گیارہواں حرف ہے ابجد کے حساب سے اس کے عدد سات مقرر ہیں۔ زاء کا مخرج زبان کی نوک اور ثنایا علیا اور سفلی کے سرے کا درمیانی حصہ ہے۔ (فیروز اللغات، ص: ۳۹۱، و تسہیل التجوید، ص: ۱۰)

بحث ”سین“

”س“ یہ عربی حرف ہے مذکر ہے۔ اردو کا اٹھارہواں فارسی کا پندرہواں عربی کا گیارہواں اور ہندی کا بیسواں حرف ہے حساب ابجد میں اس کے عدد ساٹھ مقرر ہیں واضح ہو کہ ”س“ فعل مضارع کو مستقبل قریب کے معنی کیلئے خاص کر دیتا ہے۔ اور سین کی سات قسمیں ہیں: (۱) طلب کیلئے، جیسے: اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ (۲) تحقیق کیلئے یعنی جو فعل کی تحقیق کرے، جیسے: سَأُنْتَقِمُ مِنْكَ. (۳) تحویل کیلئے یعنی وہ سین جو ایک چیز کے دوسری چیز میں بدل جانے پر دلالت کرے، جیسے: اِسْتَحْجَرَ الطَّيْنَ (یکچڑ پتھر بن گیا)۔ (۴) سین استقبال یعنی وہ سین جو معنی استقبال پر دلالت کرے، جیسے: مَأْضِرْبُ (۵) سین زیادت، جیسے: استطاع،

سین زیادت وہ ہے جو معنی فعل کی زیادتی پر دلالت کرے۔ (۶) وہ سین جو کسی چیز کو کسی صفت کے ساتھ متصف پانے پر دلالت کرے، جیسے: **اِسْتَعْظَمْتُهُ** یعنی میں نے اس کو بڑا پایا۔ (۷) سین کسکیہ: یعنی وہ سین ہے جو کاف خطاب مؤنث کے بعد سکتے کیلئے لاحق ہوتی ہے جیسے: **مَرَرْتُ بِكُنتُ بِكُنتُ**۔ ان میں پہلی چھ قسمیں فعل کے ساتھ خاص ہیں اور آخری قسم اسم کے ساتھ خاص ہے۔ اس کا مخرج زبان کی نوک اور ثنائیا علیا اور سفلی کے سرے کا درمیانی حصہ ہے۔ (تسہیل التجوید، ص: ۱۰ امصباح اللغات، ص: ۳۵۴، فیروز اللغات، ص: ۳۰۳ مقدمات، ص: ۹۱)

تحفة الطالبین فی تحقیق خطبة المصنفین، ص: ۷۲)

سین کے اقسام:- سین کی سات قسمیں ہیں: (۱) سین طلب یعنی جو معنی طلب کیلئے آتا ہے، جیسے: **اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ** (۲) سین تحقیق یعنی جو معنی فعل کی تحقیق کرے، جیسے: **سَأَنْتَقِمُ مِنْكَ** (۳) سین تحویل، جیسے: **اَسْتَحْجَرَ الطِّينَ** (کیچڑ پتھر بن گیا)۔ (۴) سین استقبال کیلئے، جیسے: شعر:

سَأَطْلُبُ بُعْدَ الدَّارِ عَنْكُمْ لِتَقْرَبُوا

وَتَسْكُبُ عَيْنَايَ الدُّمُوعَ لِنَجْمَدَا

”یعنی عنقریب طلب کرونگا گھر کی دوری کو تم سے تاکہ تم قریب ہو جاؤ اور

میری آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں تاکہ مسرت و خوشی ہو جائے۔“

(۵) سین زیادت:- یعنی وہ فعل جو معنی کی زیادت پر دلالت کرے، جیسے: **اِسْتَطَاعَ** (۶) وہ سین جو کسی چیز کے کسی صفت کے ساتھ متصف پانے پر دلالت کرے، جیسے: **اِسْتَعْظَمْتُ** (میں نے اس کو بڑا پایا)۔ (۷) سین کسکیہ جس کو سین سکتے بھی کہا جاتا ہے جو کاف خطاب مؤنث کے بعد سکتے کیلئے لاحق ہوتی ہے، جیسے: **مَرَرْتُ بِكُنتُ** اصل

میں مردت بک تھا۔ (مآرب الطلہ، الاقن، مقدمہ علوم درسیہ، مصباح اللغات)

سین اور سوف میں فرق: سوف اور سین یہ دونوں علامت مضارع میں سے ہیں دونوں کو حرف تسویف کہا جاتا ہے یہ دونوں فعل مضارع کو استقبال کے ساتھ خاص کر دیتے ہیں، جیسے: الآن: قرینہ حالیہ یا مقالید کی وجہ سے فعل مضارع حال کے ساتھ ہو جاتا ہے جیسے: نَزِدُ يَخْضِرُ الْآن۔ اور اب دونوں کے درمیان فرق کے متعلق دو مذاہب ہیں (۱) پہلا مذہب: سین استقبال قریب کیلئے آتا ہے اور سوف استقبال بعید کیلئے آتا ہے۔ (۲) دوسرا فرق یہ اسکے برعکس ہے یعنی سوف استقبال قریب کیلئے اور سین استقبال بعید کیلئے ہے لیکن پہلا مذہب جمہور نحاۃ کا ہے لیکن یہ یاد رہے کہ سین اور سوف کا فعل مضارع کو استقبال کے ساتھ خاص کر دینا یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے بلکہ اکثر یہ ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول: ﴿فَسَبِّحْهُمْ اللّٰهُ﴾ (الآیۃ) پس اس آیت کریمہ میں سین نہ استقبال قریب کیلئے ہے نہ استقبال بعید کیلئے ہے۔ (مآرب الطلہ ص: ۵۱)

بحث ”شین“

”شین“ یہ عربی حرف ہے مذکر ہے اردو کا انیسواں، فارسی کا سولہواں، عربی کا تیرہواں اور ہندی کا تیسواں حرف ہے حساب ابجد میں اس کے عدد تین سو (۳۰۰) مقرر ہیں۔ اور حرف شین کا مخرج وسط زبان اور اس کے مقابل اوپر کا تالو ہے۔ (فیروز اللغات، ص: ۴۴۳ و تسہیل التجدید، ص: ۹)

بحث ”صاد“

”ص“ یہ عربی حرف ہے مذکر ہے اردو کا بیسواں، فارسی کا سترہواں اور عربی کا چودہواں حرف ہے حساب ابجد میں اس کے نوے عدد فرض کئے گئے ہیں اسے صاد

مہملہ یا صاد غیر منقوطہ بھی کہتے ہیں۔ اور صاد کا مخرج زبان کی نوک اور ثنایا علیا اور سفلی کے سرے کا درمیانی حصہ ہے۔ (فیروز اللغات، ص: ۴۵۸ و تسہیل التجوید، ص: ۱۰)

بحث ”ضاد“

”ض“ یہ عربی حرف ہے مذکر ہے، اردو کا اکیسواں، فارسی کا اٹھارہواں اور عربی کا پندرہواں حرف ہے، ابجد کے حساب سے اس کے عدد آٹھ سو (۸۰۰) فرض کئے گئے ہیں۔ استاد مصری (عبد اللہ جمعہ المؤقر) فرمایا کرتے تھے کہ عربی زبان کو لغت الضاد کہا جاتا ہے کیونکہ حرف ضاد کو اہل عرب جس انداز و طریقہ سے ادا کرتے ہیں وہ انہی کا حصہ ہے جس کی وجہ سے زبان عربی کو لغت الضاد کہا گیا ہے۔ مخرج ضاد: یہ زبان کے کنارے کو اوپر کی ڈاڑھ کی جڑ سے لگا کر اس سے نکلتا ہے۔ دونوں جانب سے نکالنا صحیح ہے، لیکن بہت مشکل ہے۔ اس سے آسان دہنی طرف سے ہے اور اس سے زیادہ آسانی بائیں طرف سے نکالنے میں ہے۔ (تسہیل التجوید، ص: ۹ فیروز اللغات، ص: ۴۶۵)

بحث ”طاء“

”ط“ یہ اردو کا بائیسواں، فارسی کا انیسواں اور عربی کا سولہواں حرف ہے۔ حساب ابجد میں اس کے عدد نو مقرر ہیں۔ اس کا مخرج زبان کی نوک اور ثنایا علیا کی جڑ ہے۔ (فیروز اللغات، ص: ۴۶۸، تسہیل التجوید، ص: ۱۰)

بحث ”ظاء“

”ظ“ یہ عربی حرف ہے مؤنث ہے اردو کا تیسواں، فارسی کا بیسواں اور عربی کا سترہواں حرف ہے۔ حساب ابجد میں اس کے نو سو عدد (۹۰۰) مقرر ہیں۔ اور اس کا

مخرج زبان کی نوک جب ان ہی اوپر کے اگلے دونوں دانتوں کی نوک کی طرف والے آدھے حصے سے لگے (اسی سے ذ، ث بھی) نکلتے ہیں۔ (فیروز اللغات، ص: ۴۷۴، کمال الفرقان شرح جمال القرآن، ص: ۳۷)

بحث ”عین“

”ع“ یہ عربی حرف ہے مذکر ہے، اردو کا چوبیس واں، فارسی کا اکیسواں اور عربی کا اٹھارواں حرف ہے۔ ابجد کے حساب میں اس کے عدد ستر مقرر کئے گئے ہیں۔ (۲) ع سے رکوع قرآن کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے۔ اور ع مصرع کی علامت بھی ہے۔ اور ع علیہ السلام کا مخفف بھی ہے۔ اور عین کا مخرج وسط حلق ہے۔ (فیروز اللغات، ص: ۴۷۶، تسہیل التجوید، ص: ۸)

بحث ”غین“

”غ“ یہ عربی حرف ہے مذکر ہے اردو کا پچیسواں، فارسی کا بائیسواں، اور عربی کا انیسواں حرف ہے۔ ابجد کے حساب میں اس کے عدد ہزار (۱۰۰۰) مقرر ہیں۔ یہ ادنیٰ حلق سے یعنی حلق کا وہ حصہ جو منہ کی طرف ہے اس سے غین نکلتا ہے (فیروز اللغات، ص: ۴۹۰، تسہیل التجوید، ص: ۹)

بحث ”فاء“

”ف“ یہ عربی حرف ہے مونث ہے اردو کا چھبیسواں، فارسی کا تیسواں اور عربی کا چوبیسواں حرف ہے۔ حساب ابجد میں اس کے عدد اسی (۸۰) فرض کئے گئے ہیں۔ یہ حرف کئی معنوں میں مستعمل ہے (۱) ترتیب کیلئے، جیسے: قَامَ زَيْدٌ فَعَمُرُوْ (۲)

تعقیب کیلئے، جیسے: حَبَسَ زَيْدًا فَقَتَلَهُ (۳) سمیت کیلئے، جیسے: ضَرَبَ زَيْدًا فَمَاتَ (۴) رابطہ جواب شرط میں، جیسے: اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَنِي فَاَحْفَظُوا وَصَايَايَ شَبَّ (۵) رابطہ جواب شرط میں، جیسے: اَلَّذِي يَأْتِيَنِي فَلَهُ دِرْهَمٌ (۶) استیناف کیلئے، جیسے: يَقُولُ كُنْ فَيَكُونُ (۷) زائدہ، جیسے: زَيْدًا فَلَا تَضُرُّهُ. خَرَجْتُ فَاِذَا اَلْاَسَدُ فِي الدَّارِ وَغَيْرِهِ۔ (مصباح اللغات، ص: ۶۱۵، فیروز اللغات، ص: ۳۹۶)

فاء کے معانی:..... فاء چند معانی کیلئے مستعمل ہے (۱) ترتیب کیلئے، جیسے: قَامَ زَيْدٌ فَعَمْرُو (۲) تعقیب کیلئے، جیسے: حَبَسَ زَيْدٌ فَقَتَلَهُ (۳) سمیت کیلئے، جیسے: ضَرَبَ زَيْدٌ فَمَاتَ (۴) رابطہ کیلئے، جیسے: اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَنِي فَاَحْفَظُوا وَصَايَايَ۔ (۵) ناصب مضارع کیلئے، جیسے: زُرْنِي فَاُكْرِمَكَ (۶) استیناف کیلئے، جیسے: يَقُولُ كُنْ فَيَكُونُ (۷) زائدہ، جیسے: زَيْدًا فَلَا تَضُرُّهُ۔ (مصباح اللغات)

☆..... فاء تاکید بلا مہلت کیلئے آتا ہے، جیسے: اُغْرِقُوا فَاَذْخُلُوا نَارًا۔ اس آیت سے عذاب قبر ثابت کرتے ہیں۔ (معلم الانشاء اول)

فائے فصیحہ:..... جو شرط محذوف کی اجزاء میں واقع ہو، جیسے: اِنْ كَانَ كَذَا فَعَرَفْنِي بِالْوَجْهِ۔ اور فائے فصیحہ کی تعریف میں تین مذاہب ہیں (۱) فائے فصیحہ وہ ہے جو شرط محذوف کی اجزاء میں واقع ہو (۲) فائے فصیحہ وہ ہے جو معطوف علیہ محذوف کے معطوف پر واقع ہو (۳) وہ ہے کہ جو شرط محذوف کی جزایا معطوف علیہ محذوف کے معطوف پر آیا ہو۔ فاء کا مخرج ہونٹ کے نیچے کی تری اور ثنایا علیا کا کنارہ ہے۔ (منیۃ الادب، ص: ۳۶، ج ۱، تسہیل التجدید، ص: ۱۰)

بحث ”قاف“

”ق“ یہ عربی حرف ہے مذکر ہے اردو کا ستائیسواں، فارسی کا چوبیسواں اور عربی کا اکیسواں حرف ہے۔ ابجد کے حساب میں اس کے سوجد مقرر ہیں۔ اور حرف ”قاف“ کا مخرج لہات ہے یعنی کوئے کے متصل زبان کی جڑ ہے۔ (فیروز اللغات، ص: ۵۰۹، تسہیل التجوید، ص: ۹)

بحث ”کاف“

”ک“ یہ عربی حرف مذکر ہے، اردو کا اٹھائیسواں، فارسی کا پچیسواں، عربی کا بائیسواں اور ہندی کا پہلا حرف ہے۔ ابجد کے حساب میں اس کے عدد بیس مقرر ہیں۔ یہ کئی معنی کیلئے مستعمل ہے (۱) مخاطب و مخاطبہ کیلئے ضمیر منصوب اور مجرور کے طور پر مستعمل ہے، جیسے: **صَرَ بَكَ وَصَرَ بَكَ** وغیرہ۔ (۲) حرف جار کبھی تشبیہ کیلئے ہے، جیسے: **زَيْدٌ كَالْأَسَدِ**۔ اور کبھی تعلیل کیلئے **أَذْكَرُوا اللَّهَ كَمَا هَذَا كُمْ**۔ کبھی تاکید کیلئے اور اس صورت میں زائد ہوتا ہے، جیسے: **لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ** (۳) حرف غیر جار۔ اور اس صورت میں معنی خطاب کے ہوتے ہیں اور اسم اشارہ اور ضمیر منصوب منفصل اور بعض اسماء افعال کے ساتھ لاحق ہوتا ہے، جیسے: **ذَلِكْ، تَلَكْ، اِيَاكَ** وغیرہ۔ اور اس کا مخرج قاف کے مخرج کے متصل منہ کی جانب ذرا نیچے ہٹ کر اس سے کاف ادا ہوتا ہے۔ (المصباح، ص: ۱۹، فیروز اللغات، ص: ۵۲۱، تسہیل التجوید، ص: ۹)

بحث ”لام“

”ل“ یہ عربی حرف مذکر ہے یہ اردو کاتیسواں، فارسی کا ستائیسواں عربی تیسواں اور ہندی کا اٹھائیسواں حرف ہے ابجد کے حساب میں اس کے عدد تیس مانے گئے ہیں۔ واضح ہو کہ لام کی کل گیارہ قسمیں ہیں (۱) لام تعلیلیہ، جیسے: لِكُنِيَ لَا تَأْسُوا (۲) لام جمد (لام جمد وہ لام ہے جو کان منفی ماضی پر داخل ہو)، جیسے: مَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ (۳) لام کئی: (اس میں اور لام جمد میں دو اعتبار سے فرق ہے) اول: لام گئی کو حذف کرنے سے معنی میں خلل پیدا ہوتا ہے بخلاف لام جمد کے۔ دوم: لام جمد کان منفی کے ساتھ آتا ہے بخلاف لام گئی کے (مثال: أَسْلَمْتُ لَا دُخْلَ الْجَنَّةِ۔ (۴) لام تاکید: یہ لام مفتوح ہوتا ہے اور غیر عاملہ ہے خواہ اس کا مدخول اسم ہو یا فعل ماضی ہو یا مضارع کما فی هذا الشعر:

لَقَدْ ضَاعَ شِعْرِي عَلَى بَابِكُمْ كَمَا ضَاعَ عِقْدٌ عَلَى خَالِصَةٍ

ترجمہ:- ”بیشک میرے اچھے اشعار (ناقدری کی وجہ سے) تمہارے دروازے پر یعنی تمہارے دربار میں ضائع ہو گئے۔ جیسا کہ خالصہ یعنی بد صورت باندی کی گردن میں قیمتی ہار ضائع ہے“۔ (نفحة الیمن)

اس شعر میں ”لَقَدْ“ کا لام تاکید کیلئے ہے (۵) لام قسمیہ (۶) لام زائدہ (۷) لام امر (۸) لام ابتدائیہ (۹) لام عاملہ جارہ (۱۰) لام عاملہ جازم (۱۱) لام غیر عاملہ۔ حرف لام کی اولاتین قسمیں ہیں (۱) عامل بعمل جر (۲) عامل بعمل جزم (۳) غیر عامل۔ اور لام جارہ اسم ظاہر اور ضمیر واحد متکلم کے ساتھ مکسور ہوتا ہے، جیسے: لَزِيدٌ وَلِيٌّ۔ اور ضمائر غیر واحد متکلم کے ساتھ مفتوح ہوتا ہے، جیسے: يَا لِلَّهِ وَلَكَ وَ لَنَا وَلَهُ وَغیرہ۔ اور یہ اسم اور فعل دونوں پر داخل ہوتا ہے۔ اسم پر داخل ہونے والا کئی معنوں میں آتا ہے۔ (۱) اختصاص کیلئے، جیسے: الْجَنَّةُ لِلْمُؤْمِنِينَ (جنت مؤمنین)

کیلئے خاص ہے)۔ (۲) استحقاق کیلئے، جیسے: الْعِزَّةُ لِلَّهِ (عزت کا مستحق اللہ تعالیٰ ہے)۔
 (۳) ملکیت کیلئے، جیسے: لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ (۴) تبلیغ کیلئے،
 جیسے: قُلْتُ لَهُ وَفَسَّرْتُ لَهُ (۵) تعدیہ کیلئے، جیسے: مَا لَا شَدْحُ رَبِّ زَيْدٍ لِعَمْرُو -
 (زید کو عمرو سے کتنی شدید محبت ہے)۔ (۶) قسم کیلئے، جیسے: لَلَّهِ لَا فَعَلَن هَذَا
 (۷) صیروت کیلئے، جیسے: وَلَدَتِ الْإِنْسَانُ لِلْحَيَاةِ الْأَبَدِيَّةِ۔ (انسان کو ہمیشہ کی
 زندگی کیلئے پیدا کیا گیا ہے) اور اس کو لام عاقبت اور لام المال بھی کہتے ہیں (۸)
 تعلیل کیلئے، جیسے: وَيَوْمَ عَقَرْتُ لِلْعَذَارَى مَطِيَّتِي۔ (اور اس دن کہ باکرہ لڑکیوں
 کیلئے میں نے اپنی سواری (اوٹنی) کو ذبح کیا)۔ (۹) موافقت الی کیلئے، جیسے: بَانَ
 رَبِّكَ أَوْحَىٰ لَهَا أَىٰ إِلَيْهَا۔ (۱۰) موافقت علی کیلئے، جیسے: يَخِرُونَ لِلْأَذْقَانِ أَى
 عَلَى الْأَذْقَانِ۔ (۱۱) موافقت فی کیلئے، جیسے: وَيَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ
 الْقِيَمَةِ أَىٰ فِي يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ (۱۲) عند کے معنی کیلئے، جیسے: كَتَبْتُهُ لِحُمْسٍ خَلُونِ
 أَىٰ عِنْدَ خُمْسٍ خَلُونِ۔ یعنی پانچویں تاریخ گزرنے پر میں نے اس کو لکھا۔ اور اس
 کو لام تاریخ بھی کہتے ہیں۔ (۱۳) موافقت بعد کیلئے، جیسے: أَقِمِ الصَّلَاةَ لِلذُّوْكَ
 الشَّمْسِ أَىٰ بَعْدَ ذُّوْكَ الشَّمْسِ (۱۴) موافقت مع کیلئے، جیسے: فَلَمَّا تَفَرَّقْنَا
 كَانَنِي وَمَالِكًا لَطُولِ اجْتِمَاعٍ لَمْ نَبْتَ مَعًا أَىٰ مَعَ طُولِ (۱۵) موافقت مِنْ کیلئے
 جیسے: سَمِعْتُ لَهُ صُرَاخًا أَىٰ مِنْهُ صُرَاخًا۔ (۱۶) موافقت عَنْ کیلئے، جیسے: قَالَ
 الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَا سَبَقُونَا إِلَيْهِ أَىٰ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا۔
 (۱۷) زائدہ ہوتا ہے، جیسے: ضَرَبْتُ لَزَيْدٍ اور فعل مضارع پر داخل ہونے والا تقدیر
 ان سے فعل مضارع کو نصب دیتا ہے اور اَن مع اپنے مدخول کے مصدر مجرور باللام کی
 تاویل میں ہوتا ہے اور یہ یا تو تعلیل کیلئے ہوتا ہے، جیسے: جِئْتُكَ لِتُعَلِّمُنِي۔ (میں

تیرے پاس اسلئے آیا کہ تو مجھے تعلیم دے۔ (۱۸) اور یا تا کید نفی کیلئے آتا ہے، اس صورت میں کان منفی اس سے پہلے آتا ہے اور اس کو لام جہ کہتے ہیں، جیسے: هَاكَانَ زَيْدٌ لِيُكْرِِمَكَ (زید ہرگز تیری تعظیم کیلئے نہ تھا)۔ (مصباح اللغات)

اور مدیۃ الادب و تسہیل قواعد النحو میں اقسام لام بارہ لکھی ہیں، جو حسب ذیل ہیں۔ (۱) لام تعریف (۲) وہ لام جو جواب قسم میں واقع ہو (۳) لام مؤطیہ برائے قسم، جیسے: وَاللّٰهِ لَیْسَ اَكْرَمُ مِنِّیْ لَا اَكْرَمُكَ (۴) لام جواب لو اور لولا (۵) لام امر (۶) لام نہی (۷) لام ابتدائیہ (۸) وہ لام جو مخففہ اور نافیہ کے درمیان فرق کرنے والا ہو (۹) لام جارہ (۱۰) لام نافیہ، جیسے: لَا زَيْبَ فِیْهِ (۱۱) لام جو بمعنی لیس ہو، جیسے: لَا رَجُلٌ قَانِمًا اَمَّا لَیْسَ (۱۲) لام زائدہ تاکیدیہ، جیسے: لِنَلَّیْعَلَمَ اَهْلُ الْكِتَابِ (مدیۃ الادب، ص ۲۱۳، تسہیل قواعد النحو، ۶۷)

لام جازمہ کی تعریف:- یہ لام امر ہے اور اس کا نام لام طلب بھی ہے اور یہ مکسور ہوا کرتا ہے، جیسے: لِيَحْكَمْ اللّٰهُ۔ اور کبھی یہ مفتوح بھی ہوتا ہے، جیسے: يَا لَلدَّاهِيْ اور لام، واو اور فاء کے بعد اکثر ساکن ہوتا ہے، جیسے: فَلْيَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلِیُّوْا مِنْ وَّابِیْ اور ثم کے بعد بھی لام ساکن ہوتا ہے، جیسے: ثُمَّ لِيَقْضُوْا۔

لام غیر عاملہ:-..... اور یہ لام ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے اور اس کو لام ابتداء بھی کہتے ہیں، جیسے: لَزَيْدٌ قَانِمٌ وَاِنَّ زَيْدًا لَّقَانِمٌ۔ اور لام جواب (ہوتا ہے) بعد لولا و قسم، جیسے: لَوْ غَدُتُمْ لَعُدْنَا وَلَوْ لَا زَيْدٌ لَهَلَكْنَا۔ وَاللّٰهِ لَزَيْدٌ كَرِيْمٌ۔ اور لام زائدہ بھی ہوتا ہے، جیسے: اَرَاكَ لَسَاتِمِیْ۔ اور منجملہ ان غیر عاملہ لام میں سے وہ بھی ہے جو بعد پر دلالت کرنے کیلئے اسماء اشارہ کے ساتھ لاحق ہوتا ہے اور اصلاً یہ ساکن ہوتا ہے، جیسے: تِلْكَ۔ میں مگر ذالک میں اجتماع ساکنین کی وجہ سے لام کو کسرہ دیا جاتا ہے۔ (مصباح اللغات، ۶۱ تا ۶۰)

☆..... حرف لا کی تین قسمیں ہیں (۱) لانا فیہ یہ چار طرح سے مستعمل ہے (الف) لانی جنس کیلئے اس کا اسم مفرد ہونے کی صورت میں مثنیٰ بر فتح ہوتا ہے اور مضاف اور شبہ مضاف کی صورت میں منصوب ہوتا ہے، جیسے: لَا رَجُلٌ فِي الدَّارِ (گھر میں کوئی مرد نہیں ہے) وَلَا غُلَامٌ رَجُلٍ حَاضِرٌ (مرد کا کوئی غلام حاضر نہیں)۔ (ب) لا بمعنی لیس۔ اس صورت میں اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتا ہے اور یہی واحد کیلئے ہے جیسے: لَا رَجُلٌ قَانِمًا (مرد کھڑا نہیں ہے) اور لانی جنس ولا بمعنی لیس میں فرق یہ ہے کہ جب تم لَا رَجُلٌ فِي الدَّارِ کہو گے تو پھر بل رجلین اور بَلْ رَجُلٌ کہنا صحیح نہ ہوگا کیونکہ اس میں جنس رجال کی نفی کر دی گئی ہے بخلاف لَا رَجُلٌ فِي الدَّارِ کے وہاں بَلْ رَجُلَانِ اور رَجُلٌ کہنا صحیح ہوگا اسلئے کہ لا بمعنی لیس صرف واحد کی نفی کرتا ہے (ج) لانا فیہ عطف کیلئے آتا ہے، جیسے: جَاءَ زَيْدٌ لَا عَمْرُو (زید آیا نہ کہ عمرو)۔ (د) لا حرف جواب نفیض نعم کیلئے آتا ہے، جیسے: کوئی پوچھے أَقَامَ زَيْدٌ؟ تو تم اس کے جواب میں لا کہو گے۔ (۲) لا نہی: طلب ترک فعل کیلئے آتا ہے اس کا نام لاء نہی ہے اور یہ صرف فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے اور اس کو جزم دیتا ہے، جیسے: لَا تَخَفْ (مت ڈر) (۳) لازائدہ ہے جو تقویت معنی کیلئے ہوتا ہے جس کو حذف کرنے سے خلل نہیں ہوتا، جیسے: مَامَنْعَكَ أَنْ لَا تَقُومَ۔ بمعنی مَامَنْعَكَ أَنْ تَقُومَ ہے۔ اور حرف لام کا مخرج ”زبان کا کنارہ اور ثنایا اور رباعی اور ناب اور ضواحک کے سوڑھے“ ہے۔ (مصباح اللغات، ص: ۷۶۱)

”لو“ کی چار قسمیں: (۱) لو وصلیہ: یعنی وہ ہے جو اپنے ما بعد کو ماقبل سے ربط دینے اور ملانے کیلئے آتا ہے، بشرطیکہ یہ لو واوِ حالیہ کے بعد واقع ہو، جیسے: زَيْدٌ بَخِيلٌ وَلَوْ كَانَ غَنِيًّا اس لو کی جزاء یا تو محذوف ہوتی ہے یا مقدم۔ (۲) وہ لو جو کسی

شے کے دوام و استمرار کیلئے آتا ہے بشرطیکہ دو متضاد چیزوں کیلئے استعمال کیا گیا ہو، جیسے: **لَوْ شِئْتُمُنِي لَأَكْرَمْتُكَ**۔ (۳) وہ لو جو شرط کی نفی ہونے سے جزاء کی نفی پر دلالت کرے، جیسے: **لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلَ اللَّهِ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا**۔ (۴) وہ لو جو جزاء کی نفی سے شرط کی نفی پر دلالت کرے۔ ان چاروں لو میں اول کو وصلیہ، ثانی کو استمراری، ثالث کو استدلال خارجی اور رابع کو استدلال عقلی کہا جاتا ہے۔ (مقدمات علوم درسیہ) اور منیۃ الادب میں ”لو کے استعمال کے طریقے چھ لکھے ہیں“ جو حسب ذیل ہیں: (۱) زمانہ ماضی میں شرط کیلئے ہو، جیسے: **لَوْ جَاءَنِي لَأَكْرَمْتُهُ** (۲) زمانہ مستقبل میں شرط کیلئے، جیسے: **وَلَيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَوْهُمُ خَلْفَهُمْ ذُرِيَةً ضَعُفًا خَافُوا عَلَيْهِمْ**۔ (۳) حرف مصدری ہو بمنزلہ اُن کے مگر یہ نصب نہیں دیتا۔ اگر وہ یسود کے بعد واقع ہوتا ہے، جیسے: **وَدُّوا لَوْ تَابَتِهِمْ**۔ **يُودُّ أَحَدُهُمْ لَوْ يُعْمَرُ أَلْفَ سَنَةٍ**۔ (۴) تمنا کیلئے۔ **لَوْ تَابَتِنِي فَتَحَدَّثَنِي** (۵) عرض کیلئے مانند **أَلَا** کے، تو اس کا جواب بھی حرف فا سے ہوتا ہے اور منصوب ہوتا ہے، جیسے: **لَوْ تَنْزِلُ عِنْدَنَا فَتُصِيبُ خَيْرًا** (آپ ہمارے پاس کیوں نہیں آتے کہ آپ کچھ بہتری پالیتے)۔ (۶) تقلیل کیلئے، جیسے: **تَصَدَّقُوا وَلَوْ يُظْلَفُ مُحَرَّقٍ**۔ (منیۃ الادب، ص: ۱۹۸ ج ۱)

☆..... **لَوْ**: چھ معنی کیلئے آتا ہے، (۱) عرض کیلئے۔ اور عرض کے معنی نرمی سے کسی کو کسی بات پر آمادہ کرنا ہے، جیسے: **لَوْ تَنْزِلُ عِنْدَنَا فَتُصِيبُ خَيْرًا** (آپ ہمارے پاس کیوں نہیں آتے کہ آپ کچھ بہتری پالیتے)۔ (۲) تقلیل کیلئے، جیسے: **تَصَدَّقُوا وَلَوْ يُظْلَفُ مُحَرَّقٍ**۔ (صدقہ کرو اگرچہ جلے ہوئے کھر سے ہی کیوں نہ ہو)۔ (۳) تمنی کیلئے، جیسے: **لَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً**۔ (۴) مصدریہ یعنی بعد والے فعل کو مصدر کے معنی میں کر دیتا ہے، لیکن یہ **لَوْ** اُن کی طرح فعل کو نصب نہیں دیتا۔ اور لو مصدریہ اکثر فعل **وَدَّ** کے بعد

واقع ہوتا ہے، جیسے: يَوْمَذَاحَدُثُھُمْ لَوْيُعْمَرُأَلْفَ سَنَةٍ (۵) لَوْ، لَوْلَا کی طرح تَخْضِیض کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے: لَوْتَأْمَرُفُتْطَاْعُ (۶) لو شرط کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے جو عام طور سے مشہور ہے۔ (النحو البصیر، ص: ۱۲۹)

☆..... لَوْلَا کے استعمال کے طریقے تین ہیں: (۱) ایسے جملوں پر داخل ہوتا ہے جن میں پہلا جملہ اسمیہ اور دوسرا جملہ فعلیہ ہوتا ہے اور اول کا انتقاء وجود ثانی ہوتا ہے، جیسے: لَوْلَا زَيْدٌ لَا تَكْرُمْتُكَ۔ اگر زید موجود نہ ہوتا تو میں تیرا اکرام کرتا۔ (۲) تَخْضِیض اور عرض کیلئے جب مضارع پر داخل ہو چاہے وہ حقیقہ ہو یا تاویلاً ہو، جیسے: لَوْلَا تَسْتَغْفِرُونَ اللّٰهَ (۳) تو بخ و تندیم کیلئے جبکہ فعل ماضی پر آئے، جیسے: لَوْلَا جَاءَ وَأَعْلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شَهَدَاءَ۔ (مدیۃ الادب، ص: ۲۵ ج ۲)

لَوْ اور لَوْلَا کے درمیان فرق: یاد رہے کہ (۱) لولا کا مدخول ہمیشہ اسم ہوگا اور لو کا مدخول ہمیشہ فعل ہوگا۔ (۲) لولا میں شرط وجود جزا کیلئے سبب ہوتا ہے اور لو میں شرط کی نفی ہوتی ہے جزا کی نفی کیلئے یا جزا کی نفی سبب ہوتی ہے شرط کی نفی کیلئے۔ (۳) لولا کے جواب میں لام ہونا ضروری ہے اور لو کے جواب میں لام اور فادونوں آسکتے ہیں۔ (۴) لو کے مدخول سے زمانہ ماضی سمجھا جاتا ہے۔ لولا کا مدخول زمانہ ماضی سے عاری ہے بلکہ دوام کا مفہوم ہے۔ (آداب الطلب، ص: ۸۳)

لَا: یہ حرف نفی ہے جو لیس کی طرح عمل کرتا ہے اور اس کے بعد صرف ایک ہی معمول ذکر کیا جاتا ہے اور عموماً اسم ہی محذوف ہوا کرتا ہے، جیسے: تَنْدِمُ الْبَغَاةُ وَلَا تَسَاعَةُ مَنْدَمٍ بمعنی لَا تِ السَّاعَةُ سَاعَةُ مَنْدَمٍ یعنی باغی پشمان ہوئے مگر اب پشمانی کا وقت نہیں رہا۔ اور لو کی چار قسمیں ہیں۔ (مصباح اللغات، فیروز اللغات، مقدمات علوم درسیہ)

☆..... لا: کے آخر میں ”ت“ لاحق ہو تو پھر لفظ ”حِین“ کے ساتھ خاص ہو جاتا ہے، جیسے: وَلَا تَحِینَ مَنَاصِ (یعنی وقت بچاؤ کا نہیں ہے) اس جگہ ”لات“ کا اسم ”الحین“ محذوف ہے، پس تقدیر یوں ہوگی، لَا تَحِینُ حِینَ مَنَاصِ (کتاب النحو، ص: ۲۶)

بحث ”میم“

”میم“ مذکر ہے عربی حرف ہے اردو کا اکتیسواں، فارسی کا اٹھائیسواں اور عربی کا چوبیسواں اور ہندی کا پچیسواں حرف ہے۔ حساب ابجد میں اس کے عدد چالیس مقرر ہیں۔ اور حرف میم کئی معانی کیلئے مستعمل ہے (۱) میم جو جمع مذکر پر دلالت کرتا ہے، جیسے: ذَٰلِکُمْ بِمَا کُنتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ فِی الْأَرْضِ اور (۲) میم کبھی حرف قسم بھی ہوتا ہے اور لفظ اللہ کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے، جیسے: مَا لَیْلَہِ لَا فَعْلَنَ (۳) اور کبھی ما حروف جر کے بعد استفہام ہوتا ہے، جیسے: بِسْمِ وَعَلَامَ۔ اور یہ اصل میں ما استفہامیہ ہے جس سے الف محذوف ہے اور میم کی حرکت فتح باقی رہ گئی ہے۔ اور ما کی دو قسمیں ہیں ایک ما اسمیہ دوسرا حرفیہ۔ اور ما حرفیہ کی چند قسمیں ہیں (۱) نافیہ جسے: مَا هَٰذَا بَشَرًا (۲) زائدہ، جیسے: فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ (۳) ما کافہ: وہ ہے جو عامل کے عمل کو روک دے، جیسے: کَأَنَّمَا یَسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ (۴) ما مصدریہ، جیسے: وَصَافَتْ عَلَیْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ (۵) ما بمعنی مادام (مصدریہ ظرفیہ) جیسے: أَوْصَانِیْ بِالصَّلَوةِ وَالزَّکَاةِ مَا دُمْتُ حَیًّا۔

اور ما اسمیہ کی قسمیں یہ ہیں (الف) استفہامیہ اور اس سے غیر ذوی العقول کے متعلق سوال ہوتا ہے، جیسے: مَا عِنْدَکَ (تمہارے پاس کیا ہے؟) اور ذوی العقول کی صفات کے متعلق بھی سوال کیا جاتا ہے، جیسے: مَا زَیْنٌ؟ اس کے جواب میں

عاقِل، جاہل یا احمق وغیرہ کہا جائے گا۔ اور جب ما اسمیہ پر حرف جار داخل ہو تو الف محذوف ہوتا ہے۔ اور فتح میم پر باقی رہتا ہے، جیسے: بِمَ، عَلَامَ اور کبھی میم ساکن بھی کیا جاتا ہے۔ (ب) ما موصولہ، جیسے: مَا عِنْدَکُمْ یُنْفَذُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ (ج) شرطیہ یعنی وہ ماجوز اکیلے ہو، جیسے: مَا تَفْعَلْ أَفْعَلْ (د) ماتعجبیہ، جیسے: مَا أَحْسَنَ زَیْدًا (ه) وہ ماجوف فعل کے ساتھ مصدر کی تاویل میں ہو جائے، جیسے: بَلَّغْنِیْ مَا صَنَعْتَ (و) وہ ماجونکرہ ہو (بعض نے اس کو ما موصوفہ قرار دیا ہے) اور اس کیلئے صفت لازم ہے، جیسے: مَرَرْتُ بِمَا مُعْجَبٌ لَّکَ (ز) وہ ماجوابہام کیلئے ہو، جیسے: أَعْطِنِیْ کِتَابًا (یعنی کوئی کتاب مجھے دو) اس کا نام ما ابہامیہ ہے (ح) ماتامہ ہے، جیسے: فَنِعْمًا هِیَ (ط) صفتیہ، جیسے: أَکْرَمَتْهُ بِوَجْهِ مَّا . مَنْ کی چار قسمیں ہیں (۱) مَنْ موصولہ، جیسے: إِلَّا مَنْ أَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ (۲) مَنْ شرطیہ، جیسے: مَنْ تَضَرَّبَ أَضْرَبُ (۳) مَنْ استفہامیہ، جیسے: مَنْ أَنْتَ (۵) مَنْ موصوفہ، جیسے: مَرَرْتُ بِمَا مُعْجَبٌ لَّکَ ۔ اور میم کا مخرج، دونوں لبوں کی خشکی ملکر ہے یعنی اس سے میم نکلتا ہے (مقدمات، ۹۰، ۱۰۰، مصباح اللغات، ۸۰۲، فیروز اللغات، ص: ۶۰۶، تسہیل التجدید، ص: ۱۰)

بحث ”نون“

”ن“ (نون) یہ مذکر ہے عربی حرف ہے یہ اردو کا بیسواں، فارسی کا انیسواں عربی کا پچیسواں اور ہندی کا بیسواں حرف ہے، حساب ابجد میں اس کے حساب پچاس عدد فرض کئے گئے ہیں۔ حرف نون کی پانچ قسمیں ہیں (۱) نون تاکید اس کی دو قسمیں ہیں (الف) نون ثقیلہ (ب) نون خفیفہ۔ یہ دونوں کے ساتھ مختص ہے، اور یہ ماضی کی تاکید کیلئے نہیں آتا امر کی تاکید جائز ہے فعل مضارع کی تاکید

واجب ہے جبکہ جواب قسم ہو، اور قسم سے کسی اجنبی کا فاصلہ نہ ہو اور فعل مثبت مستقبل ہو، جیسے: **قَالَ اللَّهُ لَا كَيْدَنَ أَصْنَامُكُمْ**۔ اور جبکہ جواب قسم ہو اور یہ شرطیں نہ پائی جاتی ہوں تو تاکید ممتنع ہے اور ان کے علاوہ میں تاکید و عدم تاکید دونوں جائز ہیں مگر طلب میں تاکید زیادہ ہوتی ہے۔ (۲) **نُونُ تَنَوِينٍ**: یہ نون ساکنہ زائدہ اسم کے آخر میں آتا ہے جو صرف پڑھا جاتا ہے اور لکھا نہیں جاتا، جیسے: **كِتَابٌ**۔ (۳) **نُونُ تَانِيثٍ**: اور یہ یا تو خفیفہ و مفتوحہ ہوتا ہے جو فعل کے ساتھ لاحق ہوتا ہے، جیسے: **ضَرَبْنِ، يَضْرِبُنْ، اِضْرِبْنِ** وغیرہ اور یا مشدودہ یا مفتوحہ ہوتا ہے جو جمع مؤنث پر دلالت کرنے کیلئے ضمیروں کے ساتھ متصل ہوتا ہے، جیسے: **غُلَامُكُنَّ وَمِنْهِنَّ وَضَرِبُهُنَّ** وغیرہ۔ (۴) **نُونُ وَقَايَةٍ**: یہ یائے متکلم سے پہلے آتا ہے، جیسے: **ضَرَبْنِي وَأَنْنِي** وغیرہ۔ (۵) **زَائِدَةٌ**: اس کی دو قسمیں ہیں (الف) وہ ہے جو فعل مضارع کے ساتھ لاحق ہوتا ہے جبکہ ضمیر ثننیہ کے ساتھ متصل ہو، جیسے: **يَضْرِبَانِ تَضْرِبَانِ**۔ یا ضمیر مؤنث حاضر کے ساتھ متصل ہو، جیسے: **تَضْرِبِينَ** یا جمع مذکر کے ساتھ، جیسے: **تَضْرِبُونُ وَيَضْرِبُونُ**۔ ان ساری صورتوں میں سوائے ثنی کے مفتوح ہوتا ہے اور ثنی میں مکسور ہوتا ہے (ب) وہ ہے جو اسم ثنی کے ساتھ لاحق ہوتا ہے اور مکسور ہوتا ہے، جیسے: **الزَّيْدَانِ** اور اسم جمع مذکر کے ساتھ مفتوح ہوتا ہے، جیسے: **الزَّيْدُونَ**۔ (مصباح اللغات، ص: ۸۳۶، فیروز اللغات، ص: ۶۷۱)

☆..... **نُونُ وَقَايَةٍ**: یہ فعل اور یائے متکلم کے درمیان اسلئے آتی ہے تاکہ فعل کے آخری حرف میں کسرہ ہونے سے بچالے (یا کسرہ آنے سے فعل محفوظ رہے) اور نون کا مخرج، ناک کا بانسہ ہے یعنی اس سے نون ساکن اور نون تنوین حالت ادغام میں اور اخفاء میں غنہ کے ساتھ، نون مشدود وغیرہ۔ (دیکھئے، شرح علم الصیغہ اردو از مفتی محمد ابراہیم

بحث ”واو“

”واو“ یہ مذکر مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے عربی حرف ہے، اردو کا تینیتسواں، فارسی کا تیسواں عربی کا چھیسواں اور ہندی کا اثنیساں حرف ہے ابجد میں اس کے عدد چھ رکھے گئے ہیں۔ واو چند معانی کیلئے مستعمل ہے جو حسب ذیل ہیں:

(۱) حرف عطف اور اس کے معنی مطلق جمع کے ہیں، جیسے: جَاءَ زَيْدٌ وَعَمْرُو (۲) واو حالیہ جملہ اسمیہ پر، جیسے: جَاءَ زَيْدٌ وَالشَّمْسُ طَالِعَةٌ۔ یا جملہ فعلیہ پر، جیسے: جَاءَ زَيْدٌ وَقَدْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ (۳) واو استیناف کیلئے، جیسے: لَا تَأْكُلِ السَّمَكُ وَتَشْرَبِ اللَّبَنَ (۴) واو معیت کیلئے، جیسے: سِرْتُ وَالْجَبَلَ اِنِّى مَعَ الْجَبَلِ (۵) وہ واو جو مضارع منصوب کے اوپر داخل ہو جو نہی کے جواب میں واقع ہو، جیسے: لَا تَنْتَهَ عَنْ خُلُقِي وَتَأْتِيْ مِثْلَهُ النِّح (۶) واو قسم، جیسے: وَاللّٰهِ الْعَظِيْمِ (۷) واو بمعنی رُب، جیسے: وَلَيْلٍ كَمَوْجِ الْبَحْرِ اَرْخِيْ سُدُوْلَهُ (۸) واو ضمیر جمع مذکر، جیسے: قَامُوْا (۹) واو علامت جمع مذکر، جیسے: يَلُوْ مُوْنِيْ۔ (۱۰) واو فصل، جیسے: عَمْرُو کا واو حالت رفعی و جری میں، تاکہ عُمر سے فرق ہو جائے۔ (۱۱) واو زائدہ بعد الا، جیسے: مَا مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَلَهُ طَمَعٌ اَوْ حَسَدٌ۔ (۱۲) واو ندبہ (رونے کیلئے) مخصوص ہے، جیسے: وَازِيْدَا يَا وَاظْهَرَا اور واو کبھی نداء حقیقی میں استعمال ہوتا ہے۔

☆..... واو الصرف کا دوسرا نام ”واو الجمع“ ہے، یہ اصل میں واو عاطفہ ہے مگر اس کے بعد اُن کے مقدر ہو کر عمل کرنے کیلئے دو شرطیں ہیں (الف) اس واو کے بعد جو فعل ہو اس کا زمانہ اور ماقبل جو فعل ہے اس کا زمانہ ایک ہو (ب) اس واو سے پہلے امر

نہی، نفی، استفہام، تمنی اور عرض واقع ہو۔ اور واؤ الصرف کی اصل تعریف یہ ہے کہ واؤ صرف وہ واؤ ہے جس میں اس کا ماقبل مابعد پر داخل نہیں ہو سکتا ہو، جیسے: لَا تَأْكُلِ السَّمَكَ وَتَشْرَبِ اللَّبَنَ۔ یہاں واؤ الصرف ”تشرّب“ پر داخل ہے اس کا معطوف علیہ لَا تَأْكُلُ ہے تو لَا تَأْكُلُ کا تشرّب میں داخل ہونا ممنوع ہے ورنہ معنی بدل جائے گا اور یہ معنی ہوگا ”مچھلی نہ کھاؤ اور نہ دودھ پیو“۔ حالانکہ مقصد اس کے برعکس ہے یعنی مچھلی نہ کھا، دودھ پینے کے ساتھ۔ (اسعاد النحو، ۳۵، المصباح المنیر ۹۴، مصباح اللغات، ص: ۹۳۵، فیروز اللغات، ص: ۶۹۶)

واؤ عطف اور واؤ صرف کے درمیان فرق: واؤ صرف اس کا دوسرا نام واؤ الجمع ہے یہ اصل میں واؤ عاطفہ ہے مگر اس کے بعد ان مقدّر ہو کر دو شرطوں کے ساتھ عمل کرتا ہے بخلاف واؤ عطف کے اور وہ دو شرطیں یہ ہیں: (۱) اس واؤ کے بعد جو فعل ہوگا اس کا زمانہ اور اس کے ماقبل جو فعل واقع ہے اس کا زمانہ ایک ہونا شرط ہے (۲) یہ ہے کہ اس واؤ سے پہلے امر، نفی، استفہام، تمنی، اور عرض واقع ہو اور واؤ عطف میں یہ شرط نہیں ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان بعض علماء نے یہ فرق بیان کیا ہے کہ۔ واؤ صرف اس واؤ کو کہتے ہیں جس کا مدخول اس چیز کی صلاحیت نہیں رکھتا جو معطوف علیہ سے قبل گذر چکی ہو اور واؤ عطف وہ واؤ ہے جو اپنے مدخول کو معطوف علیہ کے حکم میں کر دیتا ہے، جیسے: جَاءَ نَبِيٌّ زَيْدٌ وَعَمْرٌو یہاں عمر و معطوف کو بھی واؤ عطف کے ذریعہ معطوف علیہ کے حکم میں کر دیا گیا ہے۔ (مصباح المنیر، ص: ۹۵ و بدر منیر ایضاً)

فائدہ: واؤ کی چند قسمیں ہیں جو حسب ذیل ہیں (۱) واؤ بمعنی مع جو مفعول معہ سے پہلے آتا ہے جیسے: جَاءَ الْبُرْدُ وَالْجُبَّاتِ اَيَّ مَعَ الْجُبَّاتِ (۲) واؤ عطف کے معنی میں جیسے: جَاءَ نَبِيٌّ زَيْدٌ وَبَكْرٌ (۳) واؤ قسم مثلاً ﴿وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ﴾

(۴) واو بمعنی 'رُبَّ' مثلاً: وَبَلَدٌ لَيْسَ لَهَا نَيْسُ الْخ (۵) واو صرف جوا بھی گذرا ہے (۶) واو حالیہ مثلاً: جَاءَ نَبِيٌّ زَيْدٌ وَهُوَ زَاكِبٌ (۷) واو استنافیہ جو شروع کلام میں واقع ہو (۸) واو زائدہ، مثلاً: قوله تعالى: ﴿وَأَسْرُوا النَّجْوَى الَّذِينَ ظَلَمُوا﴾ ایک توضیح کے مطابق "واسروا" کے اندر واو زائدہ ہے (۹) واو اشباع یعنی وہ واو جو کلمہ کے آخر میں ضمہ کی مناسبت سے بڑھا دیا جائے تاکہ آواز میں درازی پیدا ہو اسی طرح کسرہ کے بعد یا ئے اشباعی اور فتح کے بعد الف اشباع زائد کرتے ہیں تاکہ آواز میں درازی پیدا ہو (۱۰) واو مقدر جو مرکب کے ضمن میں مقدر ہو مثلاً: أَخَذَ عَشَرَ أَصْلٍ مِّنْ أَحَدٍ وَعَشَرَ تَهَا (۱۱) واو تفریقیہ جو امتیاز کیلئے دو اسم کے درمیان لایا جاتا ہے (۱۲) واو اعرابیہ جو محل اعراب میں واقع ہو مثلاً: جَاءَ أَخُوكَ (۱۳) واو معدولہ جو لکھا جاتا ہے پڑھا نہیں جاتا (۱۴) واضح ہو کہ جب ضمیر "تم" کے بعد یا ضمیر "کم" کے بعد یا ضمیر "ہم" کے بعد ضمیر منصوب منفصل لاحق ہو تو ایک واو بڑھا دیا جاتا ہے جیسے: اَنْزَلْنَا مُكْمُوهُمَا فَاكْفَرْتُمُوهُ۔ اور حدیث میں ہے: ﴿صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي﴾۔ (تأرب الطلبة ص: ۹۷، ۹۸)

واو قسمیہ:- واو قسمیہ کے آنے کی تین شرطیں ہیں (الف) واو قسمیہ، ضمیر پر داخل نہیں ہوتا، جیسے: وَكَ۔ (البتہ باء داخل ہوتی ہے، جیسے: بِاللَّهِ، بِكَ)۔ (ب) واو قسمیہ سوال پر داخل نہیں ہوتا، جیسے: وَاللَّهِ أَخْبَرَنِي (ج) واو قسمیہ کے آنے کی شرط یہ ہے کہ قسم کا فعل مذکور نہ ہو، جیسے: اُقْسِمُ بِاللَّهِ (واللہ! قسم کھاتا ہوں)۔ کہنا درست نہیں ہے۔ اور واو کا مخرج دونوں لبوں کے دونوں کنارے ملکر اور بیچ کا حصہ کھلا رہ کر واو وغیرہ کا مخرج ہے۔ یعنی واو متحرک اور واو لین کا۔، واو لین واو ساکن ماقبل مفتوح کو کہتے ہیں۔ (مصباح العوالم، ص: ۳۱، تسہیل التجوید، ص: ۱۰)

بحث ”ہاء“

ھ: (ہائے ہوز) یہ عربی حرف ہے مؤنث ہے اردو کا چوتھیسواں، فارسی کا اکتیسواں، عربی کا ستائیسواں اور ہندی کا تینتیسواں حرف ہے، اسے ہائے مخفی اور ہائے ہوز بھی کہتے ہیں۔ حساب ابجد میں اس کے عدد پانچ مقرر ہیں۔ ہائے ہوز تین صورتوں میں مستعمل ہے (۱) ضمیر غائب ہے منصوباً و مجروراً جیسے: قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ۔ اور یہ کسرہ، یا ہائے ساکنہ کے بعد ہو تو مکسور ہوتی ہے بشرطیکہ اس کے بعد الف نہ ہو اور اس کے علاوہ مضموم ہوتی ہے۔ (۲) صرف غیبت کیلئے، جیسے: اِيَّاہُ کی ”ہ“ ہے۔ (۳) ہائے سکتہ: اور یہ حرکت یا حرف کے ظاہر کرنے کیلئے لاحق ہوتی ہے، جیسے: مَا هِيَ، هَاهُنَا وَوَا زَيْدًا۔ اور ”ہاء“ کا مخرج اقصى حلق ہے یعنی حلق کا پچھلا حصہ جو سینہ کی طرف ہے اس سے ہمزہ اور ہاء نکلتے ہیں۔ (تسہیل التجوید، ص: ۸)

☆..... اور ہائے ہوز کی مزید تین صورتیں ہیں: (الف) اسم فعل بمعنی خُذْ، جیسے: هَا الْكِتَابَ۔ یعنی کتاب لو۔ اور اس ہاء کے الف کو ممدودہ کرنا بھی جائز ہے اور یہ ممدودہ و مقصورہ، کاف خطاب اور بغیر خطاب کے دونوں طرح مستعمل ہیں۔ اور ممدودہ ہونے کی صورت میں کاف کو حذف کرنا بھی جائز ہے اس طرح پر کہ ہمزہ کی گردان کاف کی گردان طرح کریں اور کہیں ہاء مذکر کیلئے اور ہاء مؤنث کیلئے وھاؤم جمع مذکر کیلئے اور ہاؤما جمع مؤنث کیلئے (ب) ہاؤمؤنث کی ضمیر منصوب ہے، جیسے: ضَرَبَهَا اور مجرور كِتَابَهَا۔ اور ”ہ“ ضمیر ہے اور الف علامت تانیث ہے۔

ہاء ضمیر کو ”زیر“ یا ”پیش“ دینے کی صورتیں

☆..... ہاء ضمیر کا بیان: (۱) ہائے ضمیر سے پہلے زیر یا یائے ساکنہ ہو تو ہائے ضمیر کو بھی زیر دیا جائے گا، جیسے: بِهٖ، اِلَيْهٖ۔ لیکن قرآن میں چار جگہ اس کے خلاف آیا ہے (الف) وَمَا اَنْسَيْنِيْهِ (ب) عَلَیْهِ اللّٰهُ، (ج) اَرْجِهٖ، (د) وَالْقَهْ۔ پہلی دو مثالوں میں ہائے ضمیر پر پیش ہے اور آخری دو مثالوں میں ساکن ہے (۲) جب اس ہائے ضمیر سے پہلے زیر اور یاء ساکنہ نہ ہو تو ضمیر پر پیش پڑھیں گے، جیسے: مِنْهُ، اَخَاهُ۔ لیکن ایک جگہ قرآن میں اس کے خلاف بھی آیا ہے وَيَتَّقْہٗ میں ”ہ“ مکسور ہے۔ (تسہیل التجدید، ص: ۱۵)

ہائے ضمیر پر ”الٹا“ پیش کب پڑھتے ہیں؟

جب ہائے ضمیر سے پہلے اور بعد دونوں طرف حرکت ہو تو ضمیر میں صلہ ہوگا یعنی اگر ضمیر پر پیش ہو تو واو یعنی اُلٹا پیش زائد کر کے پڑھیں گے اور اگر ضمیر پر زیر ہو تو یاء یعنی کھڑا زیر زائد کر کے پڑھیں گے، جیسے: رَسُوْلُهٗ، اَحَقُّ، جَمْعُهٗ وَقُرْاٰنُهٗ۔ مِنْ رَبِّہٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ، ایک جگہ قرآن میں اس کے خلاف بھی آیا ہے، جیسے: اِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضٰہُ لَكُمْ۔ یہاں اُلٹا پیش نہیں ہے۔ (تسہیل التجدید، ص: ۵۲)

(ج) ہاء تنبیہ اور اس کی چار صورتیں: (۱) اشارہ سے پہلے، جیسے: هٰذَا وَهٰذَا ک (۲) ضمیر مرفوع سے پہلے، جیسے: هَآ اَنْتُمْ هَآؤْ لَآءِ۔ (۳) ائی کی صفت ندا کی صورت میں، جیسے: یٰۤاَیُّہَا الرَّجُلُ (۴) قسم کی صورت میں لفظ اللہ سے پہلے حرف قسم کے حذف کے وقت، جیسے: هَآ اللّٰہ۔ (المصباح، ص: ۹۷۲، فیروز اللغات، ص: ۷۰۷)

بحث یاء ”ی/ے“

یہ عربی حرف ہے مؤنث ہے یہ اردو کا پینتیسواں، فارسی کا بتیسواں عربی کا اٹھائیسواں اور ہندی کا چھیسیواں حرف ہے، حساب ابجد میں اس کے عدد دس رکھے گئے ہیں۔ یاء ضمیر مؤنث کیلئے آتی ہے، جیسے: تَقْوِمِينَ وَ قَوْمِي اور ضمیر متکلم کا کام دیتی ہے، جیسے: ضَرَبَنِي وَ كِتَابِي یا حرف ندا ہے جو بعید و قریب دونوں کیلئے مستعمل ہے اور کبھی اس کا مناد کی محذوف ہوتا ہے، جیسے: يَا لَيْتَنِي كُنْتُ مَعَهُمْ وَيَا رَبُّ كَا سِيَةِ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اور یا یہ کہ ان جیسی تراکیب میں یا صرف تنبیہ کیلئے ہو، جیسے: اَتَانِي رَجُلٌ عِيَالَهُ رَجُلًا اَوْ مِنْ رَجُلٍ وَيَا لَكَ مِنْ فَارِسٍ جیسی ترکیبوں میں حرف ندا ہے اور لام تعجب کیلئے ہے۔ (المصباح، ص: ۱۱۰۶، فیروز اللغات، ص: ۷۲۵)

یائے نسبتی اور یائے مصدری میں فرق: ان دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ جو یا لفظ منسوب سے تعبیر کی جاسکتی ہو اور ملحق یاء کی جانب مضاف ہو سکے اسکو یائے نسبتی کہتے ہیں جیسے بصری، اَيُّ مَنْسُوبٍ اِلَى الْبَصَرَةِ اُس میں یائے نسبتی ہے اسلئے کہ یاء لفظ منسوب سے تعبیر کی جارہی ہے اور بواسطہ حرف جارہ بصرہ کی طرف مضاف ہے اور یائے مصدری وہ یاء ہے جس کو لفظ کون کے ساتھ بتقدیر الاسم تعبیر کر سکیں اور ملحق یاء اس کون کی خبر واقع ہو جیسے الفاعلیۃ میں یاء کہ اس کو کَوْنُ الاسم فاعلاً کے ساتھ تعبیر کیا جاسکتا ہے اور ملحق یاء یعنی فاعلاً ترکیب میں ”کَوْنُ“ کی خبر واقع ہو رہا ہے۔ (مقدمات،

ص: ۱۰۱ بحوالہ مصباح المعانی و سوال باسولی)

دس حروف زائد کی مثال

عربی میں حروف زائد کل دس ہیں:۔ حروف زائدہ کا مجموعہ ”سَالَتْ مُنِيهَا“ یا

”الْيَوْمَ تَنْسَاهُ“ ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک زبردست ادیب سے انکے شاگردوں نے حروف زائدہ کے متعلق دریافت کیا کہ وہ کتنے ہیں اور کیا کیا ہیں تو ادیب نے جواب دیا کہ سَأَلْتُمُونِيهَا (تم نے تو پہلے مجھ سے حرف زائدہ کے متعلق سوال کیا تھا) تو اس میں ان کا جواب اور جواب کا جواب بھی ہو گیا۔ اور ساتھ بتا بھی دیا کہ حرف زائدہ کل دس ہیں۔ پھر شاگرد نے کہا کہ حضرت یاد نہیں ہیں تو استاد ادیب نے فرمایا کہ ”الْيَوْمَ تَنْسَاهُ“ یعنی آج اس کو تم فراموش کر رہے ہو۔ ان حروف کا مجموعہ یہ بھی ہے ”هَوَيْتَ السَّمَانَ“ اور اس میں بھی وہی دس حروف زائدہ شامل ہیں۔ (ہدایہ اول، فرائد منشورہ، ص: ۶۰)

إِلَّا.....: الَا کی تین قسمیں ہیں (۱) استثناء کیلئے، جَاءَ الْقَوْمُ الْأَزِيدُ. (۲) بمعنی غیر، جیسے: لَوْ كَانَ فِيهِمَا إِلَهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا، أَيْ غَيْرَ اللَّهِ. (۳) زائدہ، جیسے: لَا نَأْمَنُهُ إِلَّا أَنْ يَشُبَ. (منية الادب ج ۲ ص: ۲۹)

آلَا اور غیر کے درمیان فرق: ان دونوں کے درمیان پانچ فرق ہیں (فرق اول) یہ ہے کہ غیر کی وضع، وصفی معنی کیلئے ہے اور وہ دلالت کرتا ہے کہ اس کا مضاف الیہ موصوف کا مغائر ہے ذاتاً، جیسے: ”جَاءَ نَبِيٌّ رَجُلٌ غَيْرُ عَمْرٍو يَوْصُفُ، جیسے: ”ذَخَلْتُ بَوَاجِهِ غَيْرَ الْوَجْهِ الَّذِي خَرَجْتُ“ (یعنی میں آیا خوشی میں اور گیا غصے میں) اور الَا کی وضع استثناء کیلئے ہے یعنی نَفْيًا يَأْتِي تَابِقًا قَبْلَ اور مَابَعْدَ کا تغائر ہوتا ہے یعنی الَا کا تعلق حکم سے ہے نہ کہ ذاتی یا وصفی تغائر سے، لیکن فی الجملہ تغائر میں شریک ہونے کی وجہ سے مجازاً ایک دوسرے پر محمول ہوتے ہیں اور اسماء کا حرفی معنی میں استعمال ہونا کثیر ہے، اسلئے بغیر کسی شرط کے لفظ ”غیر“ استثنائی معنی دیدیتا ہے اور حروف کا اسی معنی میں استعمال ہونا قلیل ہے اسلئے الَا کا غَيْرَ کے معنی میں استعمال ہونا قلیل اور موقوف علی الشرط ہے امام سیبویہ کے نزدیک استثناء کے صحیح

ہوتے ہوئے بھی الّا کو غیر کے معنی میں کرنا جائز ہے، جیسے: شعر میں ہے:

كُلُّ اخٍ مَفَارِقُهُ اَخُوهُ لَعَمْرُ اَبِيكَ اِلَّا الْفَرْقَدَانِ

(فرق دوم) الّا کے بعد جملہ واقع ہو سکتا ہے بخلاف غیر کے (فرق سوم) ”عِنْدِي دِرْهَمٌ غَيْرٌ جَيِّدٌ“ کہنا جائز ہے اور ”عِنْدِي دِرْهَمٌ اِلَّا جَيِّدٌ“ کہنا ناجائز ہے، کیونکہ اثبات میں مُسْتثنٰی مفرغ نہیں آتا (فرق چہارم) کہ ”قَامَ غَيْرُ زَيْدٍ“ کہنا جائز ہے اور ”قَامَ اِلَّا زَيْدٌ“ کہنا ناجائز ہے کیونکہ اس سے مُسْتثنٰی مفرغ لازم آئیگا (فرق پنجم) ”قَامَ الْقَوْمُ غَيْرُ زَيْدٍ وَعَمْرٍو“ (بجر عمرو) جائز ہے بخلاف ”مَا قَامَ اِلَّا زَيْدٌ وَعَمْرٍو“ کے۔ (تفصیل کیلئے دیکھئے ”الکلمۃ العلیا فی مسئلۃ الثنیا“ ص: ۱۸، مؤلف جناب مولانا ابوالفتح الحاج محمد یوسف صاحب المؤقر، مدیر مدرسہ عربیہ دارالعلوم عثمانیہ خانپور۔ ناشر: مدرسہ عربیہ دارالعلوم عثمانیہ، شارع خانپور، رحیم یار خان)

فَلَمَّا:۔ فاء کی تین قسمیں ہیں (۱) عاطفہ (۲) جزائیہ (۳) زائدہ۔ پھر عاطفہ تین امور کا فائدہ دیتا ہے اول: ترتیب کا، پھر یہ ترتیب کبھی ذکر کی ہوتی ہے اور کبھی معنوی۔ ترتیب معنوی کی مثال: قَامَ زَيْدٌ فَعَمْرٌو۔ ترتیب ذکر کی مثال: فَقَدْ سَأَلُوا مُوسٰی اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً۔ اِن کا قول ”اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً“ کہنا اور سوال کرنا ایک ہی بات ہے دونوں ایک ساتھ ہوئے۔ لہذا معنوی کوئی ترتیب نہیں پائی گئی بلکہ یہ ذکر کی ترتیب ہے۔ ترتیب ذکر کی تعریف۔ ترتیب ذکر کی کہتے ہیں کہ اولاً ایک بات اجمالاً ذکر کرنا پھر اس کو تفصیلاً ذکر کرنا، جیسے: وَنَادٰی نُوحٌ رَبَّهُ فَقَالَ رَبِّ النَّخْلِ وَتَوَضَّاءَ فَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ النَّخْلِ اِنَّ دُونِ مِثَالُوْنَ مِثَالُوْنَ فَاَنَّكَ مَا بَعْدَ سَاسٍ اس کے ماقبل کی تفصیل ہو رہی ہے۔ دوم:۔ تعقیب بلا مہلت کیلئے یعنی اس بات کا فائدہ دیتا ہے کہ ماقبل فاء کے متصل بعد مابعد سے فعل کا تعلق ہو، جیسے: جَاءَ

زَيْدٌ فَعَمَّرُوْهُ۔ یا اس بات کیلئے کہ ماقبل فاء کے متصل بعد مابعد فاء کا وقوع ہو، جیسے:
 دَخَلْتُ الْبَصْرَةَ فَبَعْدَادَ۔ فاء کبھی تعقیب کے معنی سے خالی ہو کر واؤ کے معنی پر ہوتا
 ہے، جیسے: امر القیس کے شعر کے اندر ”بَيْنَ الدَّخُولِ فَحَوْمَلٍ“ کا فاواؤ کے معنی
 میں ہے۔ سوم فاء سیبہ اور وہ اکثری وغالبی امر ہے۔ پھر کبھی فاء سبب پر داخل ہوتی
 ہے اور اس کا ماقبل مابعد کیلئے سبب ہوتا ہے، جیسے: فَوَكَزَهُ مُوسَى فَقَضَى عَلَيْهِ اس
 مثال کے اندر فَقَضَى کا فاء سیبہ ہے۔ قضی مسبب ہے اور ”وَكَزَهُ مُوسَى“ سبب
 ہے۔ اور کبھی فاء سبب پر داخل ہوتی ہے، جیسے: لَا تَصُومُوا بِهِذِهِ الْأَيَّامِ فَإِنَّهَا أَيَّامُ
 أَكْلِ وَشُرْبٍ وَبَعَالٍ۔ مثال مذکور میں فاء کا مابعد اس کے ماقبل کا سبب اور علت ہے۔
 (۲) فاء جزائیہ، جیسے: قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي (۳) زائدہ جو مطلقاً
 خبر پر داخل ہوتی ہے، جیسے: زَيْدٌ فَلَا تَضُرُّهُ۔

☆..... اور لَمَّا کی بھی تین قسمیں ہیں۔ (۱) نافیہ (۲) شرطیہ (۳) استثنائیہ۔ لَمَّا
 استثنائیہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے، جیسے آیت قرآنی میں ہے: إِنْ كُنْ كَلَّمَا عَلَيْهَا
 حَافِظٌ۔ (منیۃ الادب، ص: ۱۹ ج ۲)

لَمَّا اور لَمَّا کے درمیان میں فرق: دونوں کے درمیان پانچ فرق ہیں (۱) لم سے پہلے
 حرف شرط آ سکتا ہے جیسے إِنْ لَمْ يَضْرِبْ بخلاف لَمَّا کے کہ اس میں حرف شرط نہیں
 لا سکتے۔ (۲) لَمَّا توقع کے معنی کیلئے آتا ہے اور لم میں توقع نہیں ہوتی۔ (۳) لَمَّا
 میں استمرار نفی کا معنی پایا جاتا ہے اور لم میں استمرار نفی نہیں پایا جاتا۔ (۴) منفی لَمَّا
 قریب الی الحال ہوتا ہے نہ کہ لم۔ (۵) منفی لَمَّا جائز الحذف ہے اور لم میں ایسا
 نہیں ہوتا۔ (دیکھئے مصباح العوائل اردو شرح، شرح مائے عامل ص: ۵۲۔ تفہیمات شرح
 مقامات اردو، از شیخ الادب مولانا اعجاز علی صاحب ص ۹۱، مآرب الطلیبہ، ص: ۵۴)

بحث ”ما“

ما:۔ واضح ہو کہ ما اولاد و قسم پر ہے اسمیہ و حرفیہ۔ پھر اسمیہ کی چند قسمیں ہیں

(۱) موصولہ، جیسے: مَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ. (۲) تائمہ بمعنی شی، جیسے: نِعْمًا هِيَ اِی نِعَمَ شَیْ هِی وہ بہت اچھی چیز ہے۔ (۳) موصوفہ، جیسے: مَرَرْتُ بِمَا مُعْجَبٌ لَّکَ۔ اس میں ”ما“ موصوف، اور ”مُعْجَبٌ لَّکَ“ صفت ہے۔ (۴) شرطیہ، جیسے: وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمُهُ اللَّهُ (۵) استفہامیہ، مَا هِی، لَوْ مَا؟ استفہامیہ پر جب حروف جارہ داخل ہوتا ہے تو اس کا الف وجوبا حذف کر دیا جاتا ہے، جیسے: اِلَامَ عِلَامٍ، اَوْفِیْمَ (۶) صفتیہ، جیسے: اضْرِبْهُ ضَرْبًا مًا۔ پھر ”ما حرفیہ“ کی بھی چند قسمیں ہیں (۱) نافیہ، جیسے: مَا هَذَا بَشَرًا، مَا ضَرَبَ زَيْدًا (۲) مصدریہ زمانیہ، جیسے: وَمَا اُبْرِئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَمَارَّةٌ بِالسُّوءِ اَلَا مَا رَحِمَ رَبِّیْ اِیْ الْاَوْقَتِ رَحْمَةً رَبِّیْ۔ اس جگہ ما زمانیہ اور مصدریہ ہے (۳) ما مصدریہ غیر زمانیہ، جیسے: وَضَاقَتْ عَلَیْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ اِیْ بِرَحْبِهَا. (۴) زائدہ، جیسے: فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ اِیْ فَبِرَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ اِسْمٌ میں ”ما“ زائدہ ہے۔ (مدنیہ الادب ص: ۱۱۱ ج ۲)

بحث ”بعد“

بَعْدُ:۔ یہ اسمائے ظروف میں سے ہے اس کی تین حالتیں ہیں (۱) مضاف الیہ مذکور ہو اس وقت یہ معرب ہوتا ہے (۲) مضاف الیہ محذوف ہو لیکن متکلم کی نیت میں باقی ہو اس وقت وہ مثنیٰ ہوتا ہے، جیسے: لِلَّهِ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدَ اِیْ مِنْ قَبْلِ كُلِّ شَیْءٍ وَمِنْ بَعْدِ كُلِّ شَیْءٍ۔ مضاف الیہ ”کل شیء“ محذوف ہے اور مقصود

منوی بھی ہے۔ (۳) مضاف الیہ محذوف ہو اور متکلم کی نیت بھی نہ ہو، جیسے: رَبِّ بَعْدَ خَيْرٍ مِنْ قَبْلٍ. بہت سے بعد سے بہت سے پہلے سے اچھے ہیں۔ اس جگہ صرف مفہوم قَبْلِیَّتْ وَبَعْدِیَّتْ سے بحث ہے۔ مضاف الیہ کا کوئی اعتبار نہیں کیا گیا۔ (مدیۃ الادب، شرح فقہ العرب ص: ۱۱)

بحث ”ثُمَّ“

ثُمَّ: یہ حرف عاطفہ تین امور کا فائدہ دیتا ہے (۱) تَشْرِیْکِ فِی الْحُكْمِ. یعنی معطوف و معطوف علیہ کو ایک ہی حکم میں شریک کرنا (۲) ترتیب یعنی اس بات کا فائدہ دینے کیلئے کہ معطوف علیہ پہلے ہو پھر معطوف (۳) مہلت و تراخی۔ یعنی اس بات کا فائدہ دینے کیلئے کہ معطوف علیہ فعل سے بہت پہلے صادر ہوا اور اس کے بہت بعد معطوف، جیسے: جَاءَ زَيْدٌ ثُمَّ عَمْرُو. مثال مذکورہ میں دونوں وصف مجبوت میں شریک ہیں۔ زید پہلے، عمرو بعد میں آیا۔ اور عمرو کا آنا زید کے بہت بعد ہوا۔ (۴) کبھی ثم ترتیب ذکر کیلئے آتا ہے، جیسے: بَلَغْنِي مَا صَنَعْتُ الْيَوْمَ ثُمَّ مَا صَنَعْتُ آجِس۔ اس کو ثم لانا انتقال کہا جاتا ہے۔ (مدیۃ الادب ص: ۱۱ جلد دوم)

ثُمَّ، حتیٰ اور فاء میں فرق: یہ تینوں حروف عطف میں سے ہیں اور یہ تینوں تفصیل مسند الیہ میں مشترک ہیں مثلاً: جَاءَ نَبِيٌّ زَيْدٌ وَعُمَرُ ثُمَّ عَمْرُو، أَوْ جَاءَ نَبِيٌّ الْقَوْمُ حَتَّى خَالَدٌ، مگر ان میں فرق یہ ہے کہ کلمہ فاء معنی تعقیب پر بلا تراخی دلالت کرتا ہے اور ثُمَّ تعقیب پر بالتراخی دلالت کرتا ہے، پس جَاءَ نَبِيٌّ زَيْدٌ فَعَمْرُو میں معنی یہ ہوئے کہ میرے پاس زید آیا پھر عمرو، اس سے دونوں کا آنا بلا مہلت معلوم ہوا، اور جَاءَ نَبِيٌّ زَيْدٌ ثُمَّ عَمْرُو کے معنی یہ ہوئے کہ میرے پاس زید آیا پھر تھوڑی دیر بعد عمرو آیا۔ پس دونوں کا ایک دوسرے سے مہلت کے ساتھ آنا معلوم ہوا، اس کے علاوہ فاء اور ثُمَّ ترتیب

خارجی پر دلالت کرتے ہیں اور حتی ترتیب ذہنی پر دلالت کرتا ہے، تو خلاصہ یہ نکلا کہ حتی اور ثم کے اندر تین اعتبار سے فرق ہے (۱) ثم کی تراخی، حتی کی تراخی سے کم ہے۔ (۲) حتی میں ترتیب ذہنی ہوتی ہے اور ثم میں ترتیب خارجی ہوتی ہے۔ (۳) حتی کا مدخول ماقبل کا جزء ہوتا ہے بخلاف ثم کے کہ اس کا مدخول ماقبل کا جزء نہیں ہوتا، یاد رہے کہ کلام عرب میں حروف عطف دس ہیں جن کو کسی شاعر نے ایک شعر میں جمع کر دیا ہے ملاحظہ ہو:

دہ حروف عطف مشہور اند یعنی واؤ، فا،

ثم، حتی، او، واما، ام، وبل، لیکن، ولا

(آر ب الطلحہ ص: ۹۷)

بحث ”مَنْ“

مَنْ:..... من کئی قسمیں ہیں (۱) شرطیہ ہوتا ہے، جیسے: مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ (۲) کبھی استفہامیہ ہوتا ہے، جیسے: مَنْ فَعَلَ هَذَا؟ (۳) جب من استفہامیہ انکاری ہو تو اس وقت اس سے استثناء صحیح ہوگا، جیسے: مَنْ يَفْعَلْ هَذَا الْاَزِيدُ؟۔ (کون کرے گا یہ علاوہ زید کے)۔ (۴) کبھی موصولہ ہوتا ہے، جیسے: اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدْ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اس میں دونوں ”مَنْ“ موصولہ ہیں (۵) کبھی نکرہ موصوفہ ہوتا ہے، جیسے: اَفَمَنْ يَّمْسِيْ مُكِبًا عَلٰى وُجْهِهِ۔ (منیۃ الادب، ص: ج ۲)

بحث ”اَنْ“

اَنْ:..... اَنْ حرفیہ کی چار قسمیں ہیں (۱) ان مصدریہ وہ کبھی فعل مضارع پر داخل ہو کر اس کو مصدر کے معنی میں کر دیتا ہے۔ کبھی ماضی پر داخل ہو کر مصدر کے معنی میں لے جاتا ہے، جیسے: لَوْ اَنَّ مِنَ اللّٰهِ عَلَیْكَ۔ کبھی فعل امر پر بھی داخل ہوتا ہے،

جیسے: كَتَبَ إِلَيْهِ بِأَنْ قَم (۲) ان مخففہ من المثقلہ یعنی ان حرف مشبہ مفتوح کو ان کرنا، جیسے: عَلِمَ أَنْ سَيَكُونُ. وَحَسِبُوا أَنْ لَا تَكُونُ (۳) اُن تفسیریہ، یہ صرف اُس فعل کے بعد آتا ہے جو قول کے معنی میں ہو، جیسے: كُنَّا كَمَا بَقِيَوا النِّدَاءِ وَالْأَمْرَ وَالنَّهْيَ وَغَيْرَهَا۔ یہ افعال قول کے معنی میں ہیں اس لئے کہ بذریعہ قول مافی الضمیر کی تعبیر کی جاتی ہے اسی طرح مذکورہ افعال سے بھی مافی الضمیر کی تعبیر ہوتی ہے، جیسے: وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا أَبْرَاهِيمُ. فَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ أَنْ اصْنَعْ الْفُلْكَ. وَكَتَبْتُ إِلَيْهِ أَنْ أَرْجِعَ (۴) اُن زائدہ: وہ اکثر لمائے شرطیہ کے بعد واقع ہوتا ہے، جیسے: وَلَمَّا أَنْ جَاءَتْ رُسُلُنَا أَوْ كَبْهِيَ فعل قسم اور ”لو“ کے درمیان ”اَنْ“ آتا ہے، جیسے: اَقِمْ أَنْ لَوْ التَّقِينَا وَانْتُمْ لَكَانَ لَكُمْ يَوْمَ الشَّرِّ مَظْلَمٌ۔ اور کبھی بعد ازاں بھی آتا ہے۔ (منیۃ الادب، ص: ۱۶ ج ۲)

بحث ”اَنِ“

اَنِ۔ کی چار قسمیں ہیں: (۱) اَنِ بمعنی اَيْنَ، جیسے: اَنِ تَذْهَبْ اَذْهَبْ اَنِ اَيْنَ تَذْهَبْ اَذْهَبْ۔ (۲) اَنِ بمعنی كَيْفَ، جیسے: اَنِ يَكُونُ لِي غُلَامٌ اَنِ كَيْفَ يَكُونُ لِي غُلَامٌ۔ اسی طرح فَأَتَوْا حَرْثَكُمْ اَنِ شِئْتُمْ اَنِ كَيْفَ شِئْتُمْ (قَائِمًا أَوْ قَاعِدًا أَوْ مُضْطَجِعًا)۔ (۳) اَنِ بمعنی مِنْ اَيْنَ مثال اَنِ لَكَ هَذَا اَنِ مِنْ اَيْنَ لَكَ هَذَا (۴) اَنِ بمعنی مَتَى مثال اَنِ جِئْتُ اَنِ مَتَى جِئْتُ۔ (مقدمات علوم درسیہ، ص: ۳۳۸)

☆..... چھ جگہ ایسی ہیں جہاں ما بمعنی لیس کا عمل ماضی ہو جاتا ہے (۱) اگر شروع میں اِنْ نافیہ داخل ہو، جیسے: اِنْ مَارَیْتُدَ قَائِمٌ۔ (۲) اگر ما کا تکرار ہو، جیسے: مَامَارَیْتُدَ قَائِمٌ (۳) اگر ما کی خبر سے مثبت بدل واقع ہو، جیسے: مَارَیْتُدَ بِشَیْءٍ اِلَّا قَائِمٌ (۴) اگر

ما کے بعد الاستثنائیہ ہو، جیسے: مَا زَيْدٌ إِلَّا قَائِمٌ (۵) اگر ما کی خبر اس کے اسم پر مقدم ہو، جیسے: مَا قَائِمٌ زَيْدٌ (۶) اگر ما کی معمول خبر ما کے اسم پر مقدم ہو، جیسے: مَا طَعَامُكَ زَيْدٌ أَكَلَ أَيْ أَكَلَ طَعَامُكَ۔ (ما رب الطلبہ ص: ۵۶)

بحث ”أَمَّا“

أَمَّا: کے بعد عموماً فآتی ہے مگر یاد رہے کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے اکثر یہ ہے کیونکہ کلام عرب کے اندر ایسے مواضع بھی ہیں جہاں اما کے جواب میں فاء نہیں آئی، جیسے: قول باری تعالیٰ: وَأَمَّا الَّذِينَ لِسُوذَتْ وُجُوهُهُمْ. أَكْفَرْتُمْ الْخ اور حدیث شریف میں آیا ہے أَمَّا بَعْدُ مَا بَالَ أَقْوَامٌ يَشْتَرِ طُون، الْخ۔ (ما رب الطلبہ)

أَمَّا اور مَھما میں فرق: ان دونوں کے درمیان چار فرق ہیں (۱) اما حرف شرط ہے اور مَھما اسم شرط ہے (ب) أَمَّا غیر عاملہ ہے اور مَھما عاملہ ہے (ج) اما کا مدخول ہمیشہ اسم یا حرف ہوتا ہے اور مَھما کا مدخول ہمیشہ فعل ہوتا ہے (د) اما کے مدخول کا حذف ہونا واجب ہے اور مَھما کے مدخول کا فعل حذف ہونا جائز ہے، واجب نہیں۔ (ما رب الطلبہ ص: ۸۳)

☆ حروف قسمیہ کے استعمال کیلئے شرائط: جاننا چاہئے کہ حروف قسمیہ (واو، تاء اور باء) کے استعمال میں چند شرائط ہیں چنانچہ واو قسمیہ کے استعمال کیلئے تین شرائط ہیں (۱) فعل قسم محذوف ہو، اگر فعل قسم مذکور ہو تو وہاں واو قسمیہ کا استعمال صحیح نہیں ہوتا۔ اسلئے اُقْسِمُ وَاللّٰہِ کہنا درست نہیں (۲) سوال کی قسم نہ ہو لہذا اَوَاللّٰہِ اَخْبَرْنِی کہنا صحیح نہیں ہوگا (۳) واو قسمیہ کا مدخول اسم ظاہر ہونا ضروری ہے اس کا مدخول اسم ضمیر نہیں ہو سکتی اسلئے وَبِکَ لَا فَعَلَنْ کَذا کہنا صحیح نہیں ہوگا۔ اور حرف تاء کیلئے چار شرائط

کا ہونا ضروری ہیں۔ ان میں تین تو وہ ہیں جو واؤ قسمیہ کیلئے ضروری ہیں چوتھی شرط یہ ہے کہ اس کا استعمال لفظ اللہ کے ساتھ مخصوص ہے، اس کے غیر میں درست نہیں لہذا تَالرَّحْمٰنِ لَا فَعْلَنْ كَذَا کہنا صحیح نہیں۔ اور باء قسمیہ کا استعمال واؤ قسمیہ اور تاء قسمیہ سے عام ہے کہ اس میں فعل قسم کا ذکر و عدم ذکر دونوں برابر ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان تینوں حروف میں سے حرف باء کا استعمال بالکل عام ہے اور حرف تاء کا استعمال بالکل خاص ہے۔ کیونکہ اس میں واؤ سے بھی ایک شرط زائد ہے وہ یہ ہے کہ اس کا استعمال صرف لفظ اللہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ (والفصل فی شرح جامی فی بحث الحروف، وما رب الطلبہ)

بحث ”کم استفہامیہ و کم خبریہ“

☆..... کم استفہامیہ و خبریہ: استفہامیہ کسی انجان چیز کے متعلق سوال کیلئے آتا ہے۔ خبریہ کسی چیز کی خبر دینے کیلئے آتا ہے دونوں شروع کلام کو چاہتے ہیں۔ لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ (۱) کم استفہامیہ کی تمیز ہمیشہ منصوب مفرد ہوگی بشرطیکہ مَنْ جارہ داخل نہ ہو مثلاً: کَمْ رَجُلًا عِنْدَکَ۔ اور کم خبریہ کی تمیز کبھی مفرد مجرور ہوتی ہے اور کبھی مجموع مجرور ہوتی ہے مثلاً: کَمْ مَالٍ اَنْفَقْتُ وَ کَمْ دَارٍ بَنَيْتُ (۲) کم استفہامیہ تمیز کو نصب دیتا ہے اور کم خبریہ جر دیتی ہے (۳) کم خبریہ کی تمیز پر مَنْ جارہ داخل ہونا کثیر ہے اور کم استفہامیہ اس کے برعکس ہے نیز کم استفہامیہ کی تمیز پر مَنْ جارہ کا داخل ہونا واجب ہوگا جب کم اور تمیز کے درمیان فعل متعدی آجائے، جیسے: قول باری تعالیٰ: کَمْ اَهْلًا کُنَّا مِنْ قَرْیَةِ النِّخ، سَلَّ بَنٰی اِسْرَآئِیْلَ کَمْ اَتٰیْنَاهُمْ مِنْ اٰیۃ۔ یہ دونوں کم خبریہ اور استفہامیہ کی مثالیں ہو سکتی ہیں۔ لیکن کم استفہامیہ کی تمیز حذف کرنے کیلئے تین شرائط ہیں (الف) کم کے بعد اسم مرفوع واقع ہو (ب) کوئی فعل واقع ہو (۳) کم کے بعد جمع ہو۔

یہ شرائط صرف کم استفہامیہ میں ہو سکتی ہیں نہ کہ کم خبریہ میں۔ (ما رب الطلبہ، ص: ۶۹)

فائدہ:- او: کی سات قسمیں ہیں: (۱) تنویدیہ: جو کہ انواع پر دلالت کرے، جیسے:

الْعَدْدُ اِمَّا زَوْجٌ اَوْ فَرْدٌ۔ کہ عدد کی دو قسمیں ہیں زوج اور فرد یعنی جفت اور طاق

(۲) اباحتیہ: جو دلالت کرتا ان دو چیزوں کو جمع کرنا جائز اور مباح ہے جیسے: زوج

ہذہ او ہذہ۔ (۳) تخییریہ: جو کہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان دو چیزوں کو جمع کرنا منع ہے بلکہ کسی ایک کو اختیار کیا جائے جیسے: زَوْجٌ هٰذِهِ اَوْ اُخْتُهَا۔ (۴)

تعمیمیہ: جو کہ عموم بیان کرنے کیلئے آتا ہے جیسے: وَلَا تُطْعَمُ مِنْهُمْ اِثْمًا اَوْ كَفُورًا۔ (۵) اضرابیہ: جو کہ بمعنی بل ہوتا ہے جیسے: اِنْهَالًا بِل اَوْ شَاةً اٰنٰی بِل شَاةً۔ (۶) تردیدیہ، یہ شک کیلئے آتا ہے جیسے: جَاءَ نَبِیُّ زَيْدٍ اَوْ عَمْرٍو (۷) اَوْ بمعنی اِلٰی اُنْ ہے عند جمہور یا بمعنی اِلٰی ان ہے عند سیبویہ جیسے لَا لَزْمَ لَكَ اَوْ تُعْطِنِي حَقِّيْ اٰی اِلَّا اَنْ تُعْطِنِي الْخ یا اِلٰی اَنْ تُعْطِنِي الْخ۔ (توضیح المعانی شرح مقدمۃ الجامی، ص: ۵۳)

☆..... اَوْ بمعنی اِلٰی اُنْ یا اِلَّا اَنْ: کا خلاصہ یہ ہے کہ ”او“ جب کہ ”اِلٰی“ یا ”اِلَّا“ کے معنی میں ہو تو وہاں اَنْ مقدر ہو کر فعل مضارع کو نصب دیا کرتا ہے اور یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اِلٰی اُنْ یا اِلَّا اَنْ کے معنی میں ہوتا ہے (اگر ایسا ہو تو تکرار ان لازم آئے گا جو ناجائز ہے) جیسے: لَا لَزْمَ لَكَ اَوْ تُعْطِنِي حَقِّيْ۔

اتما اور او کے درمیان فرق: دونوں میں فرق یہ ہے کہ اتما کے ساتھ جس امر کیلئے وہ آیا ہے، اُسی کے لحاظ سے بنائے کلام شروع ہوتی ہے اور اسی وجہ سے اس کی تکرار واجب ہے، مگر حرف او کے ساتھ کلام کا آغاز یقین اور وثوق کے لحاظ سے ہو کر پھر بعد میں اس کلام پر ابہام یا کوئی دوسری بات طاری ہوتی ہے، اسلئے اس کی تکرار نہیں

ہوتی۔ (بدر منیر ۷۸، مصباح المنیر، ۹۳، الاتقان فی علوم القرآن ص: ۲۸۱ ج ۱)

☆..... قَدْ: اس کی دو قسمیں ہیں (۱) اسمیہ (۲) حرفیہ بمعنی حسب کے، جیسے: قَدْ زُیْدٌ دِرْهَمٌ (زید کو ایک درہم کافی ہے) اور قد حرفیہ فعل پر آ کر کبھی تَقْلِيل کا فائدہ دیتا ہے، جیسے: قَدْ یَصْدِقُ الْکِذْبَ۔ قد کبھی توقع کا فائدہ بھی دیتا ہے، جیسے: قَدْ یَقْدُمُ الْغَائِبُ الْیَوْمَ۔ کبھی تقریب کیلئے آتا ہے، جیسے: قَدْ قَامَ زَیْدٌ۔ کبھی تحقیق کیلئے، جیسے: قَدْ أَفْلَحَ مَنْ رَزَّحَهَا۔ (مدنیہ الادب، ص: ۲۹۰ ج ۲)

☆..... قَدْ: (۱) یہ کبھی تقریب الماضی الی الحال کیلئے ہوتا ہے، جیسے: قَدْ رَکِبَ الْأَمِيرُ (۲) اور کبھی یہ تحقیق کیلئے آتا ہے، جیسے: قَدْ یَعْلَمُ اللَّهُ الْمُعَوِّقِينَ۔ (تہلیل قواعد النحو، ص: ۶۳)

مراجع ومصادر کتب

شماره	اسمائے کتب	شماره	اسمائے کتب
۱	القرآن الکریم	۲	الاتقان فی علوم القرآن
۳	اشرف التوضیح شرح مشکوٰۃ المصابیح	۴	ترغیب الاخوان فی ترکیب القرآن
۵	تقریر الحاوی شرح البیضاوی	۶	کمال الفرقان شرح جمال القرآن
۷	ظفر المحصلین باحوال المصنفین	۸	درسی تقریر حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب مدظلہ

۹	لسان القرآن	۱۰	نخبۃ الاحادیث
۱۱	درس ترمذی	۱۲	فضل الباری، شرح البخاری
۱۳	کشف الباری، شرح البخاری	۱۴	علمی جواہر پارے
۱۵	فیوض عثمانی شرح فصول اکبری	۱۶	مصباح اللغات
۱۷	فرائد منشورہ در تحقیقات کلمات	۱۸	آرب الطلبة، مؤلفہ مولانا شبیر احمد صاحب ارکانی
۱۹	تیسیر القرآن، تفسیر عم	۲۰	تحفۃ الطلبة، از مفتی علی احمد قاسمی
۲۱	فیروز اللغات	۲۲	قرة العیون فی تذکرۃ الفنون
۲۳	تخلیۃ الاسیر، مولانا حسین احمد ارکانی	۲۴	غایۃ السعایۃ عمانی حل الہدایۃ
۲۵	الفاظ مترافہ کے درمیان فرق	۲۶	افاضات شرح مقامات
۲۷	الکلمۃ العلویۃ فی مسئلۃ الثنیۃ	۲۸	إظهار الصدق، شرح ارشاد الصرف
۲۹	تحفۃ الادب، شرح فتح العرب	۳۰	تفهیمات شرح مقامات
۳۱	مقدمات علوم درسیہ	۳۲	توضیحات، شرح علم الصیغہ
۳۳	الطریقۃ العصریۃ فی تعلیم اللغة العربیۃ	۳۴	اللطائف المثمرۃ فی تحقیق الكلمات المشکلة
۳۵	روایۃ النحو شرح ہدایۃ النحو	۳۶	ایضاح المطالب، شرح کافیہ
۳۷	معارف الصرف شرح ارشاد الصرف	۳۸	کنز النوادر فی القوانین والمصادر

۳۹	منیۃ الادب، شرح نفیۃ العرب	۴۰	دفع رنج، شرح پنج گنج
۴۱	ہدیۃ صغیر شرح نحو میر	۴۲	اسعاد النحو شرح نحو میر
۴۳	مسودۃ کافیہ، از مولانا بندیر صاحب (سابق استاد اشرف المدارس)	۴۴	مسودۃ درس سراجی، مفتی عبدالمنان صاحب (دارالعلوم کراچی)
۴۵	سعیدہ، شرح کافیہ	۴۶	تسہیل قواعد النحو
۴۷	ہدیۃ شبیر، شرح نحو میر	۴۸	تحفۃ سعیدہ، شرح علم الصیغہ
۴۹	تبیان، شرح میزان	۵۰	صلاح التعبیر شرح نحو میر
۵۱	المصباح المنیر، شرح نحو میر	۵۲	علم الصیغہ، مترجم
۵۳	کافیہ	۵۴	مصباح العوائل، شرح مائۃ عامل
۵۵	معلم الانشاء اول	۵۶	مصباح المنیر شرح نحو میر
۵۷	مصباح النحو، شرح ہدایۃ النحو	۵۸	تسہیل النحو
۵۹	خلاصۃ النحو مولوی ولایت ارکانی	۶۰	معراج النحو، شرح ہدایۃ النحو
۶۱	تسہیل التوید	۶۲	ہدایۃ النحو
۶۳	تسہیل شرح علم الصیغہ	۶۴	اشرف القطبی، شرح قطبی
۶۵	مفتاح الصرف، شرح ارشاد الصرف	۶۶	دری تقریر مولانا سلطان احمد صاحب مفتی اعظم ارکان (سابق)
۶۷	آسان نحو (شیخ الحدیث دیوبند)	۶۸	النحو الیسیر، شرح نحو میر
۶۹	ارشاد الصرف	۷۰	علم الصرف آخرین

۷۱	زبدۃ تشہید	۷۲	عربی کا معلم اول
۷۳	مسودہ مولانا عبد الرشید صاحب ”شیخ الحدیث اشرف المدارس“	۷۴	مسودہ شرح فصول اکبری مؤلفہ مولانا محمد صدیق ارکانی صاحب
۷۵	علم النحو	۷۶	مہر منیر، شرح نحو میر
۷۷	بدر منیر، شرح نحو میر	۷۸	کتاب النحو
۷۹	مسودہ شرح مقامات، از مولف	۸۰	حاشیہ قدوری
۸۱	توضیح المعانی شرح مقدمۃ الجامی	۸۲	مقدمہ دورہ حدیث
۸۳	تہلیل الادب	۸۴	إطاء الصرف
۸۵	مغنی اللیب	۸۶	الصرف العزیز
۸۷	القاموس الفرید	۸۸	نقحۃ الیمن
۸۹	ملفوظات فقیہ الامت	۹۰	فیض المعتم، شرح مقدمہ مسلم
۹۱	خطبات فقیر	۹۲	تذکرۃ عزیز
۹۳	المجم الوسیط فی الاعراب	۹۴	موسوعۃ النحو والصرف والاعراب
۹۵	تیسیر النحو شرح ہدایۃ النحو	۹۶	حقیقت قرآن
۹۷	فضائل حفظ القرآن	۹۸	قرآن کے محیر العقول شاریات
۹۹	تفسیر عزیزی	۱۰۰	آداب القرآن
۱۰۱	خزینہ، از مولانا اسلم شیخوپوری	۱۰۲	درس مقامات، از ابن الحسن عباسی
۱۰۳	مقدمات، از مولانا صدیق ارکانی	۱۰۴	مجموعۃ النوادر، از مفتی علی احمد قاسمی

۱۰۵	علم الصیغه فارسی	۱۰۶	تقریر مفتی رشید احمد صاحب .
۱۰۷	اجمل الحواشی شرح اصول الشاشی	۱۰۸	ہدایہ اول
۱۰۹	کفایۃ المفتی	۱۱۰	فیروز اللغات اردو
۱۱۱	شرح جامی بحث حرف	۱۱۲	المجد عربی

تم بحمد الله تعالى وعونه، يوم الجمعة قبيل الجمعة .
 في: ١٥ / ربيع الثاني: ١٤٢٥ هـ الموافق: ٢٧ يوليو ٢٠٠٣ عـ
 الراقم: مولوى نور حسين عبد الشكور القاسمى غفر له ولوالديه
 ولاساتذته ولدين له حق عليه .

اللهم ان هذا الكتاب وسيلتى اليك وفى مغفرتك الواسعة
 وحيلتى لديك لا اله الا انت سبحانك لِيَّيْكَ وسعديك . فاغفر
 اللهم وارحم أُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحْمَةً عَامَّةً. إِيَّاكَ نَعْبُدُ
 وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْكَ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا
 وإليك المصيرُ وعلينا الا البلاغ المبين .

وصلى الله على خير خلقه محمد واله واصحابه اجمعين .

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين



زیر نظر کتاب ”مسائل اللہ والصرف“ حضرت مولانا نور حسین قاسمی صاحب دامت برکاتہم العالیہ، فاضل دارالعلوم دیوبند و سابق اسٹاڈنٹ سب عربی جامعہ اشرف المدارس گلشن اقبال کی تالیف لطیف ہے۔ اگر اس کے مندرجات و امتیازات کا خلاصہ پیش کیا جائے تو یوں کہا جاسکتا ہے کہ

- ۱۔ اس میں علم نحو و صرف سے متعلق ایسے قواعد نافذہ قواعد مجددہ اور فرائد منشورہ پنہاں ہیں جو نہایت سودمند و فائدہ مند ہونے کے باوجود مقام کتابوں میں یا آسانی دستیاب نہیں ہیں۔
- ۲۔ کتاب میں موجود ہر مضمون و بحث کا مستند حوالہ مکتوب ہوئے کے ساتھ عربی عبارات و اصطلاحات کا اردو ترجمہ بھی ہے تاکہ ہر طالب علم اس سے فائدہ اٹھا سکے۔
- ۳۔ کتاب میں ایک بحث ”الف سے یا“ تک ہے جس میں ہر حرف سے متعلق ضروری اور نادر الوجود اسماء اور رموز کا خزانہ ہے جو بلاشبہ سرمایہ گرامر مایہ ہے۔
- ۴۔ اس میں بہت سے وہ اہم اصول و ضوابط اور ادبی و فنی اصطلاحات و قواعد مندرج ہیں جن کا مکمل تعارف عام کتابوں میں مشکل سے ملتا ہے جو یہاں با آسانی دستیاب ہے۔
- ۵۔ اس میں بعض ایسے ادبی لطائف و ظرائف، فنی حقائق و دقائق، قابل قدر نکات و صلاحت اور بعض مشکل عربی عبارات کی تشریحات و توضیحات ہیں جن سے دیگر کتب خالی ہیں۔
- ۶۔ حروف کی بحث اگرچہ نحو و صرف کی کتابوں میں موجود ہے لیکن اس کی تعلیم و تدریس کی نوبت کم آنے کی وجہ سے طلبہ عموماً سبک حروف کے اہم اصول و ضوابط اور فوائد و قواعد سے نا آشنا رہتے ہیں، بہر حال یہ ایک کمی ہے جو کتاب ہڈانے پوری کر دی ہے۔
- ۷۔ یہ کتاب درحقیقت مختلف النوع علوم و فنون کا شگول، پوشیدہ و دقائق و خزانہ کا نچوڑ اور تالیف و کمیاہ علمی و تحقیقی مضامین و مباحث سے بھر پور ہے جو ہر طالب علم کی معلومات میں اضافہ کرے گی۔

E-mail: ishaat@pk.otsolir.com
ishaat@cyber.net.pk

مسائل اللہ والصرف



DIU-04286